

کافی بالسرور کند جان یحیٰی بکلی ماسع (صدیق مدلل)
 از آن کجی که از آن کجی که از آن کجی که از آن کجی که

مذہبی داستانیں
ان کی حقیقت
حصہ چہارم

قرآن، حدیث، تہذیب و تمدن اور فن و رجال کی روشنی میں

علامہ حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی

سازگار

الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مکان نمبر ۳- ۷- ۱- - بلاک نمبر ۱- - ناظم آباد- کراچی ۷۴۰۰۷۲۱۳۳۹ فون :

(جملہ حقوق محفوظ)

نام کتاب _____ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت تصدیق
 نام مؤلف _____ علامہ حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی

صفحات _____ ۴۴۸

قیمت کتاب _____ پچاسی روپے (۸۵/۰)
 مطبع _____ روحانی ڈائجسٹ پریس۔ ناظم آباد۔ کراچی

_____ ناشر _____

الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳۰-۷-۷۱۔ بلاک نمبر ۱۔ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فون :- ۴۲۱۳۴۹

سُرخیاں

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۹	پیش لفظ	۱
۲۳	عرض مصنف	۲
۲۶	حضرت فاطمہؑ سے متعلق روایات	۳
۲۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؑ تھیں	
۲۸	جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی	
۲۸	عبداللہ بن عطاء	
۳۰	جعجع بن عمر التیمی	
۳۰	جب حضرت فاطمہؑ رخصت کی گئیں تو جریشل و میکائیل ان کے	
	دائیں اور بائیں چل رہے تھے	
۳۱	حضرت فاطمہؑ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے	
۳۲	غلابی	
۳۲	بشہ بن ابراہیم	
۳۲	محمد بن اسحاق الابرازی	
۳۳	عمرو بن غیاث	
۳۴	سلمید بن سلیمان	
۳۵	حفص بن عمر الابی	
۳۵	سلام بن سلیمان بن سوار	
۳۶	عبدالملک بن ولید بن معدان	
۳۸	عکرمہ مری بن عباس	
۳۸	عبدالرحمن بن الفضل	

۳۸	صیفی بن ربیع
۳۹	اسماعیل بن موسیٰ
۳۹	محمد بن مرزوق
۳۹	احمد بن ماہرام
۴۰	اسے فاطمہؑ میں نے تیرا نکاح دینا کے عہد دار سے کیا ہے
۴۰	خالد بن عمرو الحمصی الکلاعی
۴۱	عبید اللہ بن موسیٰ العبسی
۴۲	حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت جبرائیلؑ نے پڑھا تھا
۴۲	خالد بن عمرو الحمصی
۴۲	عبید اللہ بن موسیٰ العبسی
۴۳	قیامت کے روز حضرت فاطمہؑ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے
۴۴	علی بن احمد بن مہدی
۴۴	علی بن موسیٰ الرضا
۴۵	موسیٰ کاظم
۴۶	حضرت فاطمہؑ کی تکفین و تدفین
۴۹	فرقہ سبائیہ کے ارشادات
۵۷	نماز جنازہ
۵۷	نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے
۶۱	تاریخی شواہد
۶۱	پہلا جنازہ
۶۱	دوسرا جنازہ
۶۲	تیسرا جنازہ
۶۲	چوتھا جنازہ

- ۶۲ پانچاں جنازہ
- ۶۳ چھٹا جنازہ
- ۶۴ ساتواں جنازہ
- ۶۴ رات میں دفن کرنا
- ۶۵ حضرت فاطمہؑ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ؟
- ۶۸ کیا حضرت فاطمہؑ نے خود غسل فرمایا تھا ؟
- ۷۰ حضرت فاطمہؑ کی شب عرس میں ساری رات ستر نزار فرشتے تسبیح کرتے رہے
- ۷۱ احمد بن عبد اللہ
- ۷۱ احمد بن محمد بن ریح
- ۷۱ توبہ بن علوان
- ۷۲ عبد الرحمن بن محمد
- ۷۲ فاطمہؑ کے لئے پیغام سراپہ داروں نے بھی دیا تھا
- ۷۳ فاطمہؑ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی
- ۷۴ احمد بن علی الرقی
- ۷۴ حضرت فاطمہؑ کے مہر میں پوری زمین دی گئی
- ۷۴ ذراع
- ۷۵ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کے لئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے
- ۷۶ ایک عجیب و غریب تاج
- ۷۷ اہل بیت کو لازم پکڑو
- ۷۷ عطیہ
- ۷۷ عبد اللہ بن عبد القدوس
- ۷۸ عبد اللہ بن داہر
- ۷۸ اہل بیت کی محبت

- ۷۹ احمد بن رزقیہ
- ۷۹ ذراع
- ۷۹ اَلْمُحْكَمُونَ ہوں ؟
- ۷۹ نافع بن ہزیر
- ۸۰ اہل بیت سے محبت کرنے والے میرے درخت کے پتے ہیں
- ۸۰ موسیٰ بن نعمان
- ۸۰ نصر بن شعیب
- ۸۰ محمد بن اسری
- ۸۱ اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ و نجات کے وسیلہ سے قبول کی
- ۸۱ عمر بن ثابت
- ۸۲ حسین بن الحسن الاشقر
- ۸۲ ابو عمر الہندی
- ۸۲ محمد بن علی بن خلف العطار
- ۸۳ پنج تن خیرۃ القدس میں ہوں گے
- ۸۳ یونانی
- ۸۳ اے فاطمہ اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے
- ۸۳ حسین بن زید بن علی
- ۸۴ عبد اللہ بن محمد بن سالم القزازی
- ۸۵ حضرات حسنینؑ سے متعلق روایات
- ۸۵ حسن و حسینؑ جو انان جنت کے سردار ہیں
- ۸۸ اے اللہ میں حسنؑ اور حسینؑ سے محبت رکھتا ہوں
- ۸۹ فضیل بن مرزوق الاغر

- ۹۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؑ کا لعاب چوستے
- ۹۳ اسرائیل بن یونسؑ البصری
- ۹۴ حضرات حسینؑ کے تعویذ بندھے ہوئے تھے
- ۹۴ ابراہیم بن سلیمان
- ۹۴ خلاد بن عیسیٰ
- ۹۵ قیس بن الربیع
- ۹۵ جنت الفردوس کو حسینؑ و حسینؑ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے
- ۹۶ احمد بن محمد بن الحجاج
- ۹۶ حمید بن علی
- ۹۶ ابن اہیہ
- ۹۷ مجھے سب سے زیادہ محبوب حسینؑ و حسینؑ میں
- ۹۷ جنت کو حسینؑ و حسینؑ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا
- ۹۸ اسفیل بن عیاش
- ۹۸ ہانی بن متوکل الاسکندرانی
- ۹۸ محمد بن عیاض
- ۹۸ جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھتا ہو وہ حسینؑ کو دیکھ لے
- ۹۹ جو حسینؑ سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرنے لگا
- ۱۰۰ عبداللہ بن عثمان خثیم المکی
- ۱۰۰ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی
- ۱۰۲ جس نے حضرات حسنؑ و حسینؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی
- ۱۰۳ حسینؑ اساطین سے ایک سبط ہیں
- ۱۰۴ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی
- ۱۰۵ یحییٰ بن سلیم

- ۱۰۶ عبد اللہ بن عثمان بن عفیم
 ۱۰۶ سعید بن راشد
 ۱۰۸ حسن و حسین سے اللہ محبت فرماتا ہے
 ۱۰۹ عبد اللہ بن ارجح
 ۱۰۹ ارجح
 ۱۱۱ حضرت حسینؑ کے لئے آسمان سے بجلی کی آمد
 ۱۱۱ موسیٰ بن عثمان
 ۱۱۱ اولاد فاطمہؑ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے
 ۱۱۲ شیبہ بن نعمان
 ۱۱۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؑ کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے
 ۱۱۴ حضرت حسینؑ سرزمین ینبویٰ میں شہید ہوئے
 ۱۱۴ نجی الحضرمی
 ۱۱۵ عبد اللہ بن نجی
 ۱۱۵ حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو حسینؑ کے قدیر میں دیا
 ۱۱۶ نقاش
 ۱۱۷ حسن و حسینؑ سے محبت کرنے والا حضورؐ کے ساتھ ہوگا
 ۱۱۷ جعفر بن محمد
 ۱۱۷ محالد بن سعید
 ۱۱۹ موسیٰ کاظم
 ۱۲۰ علی بن جعفر
 ۱۲۰ اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسن و حسینؑ سے محبت کرتے ہوں
 ۱۲۱ مسلم بن ابی سہیل
 ۱۲۲ عبد اللہ بن ابی بکر
 ۱۲۲ خالد بن مخلد الکوفی
 ۱۲۲ موسیٰ بن یعقوب
 ۱۲۳ حضرت اُم سلمہؓ کو حضرت حسینؑ کے قتل کی اطلاع

۱۲۵	حضرت اُمّ سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ایک جناحی پتھر پہنچائی تھی
۱۲۵	شہر بن خوشب
۱۲۸	عامر بن عبدالواحد
۱۲۹	ابن عباسؓ کا ایک خواب
۱۳۰	علی بن زید بن جدعان
۱۳۱	حسینؑ و حسینؑ جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے
۱۳۲	زید بن حسان
۱۳۳	حضرت حسینؑ نے یہ میں قتل ہوں گے
۱۳۳	اسماعیل بن ابان
۱۳۳	سعد بن طریف
۱۳۳	حبان بن علی
۱۳۴	خطیبہ جھوڑ کر حسینؑ و حسینؑ کو گود میں اٹھانا
۱۳۵	حسین بن واقد
۱۳۵	عبداللہ بن بریدہ
۱۳۶	علی بن حسین بن واقد
۱۳۷	حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں
۱۳۷	سعید بن راشد
۱۳۸	عبداللہ بن عثمان بن خثیم
۱۳۹	حسینؑ و حسینؑ کو سونگھنا
۱۴۱	ابن عباسؓ کا ایک اور خواب
۱۴۲	ایک ساتھ پانچ مسجدے
۱۴۳	سامری
۱۴۴	جنت کے دروازہ پر کیا لکھا ہوا ہے ؟

۱۴۵

علی بن احمد المودب

۱۴۵

جابر بن یزید الجعفی

۱۴۸

حضرت حسینؑ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

۱۴۹

حضرت حسینؑ کے قتل کی پیشین گوئی

۱۵۱

عبد الصمد بن حسان

۱۵۱

عمارة بن زاذان البصری الصیدلانی

۱۵۳

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متعلق روایات

۵

۱۵۳

قیامت کے دن ابوبکرؓ پر اللہ تعالیٰ کی تجلی

۱۶۲

ایک عجیب کہانی

۱۶۲

تخلیق انسانی سے قبل فرشتوں سے خلافت ابوبکرؓ کی بیعت

۱۶۷

ابوبکرؓ کے لئے جنت میں ایک معلق قبر

۱۷۱

ایک یہودی کے عذاب میں تخفیف

۱۷۵

فرشتوں کا دانتوں میں خلل کرنا

۱۷۶

نجین ابوبکرؓ کے لئے جنت عدن

۱۷۸

اللہ تعالیٰ کا ابوبکرؓ کو خلیفہ متعین کرنا

۱۸۰

وزارت ابوبکرؓ

۱۸۲

ابوبکرؓ کا قیامت کے روز اونٹنی پر سوار ہو کر آنا

۱۸۳

قیامت کے روز ابوبکرؓ کے لئے ایک منبر کا سبب کیا جانا

۱۸۵

آسمانوں میں حضورؐ کے ساتھ ابوبکرؓ کا نام تحریر ہے

۱۹۷

حدیث معاذ بن جبل

۲۰۰

معراج کی شب علیؑ کی خلافت کے لئے دعا

۲۰۲ گھوڑے کی سواری اور خلافت۔

۲۰۳ ابو بکرؓ و عمرؓ درجہ علیا میں ہوں گے۔

۲۰۴ کلی کذاب۔

۲۰۸ ابو بکرؓ و عمرؓ کے علاوہ کوئی حضورؐ کی جانب نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔

۲۱۰ قیامت کے روز ابو بکرؓ و عمرؓ حضورؐ کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

۲۱۱ ابو بکرؓ و عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔

۲۱۴ حضرت ابو بکرؓ کو تمام ایمان لانے والوں کا ثواب۔

۲۱۵ نبیؐ پر حضرت ابو بکرؓ صدیق کے احسانات۔

۲۲۰ حضرت ابو بکرؓ کا بلا حساب جنت میں داخلہ۔

۲۲۱ حضرت ابو بکرؓ کی غلطی پکڑنے پر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی۔

۲۲۳ قیام الیس کی ترغیب۔

۲۲۵ حضرت ابو بکرؓ کی عہد پر سورج کا طلوع ہونا۔

۲۲۷ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی موجودگی میں دوسرے کی امامت جائز نہیں۔

۶۔ حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق روایات

۲۳۰ قیامت کے دن حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے اعمال نامے کا دیا جانا۔

۲۳۱ میرے بعد نبوت ہوتی تو عمرؓ نبی ہوتے۔

۲۳۲ آسمانوں میں عمرؓ کی فضیلت۔

۲۳۰ حضرت عمرؓ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔

۲۴۱ حضرت عمرؓ کو برا کہنے والا عنقریب فقیر ہو جائے گا۔

۱۴۱ حضرت عمرؓ سے بغض رکھنا ایسا ہے جیسا نبیؐ سے۔

۲۴۲ نبیؐ کے نور سے ابو بکرؓ و عمرؓ کا پیدا ہونا۔

۲۴۳ حضرت عمرؓ کی نیکیاں مستاروں کے برابر۔

- ۲۴۳ نبی اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ کا خلیفہ ہونا۔
- ۲۴۴ اسی ہزار فرشتوں کا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے استغفار کرنا۔
- ۲۴۵ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔
- ۲۴۵ حضرت عمرؓ کے ذکر سے اپنی تحفلوں کو زینت۔
- ۲۴۶ حضرت عمرؓ کی اذیتوں کے خریدنے کی کہانی۔
- ۲۴۸ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا قیامت کے روز نبیؐ کے ساتھ اٹھایا جانا۔
- ۲۵۱ اہل آسمان کا حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خوشیاں منانا۔
- ۲۵۱ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہوگا۔
- ۲۵۵ حضرت مسیحؑ کا دنیا میں دوبارہ آنا اور شادی کرنا۔
- ۲۵۸ ابوبکرؓ و عمرؓ سے کوئی مومن بغض نہیں کر سکتا۔
- ۲۵۹ حضرت عمرؓ کی رضا رحمت ہے اور تاراشگی عذاب۔
- ۲۵۹ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خلافت کے امام۔
- ۲۶۰ سیدہ کی رات ایک سو چوبیس ہزار سال کی عمر کا صدقہ و عمر فاروقؓ
- ۲۶۰ بقول حضرت علیؑ، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا ناجر ہونا۔
- ۲۶۱ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ چمکدار ستاروں کے مانند۔
- ۲۶۲ تین درجہ کی کہانی۔
- ۲۶۸ اہل جنت کا علیہین کو ستاروں کی مانند دیکھنا۔
- ۲۶۹ آسمانوں میں زمرہ اور عقیق کے گھوڑے۔
- ۲۷۰ فضائل عمرؓ کی کثرت۔
- ۲۷۳ حضرت عمرؓ کا غضب اللہ کا غضب ہے۔
- ۲۷۴ عرقہ کے روز اللہ تعالیٰ عمرؓ پر فخر کرتا ہے۔
- ۲۷۶ اللہ تعالیٰ کا حضرت عمرؓ سے مصافحہ کر کے جنت میں داخل کرنا۔
- ۲۷۷ نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہیں۔
- ۲۷۷ حضور نبی کریمؐ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ زین و آسمان ہیں رب سے بہتر ہیں۔

۲۷۸ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے ہیں
جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لئے۔

۲۷۹ سنت کو لازم پکڑنے والا اہل سنت ہے۔

۲۸۰ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ سے محبت کرنے والا مومن متقی اور بغض رکھنے
والا منافق ہے۔

۲۸۲ نبی کریمؐ نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کو وہ ثواب ملے گا میں
اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

۲۸۶ امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ جنت میں داخل
ہوں گے۔

۲۸۴ جنت میں ایک درخت کے پتوں پر محمد رسول اللہؐ ابوبکر صدیقؓ
عمر فاروقؓ عثمانؓ ذو النورینؓ کا لکھا ہونا

۷۔ حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین سے متعلق روایات

۲۸۷ حضرت عثمانؓ کا حضرت ابراہیمؑ کے مماثل ہونا۔

۲۸۷ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ میں حفاظ مراتب کی ترتیب۔

۲۸۹ ہر نبی کی امت میں اس کا ایک دوست ہوتا۔

۲۹۱ حضرت عثمانؓ کے لئے جنت کی پیش گوئی۔

۲۹۱ جنت کے سیب میں سے حور کا برآمد ہونا۔

۲۹۲ محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ کی گفتگو۔

۲۹۳ نبیؐ کے ہاتھ میں کنکریوں کی بیج پڑھنا۔

۲۹۴ عثمانؓ سے بغض رکھنے پر نبیؐ کا اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

- ۲۹۷ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اللہ کی تلواریں کامیاب باہر ہونا۔
 ۲۹۷ نبیؐ کا خواب میں میزان دیکھنا۔
 ۲۹۸ ابن عباسؓ کا خواب۔
 ۲۹۹ حضرت عثمانؓ کو خلافت اور شہادت کی پیش گوئی۔
 ۳۰۰ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے لئے خلافت کی پیش گوئی۔
 ۳۰۳ حضرت عثمانؓ کا دنیا اور آخرت میں نبیؐ کا ولی ہونا۔

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے متعلق روایات

- ۳۰۵ حضرت عائشہؓ کا پچیس اور شہد سے زیادہ بیٹھا ہونا۔
 ۳۰۵ حضرت جبریلؑ کا نبی کریمؐ کو شبیہ عائشہؓ پیش کرتا۔
 ۳۰۷ حضرت علیؓ کا حضرت عائشہؓ اور نبی کریمؐ کے درمیان بیٹھنا۔
 ۳۰۷ عورت کا قاتل نہ ہونا۔
 ۳۰۸ حضرت عائشہؓ کا حسن حسینؑ اور ہرمون کی ماں ہونا۔
 ۳۰۹ حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ۔
 ۳۰۹ حضرت عائشہؓ کے نواسہ۔ ازیات۔
 عشرہ مبشرہ۔

- ۳۱۱ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔
 ۳۱۳ ۱۰۔ ناکشین سے جنگ۔

۱۱۔ اسمعیلیوں سے متعلق روایات۔

- ۳۱۵ اسمعیلیوں کے اکابر۔
 ۳۱۶ یمن شمس۔

شمس الدین سبزواری۔

۳۱۷

۱۲۔ حضرت عباسؓ و آل عباس۔

۳۱۹

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا بیان۔

۳۲۱

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا سیاہ کپڑے پہننا۔

۳۲۲

خلفاء بنی عباس چالیس ہوں گے۔

۳۲۲

بنو عباس کی خلافت بنو امیہ سے دو گنی ہوگی۔

۳۲۳

بنو عباس کا زوال۔

۱۳۔ امیر معاویہؓ سے متعلق روایات۔

۳۲۶

حضرت امیر معاویہؓ کے لئے امیر شام ہونے کی پیش گوئی۔

۳۲۶

نبی اکرمؐ کا امیر معاویہؓ کو تین ہی روانہ کرنا۔

۳۲۷

اللہ کے نزدیک تین امین ہیں۔

۳۲۹

حضرت معاویہؓ کو منبر پر دیکھتے ہی قتل کرنے کا حکم۔

۳۳۳

امیر معاویہؓ کا جنگ میں حملہ پہننا۔

۳۳۳

حضرت معاویہؓ کا کاتب وحی ہونے کے باعث قیامت میں نبیؐ کی صورت میں آنا۔

۳۳۴

آیۃ الکرسی لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قلم ہتیا کیا۔

۳۳۶

قرآن کی غلط کتابت پر قتل کا حکم۔

۳۳۶

نبی کریمؐ کا معاویہؓ کو تیر دینا۔

۳۳۷

قیامت میں حضرت معاویہؓ نور کی چادر اوڑھے ہوئے اٹھیں گے۔

۳۳۷

دنیا میں بُرا بھلا کہنے پر حضرت معاویہؓ کو اللہ کا انعام۔

۱۴۔ واقعہ حرہ۔

۳۳۹

حرہ کی کہانی۔

۳۴۲

مدائنی۔

۳۵۶

مہاجرین اہل مدینہ کے بیانات۔

۱۵۔ امام ابو حنیفہؒ۔

۳۶۰

امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا ذکر۔

۳۶۱

امام ابو حنیفہؒ کے فضائل۔

۳۶۲

امام ابو حنیفہؒ اور نعیم بن حماد استاد بخاری کی کہانی۔

۱۶۔ درود شریف اور قبر نبیؐ کی زیارت۔

۳۶۵

شاید نبی کریمؐ پر درود پیش کیا جاتا ہو؟

۳۶۸

جو حضورؐ کی قبر کے قریب درود پڑھے تو آپؐ اسے سنتے ہیں۔

۳۶۹

جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا۔

۳۶۹

زیارت قبر نبیؐ کی کہانی۔

۳۷۰

نبی کریمؐ پر ظلم۔

۳۷۰

جو میری قبر کے قریب صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بیچانے کے لئے

ایک فرشتہ متعین فرماتا ہے۔

۳۷۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسد مبارک میں بار بار آتی ہے اور

بار بار جاتی ہے!

۳۷۲

اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا تا ہے۔

۳۷۲

مزار نبیؐ پر جاری

۳۷۳

کیا روح بدن میں واپس لوٹائی جاتی ہے؟

- ۳۷۳ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں؟
- ۳۷۴ نبی کریم کے بعد آپ کی ذات کو وسیلہ بنانا۔
- ۳۷۵ قبر نبی کا وسیلہ۔
- ۳۷۶ میری قبر کی زیارت کرنے والے میری شفاعت واجب ہوگئی۔
- ۳۷۷ مزار رسول پر حاضری۔
- ۳۷۸ قبر پرستی کی ایک کہانی۔
- ۳۷۹ ایک نامعلوم بدو کی کہانی۔
- ۳۸۰ نبی پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں؟
- ۳۸۱ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔
- ۳۸۲ زیارت قبر کی اجازت۔
- ۳۸۳ گنبد خضراء کی تاریخ۔
- ۳۸۴ نبی قبر میں زندہ رہتا ہے؟
- ۳۸۵ حضور پر جو سیس گھٹنے ملا یہ ہو چکا یا جاتا ہے۔
- ۳۸۶ نبی کا خواب میں آنا۔

۱۷۔ وہ ابواب جو علوم حدیث سے متعلق ہیں۔

- ۳۸۷ کس سے علم حاصل کیا جائے۔
- ۳۸۸ بغیر کچھ کے عبادت کرنا۔
- ۳۸۹ شعرا کو مال دیکر اپنی آبرو بچانا۔
- ۳۹۰ عشاء کے بعد اشعار پڑھنا۔
- ۳۹۱ شعرا کا ذکر۔
- ۳۹۲ اہل حدیث کا انجام۔
- ۳۹۳ کانوں پر قلم رکھنا۔
- ۳۹۴ جو شخص آخری تحریر میں بلغ لکھے۔
- ۳۹۵ اس شخص کا ثواب جس کے پاس کوئی حدیث پہونچے اور وہ اس پر عمل کرے۔
- ۳۹۶ وہ حدیث قبول کرو جو حق کے مطابق ہو۔

- ۳۹۲ آپ کی اصل کی شرافت -
- ۳۹۳ اہانت اہل بدعت -
- ۳۹۴ اہل بدعت کی توہین -
- ۳۹۶ شیاطین لوگوں میں پھیل جائیں گے اور بدعت پھیلائیں گے -
- ۳۹۶ باپ دادا کی عزت کلابیان -
- ۳۹۷ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں :-
- ۳۹۹ کیا آمنہ اسلام لے آئیں تھیں ؟
- ۴۰۱ حضور کا مختلف پشتوں میں منتقل ہونا -
- ۴۰۲ آدمی کب تک قبر میں مردہ حالت میں رہتا ہے -
- ۴۰۳ نبی کریمؐ اپنے باپ اور چچا کی سفارش کریں گے -
- ۴۰۴ عورت کا حمام میں غسل کرنا -
- ۴۰۵ اجازت حاصل کرنے کے لئے سلام -

۱۸۔ تقدیر

۱۹۔ امت کا مختلف گروہوں میں بٹ جانا۔

- ۴۱۲ یہ امت مختلف حصوں میں بٹ جائے گی -
- ۴۱۵ مرجیہ کی مذمت -
- ۴۱۸ عصبیت اور قدریہ کی برائی -
- ۴۲۰ فرقہ مرجیہ، قدریہ، روافض اور خادجیوں کی برائی -

۲۰۔ مسجدوں سے متعلق روایات

- ۴۲۱ مسجدوں کی تعمیر پر حذر -
- ۴۲۱ مسجدوں کو سجانا -
- ۴۲۲ مسجدوں کو بچوں اور مجنونوں سے بچانا -
- ۴۲۲ جنت میں گھر -

۲۱۔ واقعہ شق صدر -

- ۴۲۴
- ۴۲۵
- علمی

پیش لفظ

”مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت“ کا چوتھا حصہ جو کافی تاخیر سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس تاخیر کی وجہ دراصل مولف کی طویل علالت ہے۔ وقفہ وقفہ سے ان کی علالت نے ان کے اعضاء و جوارح کو چھینچھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور نقابہست میں ان کے اعصاب کو مضحل کر دیا ہے۔ گویا یوں سمجھا جائے کہ اپنے داستانوں کے سلسلہ کی یہ آخری کڑی ہے جو آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ موضوعات پر بہت کچھ لکھا جاسکتا تھا۔ اردو زبان میں اس کی بڑی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ لیکن اب تک جو کچھ بھی مواد پیش کیا جا چکا ہے وہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ ہر طب و یالیں کو حدیث رسولؐ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس میدان میں بڑی تخریب کاری کی گئی ہے۔ دراصل دوسری اور تیسری صدی ہجری میں روایت سازی کی ایسی وبا چلی کہ اصل اور نقل میں فرق کرنا دشوار ہو گیا۔ کوفہ، یمن اور خراسان کے اہم مراکز حدیث سازی کی ہمسال بن گئے تھے، جہاں منافقین، ملحدین اور سبائی ذہن رکھنے والے افراد نے بڑی ڈھٹائی سے اپنا کاروبار چکانا شروع کر دیا اور بڑی بڑی حدیث کے ساتھ اپنی مذموم ذہنی ایجاد سے اس مقدس ورثہ کو داغدار کر دیا۔ اتنی حد تک گھر دی گئیں کہ بعض وضائع حدیث کو بستر مرگ پر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے، ہم نے اتنی ہزار حدیثیں وضع کر کے ذخیرہ حدیث میں شامل کر دی ہیں کہ اب ہمیں خود بھی یاد نہیں رہا کہ کون کونسی وضعی حدیثیں کن کن مجموعوں میں شامل کر دی ہیں اس کی ایک مثال نوٹخ بن مریم ہیں۔

اور ان کے علاوہ اور دوسرے نام بھی گنائے جاسکتے ہیں۔ حدیثوں یہ ہے کہ جسد سازوں نے بھی مجموعہ احادیث میں اپنی طرف سے بہت سی حدیثوں کا اضافہ کر دیا جس کی مؤلفین (ائمہ) حدیث کو غیر تک بھی نہ ہوئی۔ اس لئے کسی بھی حدیث پر آمنا صدقنا کہنے سے پہلے اس کی چھان پھٹک ضروری ہے اور رجال و تاریخ اور فنِ درایت سے کام لے کر کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ کرنا از بس ضروری ہو جاتا ہے۔ اہل تصوف نے تو عبادات اور ذکر و اذکار کے نام سے روایات سازی کر کے انھیں اپنے تذکروں میں اس لئے شامل کیا ہے کہ اس جھوٹ سے بہت سے بندگانِ خدا سعادت دارین حاصل کریں گے۔ اس وقت انھیں یہ بھی خوف نہیں آیا کہ وہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جھوٹ میں ملوث ہو کے قیامت کی جواب دہی سے کس طرح بچ سکیں گے۔

قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ ”ما فوطنا فی الکتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اور ”ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب کو آپ پر اتارا۔ دین کی ہر بات کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکامِ دین، اوامر و نواہی اور حرام و حلال حتیٰ کہ بشیر و تنذیر کے لئے بھی کتاب اللہ کی صاف اور صریح آیات ہی کافی ہیں۔ اس لئے حدیثوں کی صحت کا اصل اور قطعی معیار متابعتِ قرآنِ مبین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”تکثرکم الاعتقاد بعمادی فماروی لکم حدیث عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فودوہ“ یعنی میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی جو حدیثِ میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے پیش کی جائے تو اس کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو اور اگر اس کے خلاف ہو تو رد کر دو۔

ایمانیات اور اعتقادات، احکامِ دین و اوامر و نواہی اور حرام و حلال

سے متعلق ہر چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمادی ہے۔ قرآن سے باہر دین کا کوئی حکم نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
 ”اِنَّا نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَاحٰقُطُوْنَ“ یعنی ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جبکہ احادیث کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں کی تشریح و توضیح میں جو کچھ بیان فرمایا وہ حدیث ہے۔ مگر قوی متواتر حدیث کا وجود نہیں ہے البتہ عملی متواتر سنت موجود ہے جو احکام قرآنی کی تشریح کے کام آتی ہیں۔ لیکن چونکہ قوی متواتر احادیث بالکل نہیں پائی جاتیں اس لئے عقائد و نظریات کی بنیاد صرف قرآن کریم ہے، اور اگر خدا نخواستہ قرآن کریم ایمان و عقیدے کے مسائل بھی کما حقہ پیش نہیں کر سکتا تو پھر وہ کس چیز کے لئے نازل کیا گیا ہے؟
 خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہی مدار دین ہے۔ اس سے باہر کے احکام مدار دین نہیں۔ اور حدیثوں کی صحت کا اصلی اور قطعی معیار مطابقت قرآن ہے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ قرآن کچھ فرمائے اور حدیث کچھ اور۔ زیادہ واضح طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت رسول اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح قرآن کے مطابق سنت صحیحہ رسول کا اتباع ہی حقیقت میں اتباع سنت ہے۔ ضعیف اور موضوع روایا کا اتباع سنت رسول نہیں ہے۔ و ما علینا الا البلاغ

نظام الدین خاں

معتد عمری

نقش ثالث

یہ اس کتاب کی تیسری اشاعت ہے۔ اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ پہلی توریہ کہ کتاب ”مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ سوم“ بڑی ضخیم ہو گئی تھی اور اکثر قارئین کا اصرار تھا کہ اس کو دو جلدوں میں شائع کیا جائے لیکن اس کی دو جلدوں میں اشاعت ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہر حال کافی غور و خوص کے بعد یہ طے کیا گیا کہ حضرات فاطمہ حسن حسین رضی اللہ عنہا کی روایات کو جلد سوم سے نکال کر جلد چہارم میں شامل کر دی جائیں اور دوسرے یہ کہ جلد چہارم کے آخری دو مضامین ”المسند الامام احمد“ اور ”عربی حروف کے لئے نقطوں کی ایجاد“ کتاب سے نکال لئے جائیں کیونکہ یہ دونوں مضامین ہماری شائع کردہ کتاب ”اعجاز القرآن اور اختلاف قرأت“ میں شامل کر لئے گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہے اور اب یہ کتاب ان ہی تراجم کے ساتھ آپ کے سامنے حاضر ہے۔

مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت کے پیش نظر ”لائبریری آف کاتھولکس امریکہ“ نے ناشر سے چاروں جلدوں کو مائیکرو فچ MICRO-FICHE کرانے کی اجازت حاصل کر لی ہے تاکہ وہ انہیں اپنے ملک کی جامعات، تحقیقی مراکز اور دارالمطالعات کو مہیا کر سکیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ان کے حوالہ ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

انڈکس کارڈ P.U - 86 - 932012

مائیکرو فچ نمبر 86 - 58144

والسلام

نظام الدین خاں

عرض مصنف

جب ہم نے مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت کا تیسرا حصہ مکمل کر لیا تو اس کے بعد ہم مستقل بنیاد بننے لگے۔ ناشر نے اس کتاب کے چوتھے حصہ کا بھی گرویدہ بنا لیا تھا۔ لہذا بیماری کے باوجود اگرچہ ہم نے کام کی ابتداء کر دی تھی لیکن وہ اس طرح کمیز پر کچھ کتا ہیں رکھ دی گئیں۔ اور پھر ایک عرصہ بعد یہ سوچا گیا کہ کمیز پر پڑے ہوئے ان کاغذات کو کچھ ترتیب دیا جائے جس کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ کمیز پر جو کچھ رکھا ہوا ہے اول اس میں سے لکھ لیا جائے۔ بعد میں کسی اور کتاب کو دیکھا جائے گا۔ الغرض کچھ کام شروع کر دیا گیا۔

لیکن اب چونکہ ہماری ہمتیں ٹوٹ گئی ہیں۔ ان مضامین پر دیگر کتابوں کے حوالے دینا میرے لئے اب دشوار ہو گیا۔ اور میں نے ابن الجوزی کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے یہ مضامین جناب کی خدمت میں پیش کر دئے ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ الموضوعات اور اسی قسم کی دیگر کتابیں تمام متقدمین کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی کو منکر حدیث کا خطاب نہیں ملا۔ لیکن اتفاق سے موجودہ دور میں اگر کوئی شخص روایات پر بحث کرتا ہے تو وہ منکر حدیث کہلاتا ہے حالانکہ متقدمین میں کوئی محدث ایسا نہیں گذرا جس نے ان یہودہ روایات پر کلام نہ کیا ہو۔ کیا یہ سب حضرات منکر حدیث تھے؟ اگر ایسا ہے تو کوئی مصنف حدیث ایسا نہ ہوگا جس نے حدیث پر کوئی بحث نہ کی ہو۔ اور اس لحاظ سے میں ہمیشہ متقدمین کا مرہون منت رہا۔ اور انہی کے اصولوں پر کاربند رہا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہاں میں نے اصول حدیث میں ایک ترمیم ہمیشہ پیش نظر رکھی ہے اور وہ یہ کہ راوی شیعہ نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ان سابقین محدثین کو مغالطہ ہوا ہو اس لئے کوئی

اس وقت تک محدثین کے سامنے رافضیوں کی کتابیں نہ آئی ہوں۔ لیکن جب شیعہوں کی کتابیں اور ان کے عقیدہ ہمارے سامنے آگیا۔ اب اس سے ہمارے لئے مفرد شواہد تھے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے جو ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ کوئی شیعہ تقیہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہذا میرا عقیدہ یہ ہے تو میں کسی ایسی روایت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جس کا راوی کوئی سبائی ہو۔ خواہ اس سے بخاری روایت کہے یا مسلم۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ حضرات بھی انسان تھے اور انسان سے بھول چوک اور غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ لہذا ان سے بھی غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ اور ان کی ان تمام روایات کو چھٹا سٹاپ بڑے گا کہ ان کے کون کون سے راوی رافضی اور سبائی ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں نے بخاری و مسلم پر اس طرح کبھی ایمان نہیں رکھا کہ ان کی یہ کتب میں قرآن کے برابر ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک ان روایات پر اس طرح نظر ڈالنی ہوگی کہ کس روایت کا راوی رافضی ہے وہ روایت خبر واحد ہے یا نہیں اگر وہ خبر مشہور ہے تو راویوں کے الفاظ میں کیا کیا فرق ہے۔ اور یہ ابتدائی دور کے علماء نے اس راوی کو قبول کیا یا نہیں۔ الغرض اس پر بحث ہوگی۔ لیکن اگر خبر واحد ہے اور اس کا راوی کوئی رافضی ہے۔ خواہ وہ حارث اعور ہو۔ یا خالد بن مخلد یا عبدالرزاق بن ہمام یا اور کوئی شیعہ بچہ تو اس کی روایت سے تو گندہ نالہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔ اور وہ بخاری و مسلم کے پاک کرنے سے ہرگز پاک نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بخاری و مسلم کو ان خبیث راویوں کی روایت سے پاک کرنا ہوگا۔

دیگر قسم کے جو راویوں پر اعتراضات ہیں ان کی حیثیت ایک جہادگانہ ہے۔ لیکن پہلے بخاری و مسلم کو اس گندہ نالہ سے پاک کر کے نکالنا ہوگا۔

میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت قابل قبول ہے اور نہ کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ان حضرات کی ہر روایت قابل رد ہے حاشا وکلا۔ میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن تب بھی بخاری و مسلم کی وہ تمام روایات جن کے راوی سبائی ہوں وہ تو ہرگز بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔ خواہ اہل علم مجھے

منکر حدیث ہی کہیں۔ یہ تو ان کا فتویٰ ہے۔ اور وہ اپنے فتویٰ کے خود جواب دہ ہیں۔
اور میں اپنی رائے کا اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔

ان حضرات کے پروپیگنڈے سے یہ ضرور ہوا کہ لوگوں نے مجھے منکر حدیث سمجھ لیا۔ حالانکہ میں ابتدا میں منکر حدیث تھا اور نہ اب آخر عمر میں منکر حدیث ہوں لیکن ہاں منکر شیعہ ضرور ہوں۔ اور صرف سنی سنی مفتیانہ باتوں پر نہیں۔ بلکہ ان کتابوں کا مطالعہ کر کے پھر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت نبیؐ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابتدا میں ہمارا ارادہ یہ تھا کہ ہم روایت پر تمام محدثین کے نظریات پیش کریں گے۔ لیکن آخر میں ہماری ہمتیں جواب دے گئیں تو پھر جو کچھ ابتدا میں ابن الجوزی کی کتابوں سے نقل کیا تھا اس پر اکتفا کیا۔ بقیہ دیگر احباب کے مضامین ساتھ میں لگا دئے ہیں۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یہ میرے مضامین نہیں۔ اگرچہ مجھے ان سے کافی حد تک اتفاق ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان میں ترمیم ہوئی ہو لیکن اب ان روایات کو ملانا میرے بس سے باہر ہے۔ لہذا چند مضامین پیش کر رہا ہوں۔ اب اس کا فیصلہ آپ حضرات کو کرنا ہے۔ والسلام

حبیب الرحمن کاندھلوی

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء

حضرت فاطمہؑ سے متعلق روایات

صفحہ ۲۷ تا ۸۴

حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے متعلق روایات

صفحہ ۸۵ تا ۱۵۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہ تھیں۔

حضرت بریدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؑ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت علیؑ سے تھی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند مروی نہیں۔ ترمذی ج ۲۵ ص ۲۵۰۔ ابراہیم الجوهری کا بیان ہے کہ اس سے مقصود آپ کے اہل بیت تھے۔

ایک ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا لیکن ایک ایسی روایت کو جو اس کی عین ضد ہے جسے حسن صحیح قرار دیا۔ ہذا وہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات کھنکھلاسل کہنے شکر کا امیر بنایا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؑ میں نے عرض کیا میں مردوں کے معاملہ میں پوچھتا ہوں۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۰۰

ترمذی نے پہلی روایت کو غریب اور اسے صحیح قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوهری کو اس تاویل کی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سوال سے مراد صرف اہل بیت ہیں حالانکہ یہ ایک زبردستی کی تاویل ہے ورنہ الفاظ تو عام ہیں بلکہ اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت کو یہ ہوشی کا ایک زہریلا انجکشن بھی لگادیا گیا کہ اہل بیت تو یہ چہار تن علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ ہیں۔ ازواج مطہرات نہیں۔ حالانکہ سب سے بہتر تاویل تو یہ ہے کہ عمرو بن عاص کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور روایت بریدہؓ میں حضرت بریدہؓ نے اپنا تخیل ظاہر فرمایا ہے اور فرمان رسول کے مقابلہ

میں ایک صحابی کے تخیل کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ؟ بشرطیکہ ان کی جانب اس کی نسبت صحیح ہو۔ لیکن ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔ اس لئے کہ بریدہؓ جب حضرت علیؓ کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خیمہ غدیر میں انھوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تھی تو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔

هل تبغض علياً قال نعم کیا تو علی سے بغض رکھتے ہو انھوں نے کہا جی ہاں گویا حجتہ الوداع کے خاتمہ تک تو انھیں حضرت علیؓ کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہؓ ان سے بغض رکھتے تھے۔ اچانک انھیں اس خوبی کا کیسے احساس ہوا جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بریدہؓ کی جانب اس روایت کی نسبت ہی جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ۷۵ھ

امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہے۔ یحییٰ بن مین نے اس کی حدیث کا انکار کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ جو زبانی کا بیان ہے کہ راوی حق سے ہٹا ہوا ہے۔ جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر یعنی باقرؓ نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر ساہوڑ پہنچا اور اعلان بجاوت کیا۔ منصورؓ نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجے میں یہ شکست سے دوچار ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا۔ ۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۳۲۳

عبد اللہ بن عطار جعفر نے یہ روایت عبد اللہ بن عطاء سے نقل کی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ عبد اللہ بن عطاء و محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔ یحییٰ بن مین کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۶۲

امام نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمرتدین للنسائی ص ۱
اس تمام تفسیر سے یہ امر ظاہر ہو کر سامنے آگیا کہ یہ روایت خالص سہائی فیکٹری کی تیار کردہ ہے
سایہوں نے اس کی تائید میں ایک اور بھی روایت وضع کی ہے جو جمیع بن عمیر التیمی سے
مروی ہے۔ ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔

جمیع بن عمیر التیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی چھوچی کے ساتھ عائشہؓ کے پاس گیا۔ میں
نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہؓ
میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ان کے خاوند (علیؓ) میں تو یہ جانتی
ہوں کہ علیؓ بہت قیام کرنے والے اور بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن
غریب ہے۔ ترمذی ج ۲۵

اول تو اس کے جواب کے لئے محدث بالابو حضرت محمد بن العاص سے مروی ہے کافی ہے لیکن
اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی شامل کر لی جائے جو عبد اللہ بن شقیق نے نقل کی
ہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

عبد اللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ابو بکرؓ۔ میں نے عرض کیا ان
کے بعد فرمایا عمرؓ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا ابو عبیدہؓ میں نے پھر سوال کیا تو ام المؤمنین نے سکوت اختیار
کیا۔ ترمذی ج ۲۵ ترمذی کے علاوہ یہ روایت مسلم میں بھی مروی ہے۔

سوں یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن شقیق کا بیان تو یہ ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ابو بکرؓ تھے پھر عمرؓ اور جمیع نے ام المؤمنین سے یہ نقل کیا ہے کہ سب
سے محبوب فاطمہؓ تھیں پھر حضرت علیؓ۔ ان دونوں میں سے کس کا قول قابل قبول ہے اور کس کا قابل رد
عبد اللہ بن شقیق تمام محدثین کے نزدیک سچے میں سخی بن سہیل فرماتے ہیں وہ بہترین مسلمانوں
میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں تک جمیع بن عمیر کا تعلق ہے تو اس کا

حال بہت ہی بدتر ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے حدیث سنی ہیں
لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے

جس بن عمیر القیمی

احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ وہ سب سے زیادہ چھوٹا انسان تھا کھانا کھا کر روکی نانی پرندہ فضا میں بچے جتنا
ہے اور اس کے بچے زمین پر گر گئے نہیں پاتے پرندے بچے نہیں بٹتے انڈے دیتے ہیں (ابن عدی کہتے ہیں
اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ صرف ترمذی تنہا واحد محدث ہیں،
جنہوں نے اس کی روایات کو سن قرار دیا۔ میزان ج ۲۲)

اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابو حاتم
کہتے ہیں کمزور ہے۔ میزان ج ۵۵

اس کی سند میں تیسرا راوی ابو النجاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ احمد اور یحییٰ کہتے
ہیں ثقہ ہے۔ ابو حاتم بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل
حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی
شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جس بن عمیر وضاع الحدیث اور کذاب ہے۔

**جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ
و میکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے**

ابن عباسؓ سے نقل کیا جاتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان
کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جبرائیلؑ ان کے دائیں جانب چل رہے تھے۔ میکائیلؑ بائیں جانب چل رہے
تھے اور ان کے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے اور وہ
یہ تسبیح و تقدیس صبح صادق تک کرتے رہے۔ المآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۳۹۹

میزان ج ۳۶

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے کیونکہ عبد الرزاق کا بھانجا کذاب ہے اور توبہ بن علوان شعبہ اور اہل عراق کی جانب ایسی فرضی روایات منسوب کرتا ہے جو اھل بیت نے کبھی بیان نہیں کیں۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت کھلا جھوٹ ہے اور عبد الرحمن کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہ کے ذکر میں ایک موضوع حدیث روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ المصنوعہ فی الحدیث الموضوعہ ج ۳ ص ۳۹۹ انہی کہتے ہیں توبہ بن علوان متر و کسب ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۹۱

ذہبی عبد الرحمن بن محمد کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہ کی فضیلت میں توبہ بن علوان سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۹۱

گویا بلحاظ سند اس کے دو راوی کذاب ہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہوتے تب بھی یہ روایت خلاف عقل ہوتی۔ اس لئے کہ :-

- ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کو فرشتوں کی آمد کا کیسے علم ہوا ؟
- ۲۔ جب حضرت فاطمہ کی شادی ہوئی تو ابن عباسؓ اس وقت صرف پانچ سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ مکہ میں تھے۔
- ۳۔ بغرض محل اگر مدینہ ہی میں تھے تو انھوں نے جبریلؑ اور میکائیلؑ کو ان ناموں کے ساتھ کیسے شنا کیا۔ کیا وہ پہلے سے ان کو جانتے تھے۔
- ۴۔ فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کیا بہ آواز بلند تھی کہ وہ سن سکتے ؟
- ۵۔ اگر بہ آواز بلند تھی تو دوسروں کو بھی سنا چاہیے تھا، جب کہ ایسا ہوا نہیں۔
- ۶۔ اتنی بڑی تعداد میں فرشتوں کا شمار کر لینا اور صبح تعداد کا معلوم کر لینا کیا معجزہ نہ کہلائے گا ؟

حضرت فاطمہؑ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے

حبیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ فاطمہؑ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔

ج ص ۳۰

غیبت کہتے ہیں۔ یہ روایت محمد بن زکریا الغلابی کی وضع کردہ ہے۔

غلابی یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو جعفر، نام محمد بن زکریا ہے۔ ایک مورخ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے زین العابدین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔ میزان ج ۵۵

بشر بن ابراہیم اس غلابی نے یہ کہانی ابن عمر کے واسطے سے بشر بن ابراہیم الانصاری سے نقل کی ہے۔ محققین کا بیان ہے کہ یہ امام ادزنی کے نام سے جھوٹی احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ میرے نزدیک روایات وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ روایات وضع کر کے انھیں رقم راہوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۳۲

محمد بن اسحاق الہوازی اس روایت میں صرف یہی دو کذاب نہیں بلکہ ایک اور کذاب بھی موجود ہے۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن ابراہیم الہوازی ہے۔ ابو بکر بن عبد اللہ الشیرازی کا بیان ہے کہ اس محمد بن اسحاق الہوازی نے خود وضع حدیث کا اقرار کیا ہے۔ میزان ج ۴۷

اس طرح اس روایت کی سند میں پہلے درجے تین کذاب جمع ہیں اور مزید عیوب اسکے علاوہ ہیں۔ ابن عدی نے تقریباً اسی مضمون کی ایک اور روایت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اللہ نے اس کے عوض فاطمہؓ اور اس کی اولاد کے لیے جہنم حرام کر دی ہے۔ الامالی ج ۲

گویا روئے زمین پر روز اول سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کسی عورت نے اپنی عصمت کی حفاظت نہ کی تھی اور چونکہ یہ ایک بے مثال کارنامہ ظہور پذیر ہوا تھا لہذا انھیں اس کا یہ اجر حاصل ہوا۔ اس طرح اس کہانی کو وضع کرنے والے نے دنیا جہاں کی تمام عورتوں پر الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظِينَ اور انہی پیشاب گاہوں کی حفاظت کرنے والے

وَالَّذِي كَرِهَ اللَّهُ كَثِيرًا
وَالَّذِي كَرِهَتْ أَعَدَّةُ اللَّهِ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ

مردانہ عورتیں۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر
کرنے والے مرد و عورت۔ ان کے لئے اللہ نے
معفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

گویا تمام مسلمان مرد و عورت اس صفت سے متصف تھے اور سبھی کو اس صفت سے متصف
ہونا چاہیے اور بقول حضرت ہندہ والدہ امیر معاویہؓ کوئی شریف عورت یہ کام نہیں کیا کرتی جن کا منطقی
نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر شریف عورت پاکدامن ہوتی ہے بلکہ قبل از اسلام بھی ایسا ہی ہوتا رہا اور جو عورتیں
بدکاری میں مبتلا ہوئیں وہ سب غیر شریف عورتیں تھیں۔ اور ہر پاکدامن عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے
معفرت کا وعدہ فرمایا اور اس روایت کی رو سے اس کی اولاد کے لئے بھی آگ حرام ہے۔ اس سے ثابت
ہوا کہ ہر پاکدامن عورت امد اس کی اولاد جنت میں جانے لگی۔

غور طلب امر یہ ہے حضرت فاطمہؓ کی کیا خصوصیت تھی یا دوسرے الفاظ میں یہ روایت کن خیالات
کے تحت وضع کی گئی ہے تو ہماری نظر میں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے جب قرآن میں حضرت مریمؑ کی پاکدامنی کی صفت اور تعریف پڑھی تو ان کا حاسدانہ
ذہن یہ گوارا نہ کر سکا کہ قرآن ان کی تعریف میں تو کرطب اللسان ہو اور حضرت فاطمہؓ جنہیں یہ سیدۃ النساء
کا خود ساختہ خطاب دیں تو قرآن و سنت اور تاریخ ان کی پاکدامنی کے ذکر سے خالی ہو۔ لہذا یہ داستانیں
وضع کی گئیں۔ اصر یہ نہ سوچا کہ حضرت مریمؑ پر تو ایک گمراہ نے اتہام بازی کی تھی اور ان کے یہاں حکم
الہی سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی پاکدامنی کا ذکر کیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ
یہ صورتیں پیش نہیں آئیں۔ اس لئے ان کی اس خوبی کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

۲۔ دراصل یہ تبرک ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر کہ قرآن میں ان کی پاکدامنی نازل ہونے کے
باوجود یہ طبقہ ان کے بارے میں وہی تصور اپنانے چوٹے ہے جو ان کے روحانی آباؤ اجداد یہودیوں
نے حضرت مریمؑ کے بارے میں قائم کیا تھا۔

عمر بن غیاث۔ ابن عدی نے اس روایت کو نقل کیا۔ نے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت

کو عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اسے دارقطنی نے ضعیف بلکہ شیعوں کا شیخ بیان کیا ہے۔

ایک اور غامی یہ ہے کہ عمرو بن غیاث کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے عاصم نے زید بن حبیش سے روایت کیا ہے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود سے۔ اور کبھی درمیان سے عبداللہ بن مسعود کا نام گرا کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زید نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ زید صحابی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث عاصم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ اگر عاصم نے کوئی ایسی بات کہی ہوگی تو اس وقت کہی ہوگی جب بڑھاپے میں ان کا دماغ مضطرب ہو گیا تھا اور اگر بالفرض ہم اس روایت کو درست بھی مان لیں تو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا کا بیان ہے کہ ذریرت فاطمہؑ سے صرف حسن اور حسین مراد ہیں۔ انکا قیامت تک نسل مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ ج ۴ ص ۴۰

محمد بن عقبہ السدوسی کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی شخص یہ روایت بیان نہیں کرتا۔

اللہ اعلم بالصواب میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام ذہبی نے ابن کی گرفت کی اور فرمایا عمرو بن غیاث بہت دہشی ہے اور اس سے معاویہ بن بشام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ج ۴ ص ۴۰

دارقطنی لکھتے ہیں عمرو بن غیاث ضعیف ہے۔ کتاب المصنف والمترکین ص ۱۳۷ ابو حاتم احمد بن حنبل کہتے ہیں منکر الحدیث ہے تاریخ کبیر بخاری ج ۴ ص ۱۸۵۔ الجرح والمعدل ج ۳ ص ۲۸ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۹۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ بن شاہین احمد بن عساکر نے دعویٰ کیا ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ اسے تلبیہ نے بھی روایت کیا ہے اور تلبیہ کی روایات زہدی میں باقی جاتی ہیں۔ لیکن سیوطی خود لکھتے ہیں یہ تلبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ج ۴ ص ۴۰

تلبیہ بن سلیمان۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ تلبیہ بن سلیمان الکوفی

اول درجہ کا کذاب ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کو نکالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنے کوٹھے پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو نکالیاں دے رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے کسی غلام کے لڑکے کا ادھر سے گزرا اس نے اس کی ٹانگوں پر تیر مارا۔ یہ زخمی ہو کر چھت سے گرا اور اس کے دونوں ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ راجح ہے۔ نصیحت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو نکالیاں دیتا ہے۔

نسائی کہتے ہیں۔ صحیف ہے۔ ج ۳ ص ۳

بھی ابن شہین اور ابن عساکر نے اس روایت کے ثبوت کے لئے ایک ایسے شخص کی روایت پیش کی ہے جو اس سے بھی زیادہ غبیث تھا۔

سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس روایت کا ایک اور بھی شاہد موجود ہے اور وہ کہ حفص بن عمر الانبلی نے عبد الملک بن ولید بن سعد ان کا اور سلام بن سلیمان القفاری کے ذریعہ تمام سے نقل کیا ہے اور وہ زر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حذیفہ بن الیمان سے۔

حفص بن عمر الانبلی۔ جہاں تک حفص بن عمر الانبلی کا تعلق ہے تو ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ شخص جتنی بھی روایات بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتیں یا وہ روایات منکر ہوتی ہیں۔ یا ان کی سند منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص پکا جھوٹا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ بڑے بڑے ائمہ کی جانب جھوٹی روایات منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۹۱

حفص نے یہ کہانی سلام بن سلیمان اور عبد الملک بن الولید سے نقل کی ہے اور یہ دونوں عاصم سے۔

سلام بن سلیمان بن سوار۔ یہ شخص مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۴۸

دارقطنی لکھتے ہیں۔ سلام بن سلیمان المدائنی مشرک ہے۔ اسے ابن سلیمان اور ابن سالم الطولی بھی کہا جاتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین ص ۱۱

عبد الملک بن ولید بن معدان - بخاری کہتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سند تہذیب میں روایت میں نہیں ہے۔
 پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۶ ص ۶۶

سبوطی نے یہ تمام حوالے اور سندات بیان کر کے اہل تویہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی متعدد سندات موجود ہیں اور اس آخری سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔ تاکہ قارئین سمجھیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اسی لئے میزان کے حوالے سے ہم نے اس پر جرح کی ہے۔

سبوطی نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس روایت کی صحت پر مہر ثبت کرنے کیلئے ایک اور روایت ابن عباسؓ کی پیش کی اور اس کے بارے میں بھی سکوت اختیار کیا اور اس طرح تشیع کی ان راہ کھانچوں کو صحت کی سند عطا کی گئی۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹے کو عذاب نہ دے گا۔ اللہ الامنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۱۲

حالانکہ سابقہ روایات سے تویہ ثابت ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہؓ ان کی تمام اولاد کو تمام چاہنے والوں پر آگ حرام ہے اور اس روایت میں صرف حضرت فاطمہؓ اور ان کے ایک لڑکے کیلئے آگ حرام کی گئی۔ ان ہر دو امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اس روایت بن عباسؓ سے پہلی بات کیسے ثابت ہوگی۔ پھر کسی مخالف سے فاطمہؓ نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیاذ باللہ حضرت فاطمہؓ جہنم میں جائیں گی کیونکہ ہم تو تمام صحابہ کے بارے میں جنتی ہونے کے مدعی ہیں کچا گرنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی ضرورت عرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف فاطمہؓ کے لئے یہ بات فرمائی اور بقیہ تینوں کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پر وہ اس طبقہ کا ہاتھ کاڑھ رہا ہے جو صرف آپؐ کی ایک صاحبزادی کے وجود کا قائل ہے۔ اسی لئے دیگر صاحبزادیوں کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ

گمان کا ذکر کیا جانا تو سبائوں کو ان کی اولاد کو بھی تسلیم کرنا پڑتا۔ اور ان کی اولاد تسلیم کرنے کا مطلب یہ

یہ ہے کہ نواسے اور نوسبوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اور اس اضافہ کو اگر تسلیم کر لیا جائے
 پہنچ تن کا فارمولہ باص ثابث ہوتا ہے۔ ہذا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ ال کے ذکر کو ہی بھلا دیا جائے۔
 ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عربی میں لفظ ولد ایک بیٹے کے لئے آتا ہے جس سے یہ صاف
 واضح ہوتا ہے کہ اس گروہ کے نزدیک نجات کا اہل صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ دوسرا بیٹا یعنی حضرت
 حسن وہ تو مذل و جواہر المؤمنین یعنی مومنوں کے چہروں کو ذلیل کر دینا والا ہے۔ اسی نے تو اس
 مجوسی برادری کے چہرے پر سیاہی مٹی ہے۔ اسی لئے اس کی اولاد حق امامت سے محروم ہوئی اور چونکہ انھوں
 نے امیر معاویہ سے صلح کر کے یہودی اور مجوسی سادکشی پر پانی پھیرا ہے تو وہ جہنم کے غلاب سے کیسے
 محفوظ رہ سکتے ہیں۔ رہ گیا صاحبزادی اُمّ کلثوم کا مسئلہ تو وہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں جانے اور ان کی اولاد
 کی ماں بننے کی تصور وار میں اور وہ گئیں زینبؓ تو انھیں نے آخری زندگی میں ایک ایسا کارنامہ انجام دیا
 جس نے نسب کٹے کر اٹے پر پانی پھیر دیا۔ یعنی شہادت حضرت حسینؓ کے بعد دمشق پہنچنے پر اپنے والد
 یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اسی لئے اولاد کے بجائے ولد کا لفظ لایا گیا تاکہ ان تمام مجنبوں سے نجات
 مل جائے۔

سبائیوں کا جو بھی مسلک ہو اور جس نظریہ کے تحت بھی یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ ہمیں اس سے کوئی
 غرض نہیں۔ ہمیں تو اس کا افسوس ہے کہ طبرانی جیسے محدث اسما قسم کی روایات نقل کریں درستی جیسے
 لوگ اس قسم کی خلافات کی وکالت فرمائیں۔ شیعوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس اپنی وکالت
 کے لئے خصوصاً صوفیوں کو آگے کر دیا ہے۔ اب ہر دوس گاہ اور ہر مسجد سے ہر وقت شیعہ وکالت
 کا گانا گایا جا رہا ہے۔

اب اس روایت کی سند حقیقت پر بھی غور کر لیا جائے تاکہ یہ راز بھی طشت از بام ہو جائے
 کہ یہ روایت صحیح ہے۔

طبرانی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت چھ راویوں کے واسطے سے نقل کی ہے یعنی عکرمہ بن ابی عبد
 عبد الرحمن بن اخیل، صفی بن ربیع، اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری، محمد بن حنفیہ اور احمد بن حنبل
 اللہ رحمہم عنہم کے اس روایت میں استاد ہیں۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ یہ ایک ایسی ذات شریف ہیں جن کے تذکرہ سے رجاء

کی تمام کتابیں معمور ہیں۔ ایک بہت بڑا کرمہ اسے ثقہ بلکہ امام التفسیر سمجھتا ہے۔ اندھر آیت کی تفسیر میں اس کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ امام مالک المتوفی ۱۹۱ھ محمد بن سیرین المتوفی ۲۵۵ھ سعید بن المسیب المتوفی ۲۵۵ھ ابن عون، حماد بن زید اور عبد اللہ بن عباس کے صاحبزادے علی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ خارجی بن گیا تھا اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھتا تھا اور خارجیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ ان کی اولاد، امیر معاویہؓ اور انھیں مسلمان بننے والے سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت عکرمہ ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس کے عقیدے کی رو سے حسین بن علیؑ ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ اب دوسری صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو کسی نے یہ روایت وضع کر کے عکرمہ کی جانب منسوب کی یا اس نے صرف حضرت فاطمہؑ کا ذکر کیا ہو گا اور بعد میں عاشقان حسینؑ نے اس میں اضافے کر لئے ہوں گے۔

عبد الرحمن بن الغفیل۔ عکرمہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الرحمن بن الغفیل ہے۔

اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عبد الرحمن بن سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ الانصاری۔ یہ ابن عیسیٰ کی کنیت سے مشہور ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ سچا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے ۱۶۳ھ میں ایک سو چھ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریباً پندرہ سو ۲۰۳ھ

اسماعیل بن ابی اوزاع کا قول ہے کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر اس کی اتنی عمر ہوتی تو یہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کا زمانہ پاتا اور ان سے روایت کرتا۔ حالانکہ اس نے صحابہ میں سے صرف سہیل بن سعدؓ کو دیکھا ہے۔ ابو ذرؓ اور دارقطنیؓ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ سچی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص بُرائی نہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۸۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۵۶۸ھ

اس لحاظ سے یہ اسماعیل غیر ثقہ تو نہیں لیکن مشکوک ضرور ہے۔

صیفی بن ربیع۔ عبد الرحمن بن غفیل سے یہ روایت نقل کرنے والا صیفی بن ربیع ہے۔ امام

بخاری، امام نسائی، ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یعنی یہ کوئی معروف شخص نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ اس کی کیفیت ابوشام ہے۔ کوثر کا باشندہ ہے اس سے صرف ترمذی نے روایت لی ہے۔ اگرچہ سچا ہے لیکن وہم ہوتا تھا۔ تقریب ص ۱۵۲

حافظ ابن حجر یہ جملہ اسی کثرت استعمال کرتے ہیں کہ ہیں یہ اشتباہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں حافظ ص ۱۵۲ کو وہم نہیں ہوتا ہے۔ ہم نے حافظ صاحب کے اس قسم کے حطلوں کو جب تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے پس پردہ کوئی شیعہ ہے اور چونکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا راوی ہے لہذا اس کے شیعہ کو وہم کے پردے میں چھپایا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ایک ذاتی تخیل ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ہمارا وہم ہو۔

اسمعیل بن موسیٰ۔ ضعیفی سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ مجہول ہے

میزان ج ۲ ص ۲۵۱

محمد بن موزوق۔ اسمعیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن موزوق ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ بخاری اور نسائی نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۳۱۷

لیکن ابن عدی اور ذہبی نے لکھا ہے اس کا نام محمد بن محمد بن موزوق الباہلی ہے۔ خطیب نے اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کو ایک روایت منکر ہے اور ابن عدی کہتے ہیں یہ کمزور ہے اور اس کی دو روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۶

احمد بن مابہرام۔ اس کا آخری راوی احمد بن مابہرام ہے جو طبرانی کا شیخ ہے۔ مجھے کمال اس کا اتنا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے اس روایت میں دو مجہول اور تہیہ رواست قابل الغما نہیں بلکہ پہلا راوی ایسا ہے جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت ان لوگوں نے وضع کی ہے جو مجہول ہیں اور جن کے بارے میں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کیفیت کی ہوگی

اے فاطمہ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ شبِ عرس مناجائیں تو انہوں نے ایک کڑھکی کہنی (یہ ترجمہ ہمارا بیان کردہ ہے ورنہ رعایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ انہیں ایک کڑک منہی، یعنی تنہا انہوں نے کہنی اور کسی کو کالوں کاں بھر دھوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا، اے فاطمہ! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

اے فاطمہ! میں نے جب تجھے علیؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبریلؑ مجھے آسمان میں کھڑے جوئے بھر علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنوں کے درختوں کو حکم دیا انہوں نے ذیولہا اور حلقے پہنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے وہ زیورات حلقے خشتوں پر نثار کئے۔ پس جس نے بھی اُس معذکچہ حاصل کر لیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی سے زیادہ حاصل کیا۔ جس پر قیامت تک اس کا ساتھی اس پر فخر کرے گا۔ میزان ج ۲ ص ۴۳

ہمیں اس پر حیرت ہے کہ اس کڑھکی کی آواز فاطمہؓ کے علاوہ کسی نے جب نہیں سنی تھی اور اس کا علم بجز فاطمہؓ کے کسی کو نہ ہوا تھا تو عبداللہ بن مسعود کو کیسے خبر ہو گئی۔

اس کا راوی محمد بن عمرو داکھی ہے۔ اس نے یہ روایت عبداللہ بن موسیٰ الجسی سے نقل کی ہے۔ جو

محمد بن عمرو داکھی الکلاعی

قالی شیوہ ہے اور عبداللہ نے اسے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ بخلفہ ناقل قبول ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا اصل نام محمد نہیں جیسا کہ ابن حبان نے لکھا ہے۔ اس کا نام خالد بن عمرو ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ خالد ثقہ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ یہ امام احمد وضع کر گئے ابو ذر نے اس کی روایات باہر اٹھا کر چھینکے

دیں۔ عقلی کامان ہے کہ سفیان ثوری کی جتنی روایات بہ تہل رتا ہے سب بے حقیقت ہوتی ہیں۔
 ابن ہدی کا بالکل یہ کہ امام بیہق سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب سخر ہوتی ہیں۔ بلکہ
 اس نے خود وضع کی ہیں۔ میزان ۱۰۶۳۶، امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس خالد بن عمرو کا شمار
 اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ مگر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والصفیرٹ۔ نسائی لکھتے ہیں کہ یہ خالد
 بن عمرو الاموی ثقہ نہیں ہے۔ یہ عبدالعزیز بن بان کا چچا زاد بھائی ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی
 ص ۲۷ دارقطنی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے اور سعید بن العاص بن سعید بن العاص کی اولاد
 سے ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۵۵

عبید اللہ بن موسیٰ العباسی یہ عبید اللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کا شیخ ہے۔
 فی الذات ثقہ ہے۔ لیکن ایک آگ لگانے والا شیخ ہے
 ابو حاتم مازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابو حاتم یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ ابو نعیم
 اس سے زیادہ محتاط ہے۔ اور عبید اللہ اسرائیل کے معاملہ میں سب سے زیادہ ثابت ہے۔

احمد بن عبد اللہ امجدی کا بیان ہے کہ یہ قرآن کا عالم تھا بلکہ علم قرآن میں سردار مانا جاتا تھا۔ اسے
 کبھی سر اٹھائے دیکھا اور نہ جنتے ہوئے دیکھا۔

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ ایک آگ لگانے والا شیخ ہے۔

مسلمی نے کہا کہ اسے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ بہت جری احادیث
 روایت کرتا۔ یہ بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں۔ میں نے اسے کمر میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس
 کے سامنے احادیث پیش نہیں کیں۔

ایک محدث نے امام احمد بن حنبل سے اس سے روایت لینے کے بارے میں سوال کیا۔
 انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔ ۱۲۳۸ میں اس کا انتقال ہوا۔

حضرت فاطمہ کانکاح حضرت جبریلؑ نے پڑھا تھا

راوی نے عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ اے فاطمہؑ جب میں نے تجھے علیؑ کو دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا۔ انہوں نے فرشتوں کی صفیں قائم کیں۔ پھر ان کے رو برو خطبہ دیا اور علیؑ سے تیرا نکاح کیا۔ میزان ج ۱ ص ۶۳۶

خالد بن عمر والحی!۔ اس کا راوی خالد بن عمرو الحی ہے۔ جس کی کیت

الماخیز ہے۔ جعفر الفریابی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں یہ ایک دہی انسان ہے۔ یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔

عبید اللہ بن موسیٰ العبسی!۔ خالد نے یہ روایت عبید اللہ بن موسیٰ سے نقل

کی ہے۔ یہ عبید اللہ بخاری کے استاد ہیں۔ تمام کتب الحدیث میں ان کی روایات موجود ہیں۔ اگرچہ اکثر محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن ابو داؤد کہتے ہیں یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں غلط ملط کرتا۔ اور بہت بڑی قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ کثیف والی روایات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ کیا میں

اس سے حدیث سنوں، امام احمد نے اسے منع فرمادیا۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۶۶

ایسے بدترین قسم کے شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؑ اور ان کے گھروالوں کے سلسلہ میں کوئی صحیح بات کہہ سکتے ہیں۔ یہ تقریباً ناممکن ہے اور جبکہ بقول امام احمد یہ تمام خلافات اسی کی وضع کردہ ہیں۔

گمان غالب یہ ہے کہ یہ روایت عبید اللہ بن موسیٰ اور خالد بن عمرو میں سے کسی ایک نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اوپر کے بقید راوی کم از کم جھوٹ کے الزام سے پاک ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو حضرت فاطمہؑ سے کسی وقت نکاح کے بعد غروں کی عدم موجودگی میں اندرون خانہ بیان فرمایا ہوگا۔ ایسی صورت میں نبی کریمؐ اور فاطمہؑ کے درمیان عبد اللہ بن مسعود کی موجودگی کیونکہ ممکن ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز حضرت فاطمہؑ کے ہاتھوں میں خون آلود پکڑے ہوں گے

حاکم نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے! رعدہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یعنی ائمہ کے ذریعہ حضرت علیؑ بن عبد مناف سے نقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

”قیامت کے روز جب میری بیٹی کا حشر ہوگا تو اس کے ہاتھوں میں خون آلود پکڑے ہوں گے وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر ٹٹک جائے گی اور کہے گی۔ اے عدل کرنے والے میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر تو رب کعبہ کی قسم وہ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔“

سیوطی لکھتے ہیں ابن جوزی نے اسے معذور قرار دیا ہے۔ کیونکہ علی بن موسیٰ الرضا سے ابن بسطام اور ابن مہدی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

علی بن احمد بن مہدی :- صاحب میزان (ذہبی) نے ابن مہدی کے حال میں لکھا

ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ لہذا

ذہبی نے ابن بسطام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا پر بھی کلام کیا ہے۔ جس کا سیوطی نے ذکر تک نہیں کیا اور علی بن احمد بن مہدی کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا قول ہے یہ وضاع الحدیث ہے اور اس نے روایات کا ایک نسخہ وضع کر کے اسے علی بن موسیٰ الرضا کی جانب منسوب کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۴۲

علی بن موسیٰ الرضا :- ذہبی لکھتے ہیں ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ

دادا کے نام سے عجیب عجیب روایات بیان کرتا رہتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ دراصل ان کے نام سے مختلف اشخاص نے مختلف نسخے وضع کر کے ان کی جانب منسوب کئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ ابوالفضل البرقی، ایک نسخہ علی بن احمد بن مہدی القاضی، ایک ابو احمد عامر بن سلیمان الطائی اور ایک داؤد بن سلیمان القردوسی کا ہے۔ الف علی بن موسیٰ کی وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی۔

دارقطنی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس علی الرضا سے عجیب عجیب روایات نقل کی جاتی ہیں۔ یہ روایات میں غلطیاں کرتا اور اسے وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱

علامہ علی قاری نے جزئی سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ابن مہدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن الاشعث سے موسیٰ بن اسماعیل اور علی رضا بن موسیٰ بن جعفر کی روایات سنی ہیں جو انہوں نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں۔ اس نے مجھے ایک نسخہ دکھایا جس میں تقریباً ایک ہزار روایات

موسیٰ بن اسماعیل نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں اور سب شکر تھیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ کتاب جو علویات کہلاتی تھی اللہ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے۔ عقلانی کہتے ہیں اس کتاب کا نام السنن رکھا ہے۔ اس میں سب روایات ایک سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح ایک نسخہ علی الرضا کے نام سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کیا ہے۔ اور یہ سب موقوف ہے۔ اس کتاب میں ابوسعید کے واسطے حضرت علیؑ کو کچھ وصیتیں مروی ہیں۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) بیوی سے ہم بستری کے طریقے تعلیم دیئے ہیں۔ یہ لوگ شاستری علی رضا کی جانب منسوب ہے (موضوعات کبیرہ ۱۵)

موسیٰ کا ظلم :- جہاں تک موسیٰ کاظم کا تعلق ہے تو ابن ابی حاتم ابو حاتم رازی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن حقیقی کہتے ہیں ان کی جانب جتنی روایات منسوب ہیں وہ سب ابوالفضل اہری کی وضع کردہ ہیں۔ اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہیں۔ مسئلہ میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت عابد اور متقی شخص تھے۔ ان سے چہیت کم احادیث مروی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۳

جہاں تک ان کے والد جعفر بن محمد کا تعلق ہے تو ان کا حال اور جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ داستان وضع کرنے والا علی بن احمد بن مہدی القاضی ہے جس نے علیؑ کے نام سے پوری ایک کتاب تیار کی ہے۔

جہاں تک قتل حسین کا تعلق ہے تو روز حشر حضرت فاطمہؑ کو عرش کے پائے پھڑنے لگی۔ کوئی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ وہاں ہر قاتل و مقتول کا حساب مزدور ہو کر رہے گا۔ بلکہ ان لوگوں سے بھی حساب لیا جائے گا جنہوں نے حضرت حسینؑ کو نہرے خواب دکھا کر مکہ سے بلایا تھا۔ اور پھر جن لوگوں نے انہیں نینوالے جا کر قتل کیا اور دوسروں کو ملزم ثابت کرنے کے لئے کرہا کی داستانیں وضع کیں اور اس طرح علم حسین کے پردے میں غم رستم اور کرہا کے پردے میں غم قادیسیہ منایا گیا۔ اور اس طور پر عربوں سے اپنا پرانا کینہ نکال گیا۔

حضرت فاطمہؑ کی شکفین و مدفن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نہایت مغموم رہیں۔ اور یہ چند ماہ انہوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ گزرے کئے، حقیقت یہ ہے کہ اس اٹھائیس انتیس سال کے عرصہ میں جتنے غم حضرت فاطمہؑ پر نازل ہوئے۔ شاید ہی اتنے غم کسی اور عورت پر نازل ہوئے ہوں۔

بچپن میں سبائیوں کی محبت سے محروم ہوئیں۔ جوانی میں قدم رکھا تو مال کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کعب بن حیث النبت جو تکالیف پہنچائی گئیں وہ جدا گانہ، گھر بار اور وطن چھوڑ کر مدینہ آئیں شادی ہوئی تو زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی۔ بہنیں بھی آنکھوں دیکھے رخصت ہو گئیں، لے دے کے ایک باپ کا سہارا تھا۔ جب بھی غم برداشت سے باہر ہوتے تو باپ کے پاس پہنچ کر دل کا غبار نکال لیتیں۔ اب وہ سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا۔ اور خود ان کے بقول وہ اس منزل سے دوچار تھیں

صبت علی مصائب لو انہا نہ صبت علی الایام صون لیا لیا

مجھ پر مصائب کچھ اس طرح بہائے گئے کہ اگر وہ دن پر بہا دیئے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ چند ماہ کی زندگی کوئی زندگی تھی، غم پیتے پیتے خود سراپا مرلیض بن گئیں۔ گویا وہ تو بطن کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ صرف طلبی کا انتظار تھا۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ بچے کسن تھے۔ حضرت علیؑ کہاں تک دیکھ بھال کرتے۔ وہ اس معاملہ میں خود سہارے کے محتاج تھے۔ یہ سہارا انہیں خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہیا کیا۔ اُنھ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت

عیس تشریف لائیں اور اُن کی تیمارداری فرمائیں۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ بخاری و مسلم اور بیہقی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں ”کہ فاطمہؓ نے ابو بکرؓ کو چھوڑ دیا اور وفات تک اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا۔ اور ابو بکرؓ کو اطلاع تک نہ دی“

یہ عبارت پڑھنے کے بعد ذہن میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ کچھ اس قسم کا پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے دم تک حضرت ابو بکرؓ سے کوئی بات نہیں کی۔ اصلاً راضی کا عالم یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا اور ابو بکرؓ کو مطلع تک نہیں کیا۔

اُس کے چل کر اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال تک ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اور چھ ماہ بعد تلوار کے خوف سے بیعت کر لی۔ کچھ اسی قسم کا تاثر ہمارے اردو مؤرخین پیش کیا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی بنیاد پر جماعت اسلامی تو بر ملا کہتی ہے کہ اسوہ میں سب سے پہلی حزب اختلاف حضرت علیؓ کی صورت میں وجود میں آئی۔ گویا خلافت راشدہ کے دور میں مدینہ میں انگلستان سے درآمد شدہ پارلیمانی نظام رائج تھا۔ اور اس کا سربراہ حضرت علیؓ کے سر ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اس لئے عمل میں آئی کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا اور اس ٹکراؤ میں حزب اختلاف کامیاب ہوئی۔ اور اس انقلاب کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ گویا موجودہ دور کے نوزائیدہ خارجی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ عباداً باللہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ وہی دعویٰ حسین الفاظ میں جماعت اسلامی کے قلم ہے۔ بعینہ یہی الفاظ آج سے تین سال پیشتر سنی کونسل کے اجلاس میں صلاح الدین صاحب نے فرمائے تھے جو اُس وقت جبارت کے ایڈیٹر تھے۔ کہ جب اُس حزب اختلاف کے خلاف حزب اقتدار نے حزب اختلاف کا روپ دھار لیا تو وہ طو کیت کی بانی بن گئی۔ کیا خوب فلسفہ ہے۔ آپ چاہیں تو اس فلسفہ کو پیلز پارٹی کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو منہا بات زبان پس گئی۔ رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ کے کب بیعت کی۔ اس موضوع

پہرہ کسی اور وقت گفتگو کریں گے۔ اس وقت تو ہمارے سامنے حضرت فاطمہؑ کا مسئلہ ہے۔ ہم بھی بخاری کی روایت کے پیش نظر ایک زمانہ تک برسرِ عام اس کا پرچار کرتے رہے۔ اب یہ سوچ کر کہتے رہے کہ ام المؤمنین عائشہؓ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتیں اس لئے یقیناً کچھ ایسا ہی وقوعہ پیش آیا ہوگا۔ لہذا ہم پر ایک زمانہ تک خارجیت کا اثر رہا۔ شیعیت و رافضیت کا کیا اثر کسی وقت ہمارے ذہن میں نہیں کھلایا۔ اس کیڑے سے تو ہم ہمیشہ محفوظ رہے۔ ہاں خارجیت نے کچھ اثر ہم پر بھی ڈالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بچالیا۔ لہذا ہم اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

جب ہمارے سامنے دیگر روایات آئیں تو ہمارے ذہن نے انہیں اس لئے قبول نہیں کیا کہ بخاری کے مقابلہ میں ان روایات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن حسبِ بخاری کی روایت کو اس نقطہ نگاہ سے دوبارہ دیکھا تو اس جملہ پر آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

قال فہجر قد فاطمہ فلم	راوی کہتا ہے کہ فاطمہؑ نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر
تکلم فی ذلک حتی مات	تأفات اس مسئلہ میں کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ انہی
قد فہما علی لیلا ولم یؤذنا	موت واقع ہوئی۔ مٹی نے انہیں راتوں رات ذہن
بہا الباکس۔	کیا اور البکرؓ کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

اس عبارت کا پہلا لفظ قال اس کا گھلا ثبوت تھا کہ یہ الفاظ ام المؤمنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ان کے الفاظ ہوتے تو قال کی بجائے قالت ہوتا۔ یہ تو بولنے کے کسی راوی نے اپنی جانب سے الفاظ بڑھائے ہیں۔ اصطلاح حدیث میں روایت میں الفاظ بڑھانے کو (درجج) کہتے ہیں۔ اور وہ الفاظ جو راوی اپنی جانب سے حدیث میں داخل کرتا ہے انہیں مُدرجج کہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو واضح طور پر ملنزع ہیں۔ امام ترمذی نے شرح ضمیمہ میں کہہ دیا۔ ان الفاظ پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ہے۔

واللہ ماجاءہ من کلام الزہری
اکثر من کلام الزہری

گویا نہ ہری کا اپنا ایک تخیل تھا جو اس نے روایت بیان کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ یہ غنیمت سمجھئے کہ لفظ قال نے ساری ہول کھول دی۔ ہمارے ذہن نے خارجیت کی جو عمارت تعمیر کی تھی وہ دھڑام سے زمین پر گئی۔ کیونکہ نہ ہری کی رائے کو فی حقیقت ہمیں رکھنی۔ لہذا نہ ہری کی اس روایت کو اس معاملہ میں سند نہیں بنایا جاسکتا۔ اور دیگر روایات اور شواہد کو دیکھنا ہو گا کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

فقہ سبائے کے ارشادات

شیخ محمد بن حسن طوسی نے اپنی کتاب "الامالی" میں تحریر کیا ہے۔
 کہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کی تیار داری کرتے۔ اور پھر انہوں نے اس کام کے لئے اسماء بنت عیسٰی کو متین فرمایا جو وفات تک یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔
 اور اس کام پر اسماء بنت عیسٰی رحمہا اللہ
 رحمہا اللہ علیہ السلام ادا ملے۔
 انجام دیتی رہیں۔
 الامالی ج ۱ ص ۱۷۷

فورا کیجئے اور سوچئے کہ یہ تیار داری چند منٹ کی نہیں بلکہ متواتر اور لگاتار رہے۔ اور یہ صورت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اسماءؑ اپنے خاوند ابو بکرؓ سے اس کی اجازت نہ لیں۔ کیونکہ گھر سے لگاتار غیر حاضری بلا اجازت ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ام المؤمنین کو اس امر کی اطلاع نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ الفاظ ام المؤمنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔
 ماباقر مجلسی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

پس حضرت ابو صییت اہل نمودہ خود متوجہ تیار داری
 پس حضرت علیؑ ان کی وصیت پر غسل کرتے ہوئے ان کی تیار داری کی جانب متوجہ ہو گئے اسماء بنت عیسٰی اس معاملہ میں آگے نہ بڑھتی رہیں
 ادبہ اسماء بنت عیسٰی کہ حضرت راویاں اور معاونت میں کردہ جلاء العیون ص ۱۷۷

ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماء پورا پورا دن حضرت فاطمہؑ کے پاس گزارتیں۔ اور ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔

حاکم نے زین العابدین سے نقل کیا ہے وہ ابن عباسؓ سے نقل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؑ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے اسماءؑ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ کیا میرا جنازہ بھی اسی طرح بے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اسماءؑ نے فرمایا مگر نہیں۔ میں آپ کے لئے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا مجھے تیار کر کے دکھاؤ۔

اسماءؑ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح لگا دیں۔ مدینہ میں اس قسم کی چارپائی پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھ کر مسکرائیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

”ان کی وفات کے بعد ہم نے انہیں اسی طرح باپردہ اٹھایا اور انہیں رات کو دفن کیا۔“
المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۳۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۱

گویا رات کو دفن کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؑ دفن ہونے تک پردے میں رہیں۔ یہ حکمت نہ تھی کہ البوکریؒ کو پتہ نہ چلے۔ چوری چھپے دفن دیا جائے جیسا کہ دہریہ بے بنیاد افغان میں دعویٰ کر رہے ہیں اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کا لگا گھونٹ کھنکھار دیا۔ استغفر اللہ۔ اور اس قتل پر پردہ ڈالنے کے لئے راتوں رات دھاوا دیا۔ جیسا کہ خارجیوں کا گمان ہے اس کے بعد بلاقر مجلسی نے عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس میں جنت سے کافور کا آنا اور اس کا عین حصوں پر تقسیم ہونا ذبح ہے۔ اس روایت میں اسما بنت عیسیٰ کے ساتھ آخری کلام کرنا اور وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا۔ حنین کا گھر آنا اور اسماءؑ کا انہیں فاطمہؑ کی وفات سے مطلع کرنا۔ اور پھر اہل مدینہ کا بن کرنا۔ یہ تمام واقعات اخیر وقت میں اسماءؑ کے سامنے پیش آئے۔ کشف الغم ج ۲ ص ۶۲

ہم بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ جلد العیون سے اس نام لیلائی داستان کا کچھ حصہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کرام کے کام و دہن کا کچھ مزہ اہل پہل ہو جائے۔

”کشف الغمہ“ میں روایت ہے کہ جب وفات جناب فاطمہؓ قریب آئی۔ اسماء بنت حمیس سے کہا پانی لاؤ میں وضو کروں گی۔ بعد وضو کرنے کے بروایت دیگر بعد غسل کرنے کے خوشبو لگائی اسی لئے کپڑے پہنا دیا۔ اسماءؓ جو قبل وقت پدربزرگوارہا ایسے دم کا کافور بہشت سے لائے تھے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ اپنے لئے۔ ایک حصہ مٹی کے لئے اور ایک میرے لئے رکھا تھا۔ وہ کافور نے اؤڑکے لیے اس سے حنوط کریں۔ جب اسماءؓ کافور لائیں تو فرمایا میرے سر پر نہ دے کہ دوسرے فرما کر پاؤں قبلہ کی جانب پیلا دیئے اور کپڑا اٹھ کر آرام کیا اور مجھ سے فرمایا اے اسماءؓ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو مٹی کو بٹھانا اور جاننا میں اپنے پدربزرگوار سے ملتی ہوئی۔ اسماءؓ نے تھوڑی دیر انتظار کر کے پکارا۔ جواب نہ پایا۔ جلد العیون ج ۱ ص ۲۶

یہ کافی طویل نام لیلائی داستان ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ اسماءؓ بنت حمیس جو حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ تھیں وہ وفات کے وقت تک حضرت فاطمہؓ کے پاس موجود تھیں اور وہی ماری خدمت کر رہی تھیں۔ اور پھر انہی کے خاندان سے چھپانے کے لئے حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا۔ اسے کہتے ہیں۔ آنکھوں میں دھول جھونکنا۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد غسل کا مرحلہ درپیش آیا جیسا کہ شریعت اسلام کا حکم ہے کہ پہلے میت کو غسل دیا جائے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد اسے دفن کیا جائے۔ اس غسل کے مرحلہ میں بھی حضرت اسماءؓ بنت حمیسؓ برابر کی شریک تھیں۔ جیسی توان کے ذریعہ کافور بہشت طلب کیا گیا۔ اور جیسی انہیں وحشیوں کی گئی تھیں، اور غسل میں ہمیشہ اہل خاندان یا مخصوص افراد شریک ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت اسماءؓ تو اس میں مندرجہ شریک کار تھیں کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے کسی روایت میں آتا ہے کہ اسماءؓ نے غسل دیا

اور کسی میں حضرت علیؑ کا نام آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میت کو ایک ہی شخص غسل نہیں دیتا۔ کم از کم دو افراد اس میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ایک غسل کرتا ہے اور ایک پانی ڈالتا ہے، اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو تین اشخاص نے غسل دیا۔ حضرت علیؑ، حضرت اسماء بنت عیسٰیؓ اور حضرت سطلیؓ جو حضرت ابورافعؓ کی زوجہ تھیں اور ابورافعؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہم تھے الباریۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۳۳۳۔ اسماء الغابہ ج ۲ ص ۳۸۸۔ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۱۔ وکاشینہ ج ۱ ص ۱۷۱۔

اس پر شیعہ اہل سنی ہر دو متفق ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے تیار داری خزانہ اور غسل میں شریک ہوئیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ تو جہل ہے کہ ابو بکرؓ کو اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر حضرت علیؑ اور خاندان نبی ہاشمؑ اطلاع بھی نہ دیتا تو حضرت اسماءؓ بنت عیسٰیؓ موجود تھیں جو کم از کم اپنے خاندان کو تو اطلاع دیتیں۔ اور اگر باقرؓ و الحارثؓ و ابی طالبؓ بھی نہ دیتیں تو جب وہ رات کو گھر اپنے وقت پر نہ پہنچی ہوں گی تو یہ صاف حال کے لئے کوئی نہ کوئی ضررہ آیا ہو گا۔ اور بہر حال ابو بکرؓ کے گھر تک اس سانحہ کی اطلاع پہنچی ہوگی۔ خدا مقل سے سوچنے کی دیو ہے۔

مطہبہ الامیں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔
۱۔ حضرت فاطمہؑ کی خواہش پر باچہ و چار پائی بنانا۔ یہ رسم حبشہ میں جاری تھی اور مسلمانوں میں اس رسم کی بانی حضرت اسماءؓ بنت عیسٰیؓ ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہؑ کی خواہش پر یہ کام انجام دیا جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت فاطمہؑ کی وصیتوں کی تکمیل حضرت اسماءؓ کے ذریعہ ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؑ کی تیار داری کی خدمات حضرت اسماءؓ نے انجام دیں۔

۴۔ حضرت فاطمہؑ کے غسل میں حضرت اسماءؓ شریک تھیں۔ بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہو گا۔ کہ حضرت اسماءؓ غسل دے رہی تھیں اور حضرت علیؑ پانی ڈال رہے تھے۔

۱۵) ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ہر دو خاندان کے درمیان کوئی کشیدگی نہ تھی، بلکہ باہمی الفت و محبت کے رشتے قائم تھے۔ اختلاف کی روایات سبائی طبقہ سے اپنی تحریک بکری کے لئے پھیلائیں۔ حتیٰ کہ وہ اہل سنت میں اس طرح پھیل گئیں گویا یہی روایات سنی عقیدہ ہیں۔
۱۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی صورت حال سے ابو بکرؓ کو اطلاع نہ ہو۔ اور وہ جانتے میں شریک نہ ہوں۔

۲۔ دہری نے بخاری و مسلم کی روایت میں جو یہ اضافہ کیا ہے کہ علیؓ نے ابو بکرؓ کو اطلاع نہیں دی۔ یہ نہ سہی کا خود ساختہ تخیل ہے جو بلا سند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے راست حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی ہو یا انہیں اتنا موقع نہ ملا ہو۔
نور شیعہ مصنفین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت علیؓ نمازیں پانچوں وقت مسجد میں پڑھتے۔ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے وقت ان سے حضرت فاطمہؓ کا حال معلوم کرتے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے شاگرد خاص سلیم بن قیسؓ اَلْبَاقَلِیُّ اللُّمَمِیُّ نے یہ تمام واقعات اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ سلیم بن قیسؓ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وكان علي يصلي الصلوات الخمس فلما صلى
قال له ابو بكر وعمر كيف كان بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى ان لقيت فسال عنها -
کتاب سلیم بن قیس
مطبوعہ نجف ۲۲۴

علیؓ پانچوں نمازیں ادا کرتے ایک روز جب
وہ نماز پڑھ چکے تو ابو بکرؓ و عمرؓ نے ان سے
دبیافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
صاحبزادی کا کیا حال ہے۔ حضرت فاطمہؓ
حضرت علیؓ پر ہمدرد ہو گئی تھیں لہذا ان دونوں
نے ان سے سوال کیا۔

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو ہر بات کا علم تھا۔ وہ
روزانہ ہر نماز کے بعد حال دبیافت کرتے۔

حتیٰ کہ ان شیعوہ علماء نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ انتقال کے فوراً بعد ابو بکرؓ
مذہب تعزیت کے لئے آئے لو۔ وقت جنازہ اٹھائے جانے کا بھی ذکر آیا۔ سلیم بن قیس
نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

قال ابن عباسؓ قبضت فاطمة بنت
لحمها فادخمت المدينت بالباء من
الرجال والنساء وحش كيه مقيض فيه
رسول الله فاقبل ابو بكر وعمر
عليهما السلام له يا ابا الحسن لا تسبقنا
بالصلوة على ائمت رسول الله - كتاب
سلیم بن قیس ص ۳۶

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اسی روز فاطمہ کا انتقال
ہو گیا۔ اور مرد و عورت کے رونے سے مدینہ
اس طرح کانپ اٹھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے دن کانپ اٹھا تھا تو ابو بکرؓ و عمرؓ
بھی مٹی کی تعزیت کے لئے آئے اور مٹی سے کہنے
لگے اے ابو الحسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ماجرائی کی نماز جنازہ ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی انتقال کی خبر تمام اہل
مدینہ میں پھیل گئی اور بقول ملت سبائے تمام مرد و عورت رونے میں مشغول ہو گئے
حتیٰ کہ رونے کی آواز سے مدینہ کانپ اٹھا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور انہوں
نے حضرت مٹی سے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جلدی نہ کرنا کہ ہمارے بغیر نہ پڑھ لینا۔

قارئین کرام آپ نے سنا ہو گا۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے
اور یہ ہم نے آپ کو کھانے والے دانت دکھائے ہیں دکھانے کے دانت اگر آپ
دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم ملا باقر مجلسی کے ورلہ ان کی جھک بھی دکھا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ
ہمارے قارئین گہرا نہ آنکھیں۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ
کو جو وصیتیں کیں ہیں۔ ان میں سے آخری وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

پھر فرمایا "یرے لئے لعش (دبوت) بناؤ۔ اس لئے کہ میں سے فرشتوں کو دیکھا
ہے کہ انہوں نے میرے لئے لعش بنائی ہے۔ اور پہلے جو لعش زمین پر بنائی گئی تھی وہ

یہی نقشِ سقی۔ بعد ازاں فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے جنازے پر ان میں سے ایک بھی نہ آئے جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے اور میرا حق غصب کیا۔ اس لئے وہ لوگ میرے اور رسولِ خدا کے دشمن ہیں، اور ان میں سے اور ان کے ہوا خواہوں میں سے کسی کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا۔ اور مجھے رات کو جس وقت لوگ موتے ہوں دفن کر دینا۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۶۔ مترجمہ سید عبدالحقین۔

لابا قرآن کے رقمطراز ہیں۔

اور جب یہ خبر مدینہ میں نشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے، اور آواز ہائے شیون و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں اور سب مرد و عورت خاندانِ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنانِ نبی ہاشم جنابِ فاطمہؑ کے گھر جمع ہوئیں رات کو کتنا بڑا عمل تھا۔ نزدیک تھا کہ کثرتِ ہائے صدائے شیون سے مدینہ میں زلزلہ آجائے۔ تمام لوگ تعزیت کے لئے آئے تھے جنابِ امام حسنؑ و امام حسینؑ ماننے بیٹے حضرت کے رو رہے تھے۔ تمام لوگ ان کا رونا دیکھ کر روتے تھے جیسا کہ مجلسوں میں ہوتا ہے۔ ام کلثومؑ قبر رسولِ خدا پر آئیں اور کہا یا اباہ یارسول اللہ آج آپ کی مصیبتِ مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ (بقول انہیں ابھی پیدا ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی سمجھ داری کی باتیں کہنے لگیں۔ لازماً ان کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ضرور ہوگی) اور گویا آج آپ ہم سے جدا ہوئے اور اپنی دختر کو بھی لیتے گئے لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔

پس ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ جنازے کے باہر آنے میں توقف ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے (ابوذرؓ غمناک توں میں کس لئے بیٹھے تھے اور کیا وہ تمام زنانِ نبی ہاشم کے محرم تھے۔ چلا تبیلہ غفار سے نبی ہاشم کا ایک ہی رشتہ کوئی شاجت کہے) جب پہر رات آئی اور سب لوگ سو گئے جنازے کو باہر لائے۔ اور جنابِ امیر و حسینؑ و مقداد و عقیلؑ و ذبیحہؑ و ابوذرؑ و سلمانؑ و بریدہؑ اہل ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے

نماز جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا۔

ملا باقر مجلسی نے اس فہرست میں چند دشمنوں کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زبیرؓ، حضرت عقیلؓ اور خصوصاً حضرت بریدؓ۔ اس کی کوئی خصوصی وجہ ہے یا غلطی سے یہ نام اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ فیصلہ خود قارئین کریں۔

ملا باقر مجلسی آگے لکھتے ہیں۔

جناب امیر نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں۔ اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر فاطمہؓ کون سی ہے، بہ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہوا کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔ اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرت کو جان نہ لیں اور قبر پر جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔ اس وجہ سے مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور ائمہ ہے۔ بعض کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کے بیچ ایک بانٹ ہے باغنائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہ کے بہشت سے اور صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر میں ہی دفن کیا جیسا کہ روایات صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ابن شہہ آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے جب چاہا جناب سیدہ کو قبر میں اتاریں۔ دو ہاتھ قبر کے اندر سے شبیہ بدستہائے جناب رسول خدا پیدا ہوئے اور جناب فاطمہؓ کو لے کر قبر میں رکھا۔ جلاء المیون مترجم ج ۱ ص ۲۲۸

قارئین کرام آپ حضرات کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔ لہذا ہم ان امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

نماز جنازہ

یہ بھی آپ نے جن العیون کے حوالے سے سطور بالا میں پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازے میں فلاں فلاں اشخاص شریک تھے۔ لیکن ملا جی اس بات کو گول کر گئے کہ نماز کس نے پڑھائی تھی، اور سنی بچاروں کو اس الجھن میں مبتلا کر دیا کہ جب پوشیدہ طور پر نماز جنازہ ہوئی تو پڑھانے والا بھی کوئی پس پردہ کا شخص ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ امام وقت ہیں اور اصل وارث بھی وہی ہیں لہذا یہ نماز انہوں نے ہی پڑھائی ہو گی۔ اور اسی لئے راتوں رات دفن کی گئیں۔ لیکن مسد اسی وقت واضح ہو سکتا ہے کہ جب پہلے تین امور واضح ہو جائیں۔

۱۔ نماز جنازہ پڑھانا کس کا حق ہے ؟

۲۔ کیا کوئی شخص رات کو دفن نہیں ہوا۔ اگر رات کو کوئی اور بھی شخص دفن کیا گیا تو

اس کی وجہ کیا تھی ؟

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ؟

نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے ؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں اگر پہلے اسلامی قانون معلوم کر

لیا جائے تو مسئلہ بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجائے گا۔

۱۔ اسلامی قانون میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ان کے متعلق اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر

اور خلیفہ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا اسے کوئی حذر و پیش

ہو تو امیر المؤمنین کی جانب سے جو آدمی متعین ہو وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لئے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو نہ دفنایا جائے بلکہ ایک بار صحابہ نے

اطلاع دیئے بغیر ایک شخص کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا
فہذا اذن نحوی

تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

ہر وہ شخص کے تمام مسلمان بالاتفاق اسے تسلیم کرتے رہے اور تمام مذہبی کتابیں اور اسلامی
 تاریخ اس پر مشاہد ہے۔ بلکہ اگر امیر کو اطلاع نہ دی گئی تو شرعاً وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ دفن
 ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ قبر پر نماز جنازہ ادا کرے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے
 شخص کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی۔ اسی لئے تو ملاح باقر نے اپنی جانب سے پورا انتظام کیا کہ سات
 قبر پر کھدوائیں اور چالیس قبروں پر پانی چھڑکوا یا۔ تاکہ البوکرؓ کو قبر کا پتہ نہ چل سکے اور وہ
 امیر المسلمین ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ ادا نہ کر سکیں۔ ہاں ملا جی بھے یہ غلطی نہ سرزد
 ہوئی کہ انہوں نے روضہ الجنۃ میں ایک قبر تیار کرادی۔ اور وہ صرف ایک نہ چالیس
 اور نہ سات، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری بول کھل گئی۔

اسلام کے اس مسئلہ اصول کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ علمائے اہل سنت
 فقہ کی کتابوں میں باب الامامت کا مطالعہ فرمائیں، ان کی تسلی ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنے قارئین
 کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل پر
 ہو جائے گا۔

۱۔ لوگوں نے جناب جعفر سے امامت کے مسئلہ کے سلسلہ میں سوال کیا۔ انہوں نے
 جو جواب دیا وہ فروغ کافی باب من الحق ان یوم القوم میں ان الفاظ میں صریح ہے۔

نقال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو
قال یقدم القوم اقراہم للقرآن فان	قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو وہ لوگوں کی امامت
کانوا فی القرۃ سواہ فاقدہم وجہۃ	کے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں قوم
فان کانوا فی الحجۃ سواہ ناکبہم	ہو وہ امامت کرے۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر
مننا۔ فروغ کافی ج ۱ ص ۳۵۹۔	ہوں تو جو بلحاظ سن زیادہ ہو وہ امامت کرے

۱۔ شیخ صدوق اپنی "امالی" میں فرماتے ہیں۔

وَأُولَى النَّاسِ بِالْتَّقَدُّمِ فِي جِهَاتِ
أَقْرَاهُمْ لِلْقُرْآنِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ
مُسَوِّدًا فَتَدْمِهِمْ هَجْرَةٌ فَإِنْ
كَانُوا فِي الْهَجْرَةِ مُسَوِّدًا فَاسْتِغْفَرَهُمُ
الْإِمَامُ ۳۸۲

اور جماعت میں مقدم ہونے کا وہ شخص زیادہ
حقار ہے۔ یہ جو سب سے زیادہ پڑھتا ہو اور اگر قرأت
میں سب برابر ہوں تو، مت کا وہ زیادہ حقار ہے جس
خطا میں بھرتی ہو اور اگر جو بت زیادہ برابر ہوں تو وہ
زیادہ حقار ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔

یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ جب امام المسلمین یا اُن کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ لیکن ہر دو سورتیں
میں سبائے کے نزدیک مفتی ہر فتویٰ یہ ہے۔

۲۔ فَإِنْ تَسَاوَوْا فِي الْفَقْهِ وَالْقِرَاءَةِ فَلَا
قَدَمَ هَجْرَةٍ مِنْ دَاوِلِ الْعَرَبِ إِلَى
دَاوِلِ الْإِسْلَامِ..... فَإِنْ تَسَاوَوْا فِي
ذَلِكْ فَلَا سُنَّ مَطْلَقًا.....
وَالْإِمَامُ الرَّاقِبِيُّ فِي مَسْجِدِ مَقْصُودٍ أُولَى
مِنَ الْجَمِيعِ وَكَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أُولَى
مِنْهُمْ وَمِنَ الْمَوَاتِبِ وَصَاحِبُ الْأَمَارَاتِ
فِي الْأَمَارَاتِ أُولَى مِنْ جَمِيعٍ مِنْ تَحَاوُلِ الْإِنْسَانِ
شَرْحُ مَلْعَجَةِ جِصْرَانِ

اگر تمام لوگ فقر اور قرأت میں مساوی ہوں تو وہ
حقار ہے جس نے دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب
پہلے ہجرت کی ہو..... اگر اس میں برابر ہیں
تو جو عمر میں زیادہ ہو۔

اور وہ امام جو کسی شیعینہ مسجد کے لئے مخصوص
ہو وہ ان سب سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح گھر کا
مالک۔ اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور جو شخص کسی
عہدہ پر مامور ہو وہ اپنے عہدوں پر رہتے
ہوئے اوروں سے اولیٰ ہے۔

۳۔ اصول کافی میں جناب جعفر کا قول ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ سِنْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا حَضَرَ
الْإِمَامَ الْجَمْعُ فَهُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلَاةِ
عِنْدَهُمَا ذَوِئِ الْمَنَى. كِتَابُ الْجَمَاعَاتِ ج ۱ ص ۹۳

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں جب جنازے میں
امام موجود ہو تو وہ اوروں سے زیادہ نماز
کا حق دار ہے۔

۵۔ سبائے خمس اس مسئلہ میں حضرت علیؑ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال علی علیہ السلام الوالی الحق بالصلوة علی الجنائز
حضرت علیؑ فرماتے ہیں جنازہ پڑھانے کا
من ولیہا حقہ بالاسناد خمسہ ص ۲۷
والی، ولی سے زیادہ محمد ارس ہے۔

ان تمام روایات کا لٹ باب یہ ظاہر ہوا کہ امامت کا اصل حق دار خلیفۃ المسلمین ہے
خواہ نماز پڑھنا ہو یا نماز جنازہ۔ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی اور شخص نماز پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔
ائمہ کے فرمودات معلوم ہونے کے بعد آپ حضرات خود سوچ کر فیصلہ فرمائیں
کہ امامت کی شرائط کس میں پائی جاتی ہیں۔ سبائے خمس کے ائمہ کافران ہے کہ اگر تمام لوگ قرأت
اور فقہ میں مساوی ہوں تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو ہجرت میں مقدم ہو اور دنیا جانتی
ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علیؑ کو امامتیں سپرد کر کے آئے تھے کہ یہ امامتیں لوگوں کو پہنچا کر ہجرت کر کے مدینہ
آجانا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو بکرؓ ہجرت میں حضرت علیؑ پر مقدم ہوئے لہذا حضرت علیؑ
کو امامت کا حق حاصل نہ تھا۔

گر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر عمر میں جو زیادہ ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس وقت ساتھ
اکٹھ سال کے بوڑھے ہیں اور حضرت علیؑ تیس سالہ جوان ہیں۔ امت سبائے خمس نے جو اصول
بیان کیا ہے سے سامنے رکھتے ہوئے تو حضرت علیؑ کو نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی حق نہ تھا۔
مسجد محلہ کا امام ولی و وارث سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ لہذا مسجد نبوی کے امام ہونے
کی حیثیت سے حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؑ سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار تھے۔
و سب سے آخری فیصلہ جو خود حضرت علیؑ نے دیا تھا اور جسے ہم قرب الاسناد کے
حوالے سے پیش رکھے ہیں۔ سینہ وقت ہر ولی سے زیادہ حق دار ہے۔ لہذا یہ کیسے ممکن ہے
کہ حضرت علیؑ نہ خادشی سے خود بخود پڑھا دیا ہو۔ اسی لئے ملا باقرؒ نے امام کا نام غائب کر دیا
تاکہ کوئی ان پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت علیؑ خود یہ فرماتے ہیں۔ پھر یہ حرکت کیسے ظہور میں

آئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوگی کہ ان کے معتقدین خود ان کی ذات کو کس طرح باز پچھ اطفال بناتے ہیں۔

تاریخی شواہد

شریعت اسلامیہ کے اس قانون پر کہ نماز جنازہ پڑھانے کا اصل حق دار خلیفہ یا اس کا نائب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا اس اصول پر کہاں تک عمل رہا ہے اور ہاشمیوں نے اسے قابل عمل تصور کیا یا نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے۔ لہذا ہم اس کا حل تاریخ میں تلاش کرتے ہیں۔

پہلا جنازہ نوفل بن الحارث

ہاشمی خاندان کے ایک بزرگ نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے ماجزادے حارث کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ شہرہ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے۔ اسی لئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرا جنازہ ابوسفیان بن الحارث

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں یہ نوفل بن حارث کے بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی نگام تھامے ہوئے تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

ابوسفیانؓ نے شہرہ میں انتقال کیا۔ اور ان کی نماز جنازہ عمرؓ نے پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

ولوفی ابوسفیان سند عشرين ومائة عليه
عمر بن الخطاب وقيل مات بالمدينة بعد

نصیر نوفل بن الحارث باریعت اشہر
اسد القابہ ج ۵ ص ۲۱۳
ان کا انتقال مدینہ میں ان کے بھائی نوفل بن
حارث کے چار ماہ بعد ہوا۔

تیسرا جنازہ عباس بن عبد المطلب

تیسرا موقع حضرت عباس بن عبد المطلب کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہانتھے۔
ان کا انتقال مدینہ میں بروز جمعہ ۱۴ رجب المرجب ۳۲ھ میں ہوا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان
نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ الاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۱ البیہقیہ والہب ج ۱ ص ۱۶۲

چوتھا جنازہ حسن بن علی

چوتھا جنازہ حضرت حسن کا ہے۔ ان کا ۳۹ھ یا ۴۰ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اس
وقت خلیفہ وقت امیر معاویہ تھے جو دمشق میں تھے ان کی جانب سے مدینہ کے گورنر سعید بن العاص
الموسیٰ تھے۔ حضرت حسین نے سید کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

وقدم الحین علیہ الصلوٰۃ والسلام مسید
بن العاص وھو یومئذ امیر المدینۃ وقال
تقدم فلولا انھا السنۃ لما قدم تک تاریخ
منیر تاری ص ۵۵۰ شرح نہج ابلاغہ لابن
ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۰
حضرت حسین نے سعید بن العاص کو آگے بڑھایا۔
اس وقت اس روز مدینہ کے امیر تھے۔ ان سے
حسین نے فرمایا آگے بڑھیے نماز پڑھائیے۔
اور اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو
آگے نہ کرتا۔

پانچواں جنازہ عبد اللہ بن جعفر

عبد اللہ بن جعفر یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور اس ۴۵ھ میں سب سے اول پیدا ہوئے
والے بچے ہیں مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہ تھا۔ ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس

وقت عبد الملک بن مروان کی جانب سے ابان بن عثمانؓ بن عثمان امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتاب نسب قریش ص ۸۳۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۵

چھٹا جنازہ محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اُن کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے بیٹوں نے ابان بن عثمانؓ سے جو عبد الملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے کہا۔

نعمی نعلم ان الامام اخط
بالصلوة ولولا ذلك ما قد مناک
فتقدم فصلى عليه -
ہم خوب جانتے ہیں کہ امام نماز کا سب سے زیادہ
حق دار ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کو
آگے نہ کرتے۔ ابان بن عثمانؓ آگے بڑھے اور
انہوں نے نماز پڑھائی۔ ابن سعد ج ۵ ص ۸۶

ساتواں جنازہ ام کلثومؓ بنت علیؓ

شیعہ عالم ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی نے جناب جعفر سے نقل کیا ہے کہ جب کلثومؓ بنت علیؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا امیر مروان بن الحکم تھا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے لئے آیا تو حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا
لولا السنۃ ما شککتم یعلی
علیہا۔ کتاب البعقریات ص ۱۱۰
اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں تمہیں بن نہ
پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔
حتیٰ کہ حضرت ابوالیوب انصاریؓ کا جب قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ
امیر المومنین یزید سے پڑھائی۔

ان حوالوں سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امیر وقت یا اس کا

کوئی نائب نماز جنازہ پڑھائے گا۔ لہذا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے شریعت کے اس اصول کو پامال کیا ہو۔ اور خلیفۃ المسلمین کے ہوتے ہوئے انہیں اطلاع تک نہ کی ہو اور خود نماز پڑھا دی ہو۔

رات میں دفن کرنا

راہیہ سوال کہ حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو دفن کرنا کوئی خلاف شریعت نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایک باب قائم کیا باب الدفن باللیل اور ساتھ ہی ساتھ یہ الفاظ بھی لائے

و دفن ابو بکر صلیاً اور ابو بکرؓ رات میں دفن کئے گئے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد افراد رات کو دفن کئے گئے۔ اور بخاری نے ایک حدیث پیش کی کہ ایک شخص کو راتوں رات دفن کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں ملی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے مابین ہوا اور ان کو رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سترہ رمضان گزار کر شروع شب میں انتقال ہوا۔ اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفن دیا جائے۔

واموت ان قد دفن لیلۃ فدفنت بالیقین

اور ام المومنین نے اس بات کا حکم دیا کہ انہیں راتوں رات دفن کر دیا جائے۔ اور وہ یقین میں دفن کی گئیں

باقی منطق کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین کو نبی ہاشم سے خطرو تھا۔ لہذا اس لئے ایسا کیا گیا۔ ان امور سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کو رات میں کسی

سوچی سمجھی اسکیم کے تحت دفن نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہاں کوئی ایرانی زمین کارفرما تھا جو سازش مقصود ہو۔ اور اگر اس کے پس پردہ کوئی سازش ہوتی تو حضرت اسماءؓ کو تیار داری کی ذمہ داری سپرد نہ کی جاتی۔ کیونکہ جن کے خلاف سازش کی جاتی ہے انہی کے مخصوص افراد کو سازش میں شامل نہیں کیا جاتا۔

حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

اب آئیے اس امر کی جانب کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تو شرعی اور عقلی طور پر تو یہ بات واضح ہو چکی کہ لازماً یہ نماز حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائی ہوگی جو ان کا قانونی حق تھا۔ اور اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ ابو بکرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھائی اور اصول یہ ہے کہ جب کسی شے کا کوئی اصول معین ہو تو اس وقت تک کوئی شے اس اصول سے خارج نہیں ہوتی جب تک اس شے کے خدو ج کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ یہاں استثنائاً کا کوئی ثبوت موجود نہیں بلکہ اس امر کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ واقعاً یہ نماز جنازہ ابو بکرؓ نے پڑھائی۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے

عن حماد عن ابی ہریرۃ النخعی قال
صلی ابو بکر الصدیق علی فاطمۃ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکبروا رکعاً۔ طبقات ج ۸ ص ۱۶۱

حماد نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے
کہ ابو بکرؓ نے فاطمہ بنت رسول اللہ
علیہ وسلم کی نماز پڑھائی۔ اور چار تجزیہ میں
کہیں۔

اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن ابراہیم نخعی کی مرسلات محدثین کے نزدیک قابل قبول ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے۔

احب المرسلات الی مرسلات
ابو ہریرۃ النخعی

مجھے سب سے زیادہ محبوب مرسلات میں
ابراہیم نخعی کی مرسلات ہیں۔

لیکن ابن سعد نے اس روایت کو شعبی سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعبی سے بالسندان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ان فاطمة بنتی اللہ عنہا الامامت رفتہا
حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو انہیں
علیؓ یلاواخذ بضبعی ابی بکر الصدیق
راتوں رات دفن کیا۔ اور ابوبکرؓ کے دونوں
رضی اللہ عنہ مقدمہ یعنی فی الصلوۃ علیہا
بازو پکڑ کے نمازیں آگے کیا۔

بیہقی مع الجوهرة النقیۃ ج ۲۹ کنز العمال ج ۲۴

کنز العمال کے مصنف علی المتقی النہدی نے خطیب کے حوالہ سے جناب باقرؓ سے نقل

کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ماقت فاطمتہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاطمہ بنت رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ
فہاء ابوبکر وعمر یصلوا فقال ابوبکر لعلی بن
عمر نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ
ابی طالب تقدم فقال ما كنت لا تقدم وانت
سے کہا آگے بڑھئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔
میں آگے بڑھ سکتا ہوں حالانکہ آپ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اس پر حضرت
ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

کنز العمال ج ۲۴

مُحَبَّب الطبری نے ریاض النفوس میں امام مالک کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

مالک عن جعفر بن محمد عن ابیہ
مالک نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے اور
عن جده علی بن الحسین قال ماقت
انہوں نے اپنے والد باقرؓ سے اور باقرؓ نے اپنے
فاطمہ بین المغرب والعشاء فحضرها
والد علی بن الحسین سے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا
ابو بکر وعمر وعثمان والذہیر
مغرب و مشاء کے مابین انتقال ہوا تو ابوبکرؓ
وعبد الرحمن بن عوف
عمر عثمان وزیر اور عبد الرحمن بن عوف آئے
فلما وضعت یصلی علیہا
جب نماز کے لئے فاطمہؓ کا جنازہ رکھا گیا تو

قال علی تقدم با ابا بکر قال
وانت - شاهد یا ابا الحسن
قال نعم تقدموا نحو لاصلی علیها غیر
فصلی علیها ابو بکر رضی اللہ عنہما جعین
ودفنت لیلا اخرجه المهدی وخرجه ابن
السمان فی المواقفة - ریاض الفروج ۶۸

حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ سے فرمایا اے ابو بکرؓ آگے
بڑھئے اس پر ابو بکرؓ نے فرمایا - اے ابوالحسنؓ تمہارا
موجودگی میں میں آگے بڑھوں ماس پر حضرت علیؓ
نے فرمایا - آگے بڑھئے ایسے کہ آپ کے علاوہ کوئی نماز
پڑھا سکتا - نتیجہ ابو بکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی
اور رات کو وہ دفن کی گئیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے تہذیبنا عشریہ طبع ۱۰۷۱ھ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کیا ہے۔
در فصل الخطاب آورد کہ ابو بکر صدیق و
عثمان و عبدالرحمن بن عوف و زبیر بن العوام
وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت
فاطمہ در میان مغرب و عشاء شب سہ شنبہ
سومہ ماہ رمضان سالہ بعد از شہادتہ از واقعہ
سرور جہاد بوقوع آمدہ و سینہ سرش
بست و ہشت بود و ابو بکر بموجب علی
موتضیٰ ہیش امام شد و نماز بڑے گوشت
و چہارتکبیر ہوا و در مسند

فصل الخطاب میں آیا ہے کہ ابو بکرؓ صدیق،
عثمانؓ، عبدالرحمانؓ بن عوف اور زبیرؓ نماز
عشاء میں حاضر تھے۔ اور فاطمہؓ کا انتقال مغرب و
عشاء کے درمیان منگل کی رات کیا و رمضان
کو ہوا۔ چہ ماہ حضورؐ کی وفات بعد گزر چکے
تھے اور فاطمہؓ کی عمر اس وقت ۲۸ سال
تھی۔ ابو بکرؓ علیؓ کے حکم کے مطابق امام
ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور چار
تکبیرات کیں۔

حافظ ابن العنیم صنفائی نے "حلیۃ الاولیاء" میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ
سے نقل کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ
لایا گیا۔ آپؐ نے اس کی نماز پڑھائی اور
چار تکبیریں کہیں اور فرمایا فرشتوں نے آدم

ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجزائزہ
فصلی علیہا وکبر علیہا وریعوا قال کبروا
الملائکۃ علی اہل الاربع تکبیرات وکبر

البوکری علی فاطمة ارباد کیو عمر علی ابی
 بکری ارباد کیو صیب علی عمرو اربا
 کی چار بکریاں کہیں تھیں اور البوکری نے فاطمہ پر چار
 بکریاں کہیں اور عمر نے البوکری پر چار بکریاں کہیں
 اور صیب نے عمر پر چار بکریاں کہیں۔

حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۶۶

کیا حضرت فاطمہؑ نے خود غسل فرمایا تھا ؟

حضرت فاطمہؑ سے متعلق تقریباً تمام مسائل کی وضاحت مکمل ہو چکی لیکن تاہنوز ایک مسئلہ
 زیر بحث باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر اخبارات میں ہمارے مضمون نگار اکثر لکھتے رہتے ہیں
 کہ حضرت فاطمہؑ نے عفات سے قبل خود ہی غسل فرمایا تھا۔ اور خود ہی نئے کپڑے پہن کر لیٹ گئی
 تھیں۔ یہی اُن کا کفن تھا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پُر لطف اور حیران کن لطیفہ ہم سنائے دیتے ہیں۔ واقعہ
 کچھ اس طرح پیش آیا کہ ہمارے محلہ کے ایک عمر رسیدہ بندہ رنگ جو تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم
 رکن ہیں۔ ایک روز راہ میں اچانک میرے کانڈھے پر ہاتھ کر سرگوشیانہ انداز میں استفسار
 فرمانے لگے کہ مولوی جی ایک صاحب نے بڑے وثوق سے یہ بات فرمائی ہے کہ حضرت علیؑ نے
 اپنی نماز جنازہ خود پڑھ لی تھی اور جب میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے اچھا تہی بتا دو کہ ان کی
 نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی ؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ ان صاحب کے لئے تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ
 خود ہی دفن ہو گئے تھے ؟۔ وہ میرا منہ ٹکٹے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت حسنؑ نے نماز پڑھائی
 تھی۔ اور میں اس پر حیران تھا کہ جس شخص نے تبلیغی جماعت میں اپنی زندگی گزار دی اس کی
 علمیت کا یہ عالم ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ ذرا سی نقل بھی استعمال کر لی جائے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے بغیر کسی
 تحقیق کے حل ہو جاتا ہے۔

۱۔ غسل میت انسان کے مرنے کے بعد واجب ہوتا ہے جب تک انسان مرنے سے نہیں گویہ
غسل واجب نہیں ہوتا۔ لہذا اگر حضرت فاطمہؑ اپنے غسل میں پورا بھیرہ عرب بھی صرف کر دیتیں تو
یہ غسل ادا نہ ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ طلیح فارس سے پلنی بہم پہنچایا گیا جو اور اسے لنگا جل کی
طرح متبرک تصور کر لیا گیا ہو۔

۲۔ یہ غسل مرد سے پہرہ گزرا جب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غسل اس کے زندہ و شاد پر واجب
ہوتا ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد کسی کو غسل نہ دیا گیا تو اس کا ہم مرنے والے پر عائد نہ ہوگا بلکہ اس
کے مہرم و وافر اقرار پائیں گے جنہوں نے اسے غسل نہیں دیا۔

امام احمد نے سلمیٰ زوجہ الوراخؑ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کے مرنے سے شدت
اختیار کر لی تو مجھ سے فرمایا۔ اے میری ماں میرے لئے غسل کا پانی تیار کرو۔ میں نے پانی رکھا اور
وہ اٹھیں اور جیسے عمدہ طریقہ پر وہ ہمیشہ غسل کرتی تھیں اسی طرح غسل کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا میرے
لئے نئے کپڑے لاؤ۔ میں نے نئے کپڑے پیش کئے اور وہ انہوں نے پہنے۔ پھر اس کمرے میں
آئیں جہاں ان کا قیام تھا اور فرمایا درمیان کمرے میں میرے لئے بستر لگا دو پھر وہ لیٹ گئیں اور
ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھا اور قبلہ رخ ہو گئیں۔ پھر فرمایا اے میری ماں میں آج مرجاؤں گی
میں نے غسل کر لیا ہے لہذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔

حضرت سلمیٰ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ اسی جگہ انتقال کر گئیں۔ جب علیؑ آئے تو میں نے
ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ سن کر فرمایا واللہ ان کا جسم کوئی نہ کھولے گا پھر حضرت علیؑ
نے انہیں بغیر غسل کے دفن کر دیا۔ (نہ صرف بغیر غسل کے بلکہ بغیر کفن کے بھی)

امام ابن الجوزی جنتی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی تو محمد بن
اسحاق ہے جسے امام مالک اور ہشام بن عروہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

اس کا ایک اور راوی عاصم بن علی ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن ہارون کہتے ہیں۔ ہم
تو اسے ہمیشہ جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔ امام احمد اس کے بارے میں بہرہی دلائل رکھتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یہ

کچھ نہیں۔ اور نسائی کا قول ہے متروک الحدیث ہے

ابن جوزی فرماتے ہیں روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غسل موت واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے کیسے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو یہ بات حضرت علیؓ سے کیسے مخفی رہی۔ پھر امام شافعی اور امام احمد نے یہ جائز سمجھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۹۱

ہم سطور بالا میں متعدد روایات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو تین شخصوں نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت اسماء بنت عیسٰی اور حضرت سلمیٰؓ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ ہیں اور خود بھی حضورؐ کی خادمہ رہیں۔

ہم بار بار یہ اصول تحریر کر چکے ہیں کہ جو روایت بدرتہٰ غسل کے خلاف ہو۔ یا اصولاً شریعہ کے مخالف ہو۔ یا سنت صحیحہ اور اصحاب کے خلاف ہو وہ روایت یقیناً منکوحہ ہے۔ خواہ اس کے راوی فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے ہمیں یہ کہیں حکم نہیں دیا کہ ہم بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بگو اس پر ایمان لے آئیں۔ اور اس روایت کی سند میں ایک زہر بلا ناگ مورخ محمد بن اسحاق شیعہ کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے محمد بن اسحاق کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب ”ایصال ثواب قرآن کی نظر میں“ اور مذہبی داستان حصہ اول میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت فاطمہ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؓ علیؓ کے پاس رخصت کی گئیں تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؑ کے آگے چل رہے تھے۔ جبریلؑ ان کے دائیں تھے۔ بائیں جانب میکائیل تھے۔
اور ستر فرار فرشتے ان کے پیچھے اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ طلوع فجر تک یہ معاملہ جاری رہا۔
ابن جوزی کا بیان ہے کہ روایت موضوع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ توبہ بن علوان شعبہ سے
اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی۔

رہ گیا عبدالرزاق کا بجا بجا ہم اس کا نام نہیں جانتے۔ لیکن

احمد بن عبد اللہ
تو اس کے سلسلہ میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے
ثقة نہیں۔ رہ گیا۔

احمد بن محمد بن ریح
ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ موضوعات
ج ۱ ص ۲۲۔

روایت پر کچھ تو ابن جوزی نے بحث کر دی ہے اور انشاء اللہ ہم بھی کچھ نہ کچھ کلام کریں
گے۔ لیکن ہمارے قارئین یہ ہمہ وقت ذہن میں رکھیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ ہجرت رسول سے ڈھائی
تین سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تو جس وقت حضرت فاطمہؑ کی شادی ہوئی وہ
مکہ کی گلیوں میں لگی ڈنڈ لکھتے پھرتے ہوں گے انہیں مدینہ کی ان باتوں کی کیسے خبر ہوئی۔ اس کا جواب
تبرائیوں کے ذمے!

توبہ بن علوان
ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے صرف لکائی گئی
روایات لی گئی۔ از دہی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ
توبہ بکری ہے۔ شعبہ اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے روایت نہیں کیں۔
اور یہ اہل مدین سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذہبی نے حدیث بالابیان کی اور اس کو بیان کرنے کے بعد لکھا۔ یہ کھد جھوٹ
ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۶۔

اس توبہ سے عبد الرحمن بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ

یہ توبہ بن علوان سے اس نے روایت نقل کی ہے اور حضرت فاطمہ کے
عبد الرحمن بن محمد
ذکر میں ایک باطل روایت بیان کی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۸۶۔

فاطمہ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا

حضرت اسماء بنت عیس کا بیان ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو فاطمہ کے لئے پیغام
عمر رسیدہ اور قریش کے مالداروں نے دیا تھا۔ آپ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ بلکہ اس لڑکے سے
نکاح کو دیا۔

پس جب وہ رات ہوئی کہ جس رات فاطمہ کو رخصت کیا گیا آپ نے ایک شخص سلمان فارسی
کو بلانے بھیجا۔ اور ان سے فرمایا میری شہیا اونٹنی لاؤ۔ جب وہ اونٹنی آگئی تو آپ نے اس پر فاطمہ
کو سوار کرایا۔ سلمان اس اونٹنی کو کھینچ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہانک رہے تھے۔
اچانک آپ نے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ آپ نے گردن پھیر کر دیکھا تو جبریلؑ و میکائیلؑ۔
اسرافیلؑ اور ربیعہؑ فرشتے نظر آئے۔ آپ نے سوال کیا اے جبریلؑ تم کیوں نازل ہوئے؟ ان
فرشتوں نے جواب دیا ہم اس لئے نازل ہوئے ہیں تاکہ فاطمہ کو ان کے خادموں کے پاس رخصت کر
دیں اس لئے کہ ان کا شمار اہل بیت میں نہ ہو اس پر جبریلؑ نے تیکر کی پھر میکائیلؑ نے تیکر کی پھر اسرافیلؑ
نے تیکر کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیکر کی پھر سلمانؑ نے تیکر کی۔ پس یہ کام ختم ہو گیا کہ طہنوں کے سامنے بیٹھے تیکر
کبھی جاتی ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر آئے اور انہیں مل کے بازوؤں بٹھایا پھر فرمایا اے علیؑ یہ تیکر میری جانب
سے ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے اس کی توہین کی اس نے میری
توہین کی اے اللہ اس پر برکت نازل فرما۔ اور انھیں پاک اولاد عطا فرما۔ آپ یقیناً بہت دھماکنے
والے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس شخص نے اسے
وضع کیا اس نے عجیب باتیں بنائیں ہیں۔

راوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری ہانک رہے تھے اور سلمانؓ سواری کو کھینچ رہے تھے یہ واقعہ کھڑنے والے نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری کو چلا رہے ہونگے۔ سلمانؓ تو اس وقت یہودیوں کی غلامی میں معروف تھے اور اس وقت تک اپنی کثابت زریرہ فدیہ سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے اور کوئی بعید بات نہیں کہ یہ محمد بن انس القرمطی نے یا معبد بن عمرو البصری نے وضع کی ہو۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۴۱۔

ہماری سب سے اول عرض یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسماعیل بنت عیسیٰ نے پیش کیا جو اس وقت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ میں وقت گزار رہی تھیں ان کا یہ سنیں دعوہ ہی نہ تھا۔ وہ تو محرم طہ میں مدینہ منیبہ میں۔ آخر انہوں نے یہ کہانی کس سے سنی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور فاطمہؓ کے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا جو حضور کو سواری کی ضرورت پیش آئی اور اگر ضرورت پیش آئی تھی تو طلالؓ کہاں چلے گئے تھے جو سلمانؓ کو بلوایا گیا؟

در اصل ہم کہانیوں کے دلدادہ ہیں اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص وہاں موجود تھا یا نہیں۔ اور چونکہ ہم سنی ہیں، سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں خواہ ایسی روایتوں کا نہ کوئی سر جو نہریر۔ ایمان لانے سے غرض ہوتی ہے لہذا ہم اس کہانی پر بھی ایمان لے آئے۔

یہ روایت جناب جعفرؓ نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے اور ان سے نقل کرنے والا معبد بن عمرو البصری ہے۔ جس سے کوئی ماہر رجال واقف نہیں۔ حتیٰ کہ میں یہ بھی خبر نہیں کہ یہ یہیدہ بھی ہوا تھا یا نہیں۔

اسی طرح مقبرہ سے نقل کرنے والا ابوالحسن احمد بن محمد بن انس بن القرمطی ہے۔ یہ بھی کو بیٹھ ہما کی قسم کا بزمندہ تھا جو مایہوں کے کان میں یہ بات چھوٹ کر چلا گیا۔

فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی جب حشر میں اٹھائی

جائے گی تو اس کے ہاتھ میں خون کے رنگے کپڑے ہوں گے اور وہ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوں گی اور نرہائیں
گی اے منصف میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر دے تو رب کعبہ کی قسم
میرٹی بیٹی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت بلا شک موضوع ہے اور یہ ابن ہمدی اور ابن بسطام سے
آگے نہیں بڑھتی۔

احمد بن علی الرقی ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے علی رضا سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔
یہ اصل میں احمد بن علی بن ہمدی بن صدقہ ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ
واقعاً اس نے علی رضا سے کوئی روایت سنی ہے اور وہ روایت صحیح طور پر ثبات ہو۔ میزان ج ۱ ص ۱۱۲

حضرت فاطمہؑ کے مہر میں پوری زمین دی گئی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ اللہ
نے تیرا نکاح فاطمہؑ سے کیا ہے۔ اور اس کے مہر میں پوری زمین دی ہے۔ پس جو شخص زمین پر غضب ناک
حالت میں چلے گا وہ شام حرام حالت میں گزارے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے متعدد راویوں پر جرح کی گئی ہے لیکن
اصل متہم اس میں ذرا ہے۔

ذارع اس کا نام احمد بن نضر ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ ذارع کذاب ہے۔ و ذارع
ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۶۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغداد کا باشندہ ہے۔ عزت بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اور منکر روایات بیان کرتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔
دارقطنی کا بیان ہے یہ دجال ہے۔ اس کی کینٹ ابھر رہی ہے۔ اس سے یہ عداوت مروی ہے

کہ ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی کہ رہی معطفیٰ اور علی مرتضیٰ جا رہے ہیں۔
اور کھجور کو اسی لئے میٹھائی کہا جاتا ہے اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے) میزوں ج ۱۶۲
اس روایت میں اور بھی متعدد کذاب موجود ہیں۔ میں نے ان کی تفصیل پیش نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کیلئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں فرماتے سنا
اور اس وقت ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ
سے کر دوں۔ اور اس کے بعد جبرائیلؑ نے مجھ سے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے اور اس کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے
تک موتیوں کی ایک لڑی ہے جو یا قوت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ یا قوت سونے سے جوڑے گئے ہیں
ان کمروں کی چھتیں سبز زبرجد سے تیار کی گئی ہیں۔ اور اس میں موتیوں کے طاق بنائے گئے ہیں جو یا قوت
سے جوڑے ہوئے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عبد النور ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس نے ایک طویل حدیث بیان کی، تفصیل نے اپنی کتاب میں اس
کا ذکر کیا ہے۔ اور حقیقی کا بیان ہے کہ عبد النور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم سے یہ روایت محمد بن نامر نے بھی بیان کی ہے اور اس نے اپنی سند
سے عبد النور سے یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کیلئے اس محل میں کمرے بھی بنائے
ہیں جن کی ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ ایک اینٹ موتیوں کی ایک اینٹ یا قوت کی
اور ایک اینٹ زبرجد کی ہے۔ پھر اس محل میں چھتیں تیار کئے۔ جن کے کناروں میں سبزہ آکا ہوا ہے
اور انہیں نہروں نے گھیر رکھا ہے۔ اور نہروں پر موتیوں کی تہ بنے ہیں جو سونے کی لڑیوں سے جوڑے

گئے ہیں۔ اور مختلف قسم کے درختوں سے انھیں گھیرا گیا ہے۔ ان درختوں کی ہر شاخ میں ایک مگر ہوگا۔ ہر گھر میں ایک سپید موتیوں کا بستر لگا ہوگا جس پر لیٹنا آرام دہ ہوگا جس کے پردے سندس اور استبرق کے ہوں گے۔ اس کمرے میں نیچے جو فرش بچا ہوگا وہ زعفران، عنبر اور مشک کا ہوگا۔ ہر قبہ میں ایک حور ہوگی۔ قبہ کے سو دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو بانیاں حاضر ہوں گی اور وہاں دو درخت لگے ہوں گے۔ ہر قبہ میں فرش ہوگا اور کچھ لکھا ہوگا۔ کپڑوں کے چاروں کونوں پر آیت الکرسی لکھی ہوگی۔ میں نے دریافت کیا اسے جبریلؑ اللہ نے جنت کس کیلئے بنائی۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت فاطمہؑ اور علیؑ کے لئے بنائی ہے۔ اس باغ کے علاوہ ان کے لئے اور بھی تحفہ ہے جو اللہ نے انھیں دیا ہے اور یا رسول اللہ آپ کی نگاہیں ٹھنڈی کی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبد النور بن عبد اللہ امام شیعہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔ عقلی کا بیان ہے کہ یہ فاطمی شیعہ ہے۔ اس سے یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو اسماعیلی نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اسماعیلی سنی کا فاضل ہے اس نے بشر بن الولید الهاشمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اس عبد النور سے میرا خیال یہ ہے کہ شیعہ خواہ کچھ بھی ہو اس کریں، لیکن جنگ تبوک کے سفر میں جب کہ فاطمہؑ کی شادی کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا یہ کیسے خیال کیا۔ اور پھر لطف یہ ہے جنگ تبوک میں حضرت علیؑ شریک بھی نہ تھے تو بات کہی کس سے گئی؟

ایک عجیب و غریب تاج

حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو جہنم میں انداز دو کھاتی جھڑیں یہ دونوں میاں بیوی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی یہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں مست تھے کہ اچانک ایک لڑکی ان

کے سننے آئی۔ اور آج تک انہوں نے ایسی ٹوکی نہیں دیکھی تھی۔ اس ٹوکی سے نرچک رہا تھا جس سے ایسی شعا میں نکل رہی تھیں جو قریب تھا کہ ان کی نگاہیں اچک لے، اس کے سر پر تاج تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں دو بالیاں پڑی تھیں۔ آدم و حوا نے عرض کیا اے پروردگار یہ ٹوکی کون ہے۔ جواب ملا یہ فاطمہ بنت محمد کی تصویر ہے جو تیری اولاد کی سردار ہوں گی۔ ان دونوں حضرات نے پوچھا یہ ان کے سر پر کیسا تاج ہے جواب ملا یہ اس کے خاوند علی بن ابی طالب ہیں۔ عرض کیا یہ دونوں مینڈھیاں کیسی ہیں۔ فرمایا یہ ان کے دونوں سے بیٹے حسن اور حسین ہیں۔ ان کا علم تیری پیدائش سے دو ہزار سال قبل تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت جو منور ہے۔ اور حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں شیخہ ان کے بارے میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ ولدا سے نقل کی ہے۔ یہ کچھ نہیں ہیں یہ حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں ہماری زبان میں انہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے یہ شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ انہوں نے یہ داستان اپنے تباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے۔ یہ ایک گھریلو داستان ہے جو حسن عسکری نے بیان کی ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔
موضوعات ج ۱ ص ۲۱۵۔

اہل بیت کو لازم پکڑو

حضرت ابو شیمہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو جہاد پر چیزیں چھوڑ کر چار ہاتھوں ایک کتاب اللہ اور ایک اپنی حضرت۔ اور یہ دو نوبہ چیزیں اس وقت تک ایک جگہ رہیں گی جب تک تم مجھ سے حوض پر نہ ملو۔ پھر سوچو کہ میں تمہیں ان دو چیزوں میں چھوڑ کر چار ہاتھوں۔
ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

عظیمہ امام احمد اور امام تہجدی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عبد اللہ بن عبد القدوس۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یہ رافضی ہے خبیث شے ہے۔

احمد انسجی کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ اس سے روایت تو وہی انسان
عبداللہ بن داہر لکھ سکتا ہے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ اعلل المناہج، ج ۱، ص ۲۶۱

ہم پہلے ایک جگہ تحریر کر چکے ہیں کہ علیہ العنی کلمی کذاب رافضی سے روایات نقل کر تے ہیں۔
اس نے کلمی کی کیفیت ابوسعید رکھ لی تھی تو جب وہ یہ کہتا ہے کہ روایت ابوسعید سے مروی ہے تو
اس سے مراد کلمی کذاب ہوتی ہے حضرت ابوسعید ہمدانی نہیں گویا یہ حدیث نہیں بلکہ کلمی کذاب کا قول ہے
ہم اس پر بھی کلام کر چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن داہر کون ذات شریف ہیں۔ اب رہ گئے عبداللہ بن
عبد القدوس توان کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶۱ دارقطنی
رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبد القدوس کوئی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعش سے روایات
کرتے ہیں۔ مترک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۱
ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبد القدوس کو قہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔
اعش وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن عسٰی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں انسجی کا بیان ہے
کہ یہ کوئی شے نہیں۔ رافضی ہے خبیث ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ ثقہ نہیں دارقطنی کا کہنا ہے
کہ ضعیف ہے ابومعمر کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبد القدوس نے بیان کیا اور وہ خشکی تھا میزان ج ۲ ص ۵۵

اہل بیت کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشد قریبا۔ اللہ سے
اس لیے محبت کر د کہ اس نے تمہیں خدا فرما کر کہ ہے۔ اور مجھ سے اللہ کی محبت کے باعث محبت کر د

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ

احمد بن رزقویہ - ہمارے نزدیک معروف نہیں۔ اور

فاریغ - اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

خطیب اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایت میں نکارت پائی جاتی ہے جو اس کا ثبوت ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ العلل المتنہ فی احادیث الوابیہ ج ۱ ص ۲۶۔

ہو سکتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہوں۔ نہ کہ وہ معنی مراد لئے جائیں جو شیعوں اس لفظ کے مراد لیتے ہیں۔ رہ گیا جناب فاریغ کا حال تو ہم پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

آل محمد کون ہیں؟

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمد کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی۔

ابن جوزی کہتے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں کیونکہ...
نافع ابو ہریرہؓ کی روایت پر دوم غالب ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے
یحییٰ اور احمد بن حنبل نے اسے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ دارقطنی
کا قول ہے کہ یہ موقوف ہے۔ العلل المتنہ فی احادیث الوابیہ ج ۱ ص ۲۶۔
امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

اس کی کیفیت ابو ہریرہؓ ہے۔ عقیلی نے اس کا نام عبد اللہ صدیق بیان کیا ہے۔
نافع بن ہریرہؓ حسن بھری اور انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ یہ بعروہ کذاب شذوہ ہے

امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن معین نے ایک بار اسے کذاب
کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ موقوف ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔

نافع ابوہریرہ مٹروک ہے۔ بقرہ کا باشندہ ہے۔ عطاء اور حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۸۱۔ یہ سنی کا بیان ہے کہ اس جیسے آدمی کو جنت میں پیش کرنا جائز نہیں حاشیہ العلل ص ۲۵۷۔

اہل بیت سے محبت کرنا والے میر درخت کے پتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک درخت ہوں، فاطمہؓ اس کا تنا ہیں۔ علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسینؓ اس کے چل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنت کے حتمی اور یقینی طور پر پتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور موسیٰ بن نعمان سے کوئی واقع نہیں ہے۔

موضوعات ج ۲ ص ۵۔

یہی لکھتے ہیں اس شخص سے کوئی واقع نہیں۔ اس نے یس بن سعید موسیٰ بن نعمان سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۵

نصر بن شعیب نے یہ روایت موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے جعفر بن سلیمان سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۵۱۔

یہ تمار کے قب سے موسوم ہے یہ غلام خلیل وغیرہ سے روایت کرتا ہے محمد بن السری۔ منکرات اور بلاؤں کا ناقل ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۵۵۹

الغرض اس روایت کے تین راوی بے کار اور روٹی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ پختن کے وسیلہ سے قبول کی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا جہاں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تلقین کئے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ کہ

تَجِبْ مُحَمَّدٌ عَلِيٌّ فَاطِمَةُ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ كَادَا سَلَطَهُ جُو مِيرَى تَوْبَةٍ قَبُولٌ زَكَرَ سَ.

الغرض آدمؑ وحواءؑ نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے۔

وَبَنَّا ظُلَمْنَا اَنْفُسًا وَاِنْ لَفِ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اس کی موجودگی میں کسی اور کلمہ کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں اہل سنت والجماعت کے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے آدمؑ نے عرش پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو انہوں نے اس نام کا وسیلہ مانگا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ سب قرآن کے مقابل میں کہانیوں پر ایمان لانے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ دارقطنی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عمر بن ثابتؓ نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ بات حسین الاشعر کے سوا کسی نقل نہیں کرتا۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمر بن ثابتؓ ثقہ اور مامون نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ لوگوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

عمر بن ثابت

حسین بن الحسن الاشقر کوفہ کا باشندہ ہے۔ حسن بن صالح اور زبیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ البرزذک کا قول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔

تہذیبی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ بیک لوگوں کو دینی صحابہ کبار کو گایا دیتا تھا ابن عدی کا کہنا ہے کہ ضعیف رویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو حیلہ بناتی ہے کیونکہ اس کی روایات میں اس کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ منکرات ذکر کیں اور ایک مقام پر صاف طور پر لکھا کہ اس میں تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو عمر البندی کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا کہنا ہے یہ قوی نہیں۔ ابن جبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ شمس میں اس کی وفات ہوئی۔

ابن عدی ایک روایت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور ایک روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام اشقر کی نازل کردہ ہے۔ نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۳۳۔

اس سے یہ داستان نقل کرنے والا محمد بن علی بن خلف العطار ہے۔

محمد بن علی بن خلف العطار۔ یہ حسین الاشقر وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اسے مہتمم قرار دیا اور کہا یہ عجیب و غریب روایات نقل کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث میں تمام بلا اس

عطار کی نازل کردہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۵۱۔

پنج تن حظیرۃ القدس میں ہوں گے

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں فاطمہؓ، علیؓ، اور حسن و حسینؓ حظیرۃ القدس میں ایک سپید قے میں ہوں گے۔ جس کی چھت عرش معلہ ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ اس کا ایک راوی

یونانی کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایات وضع کرتا تھا۔

موضوعات ج ۲ ص ۳۵

اے فاطمہ! اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اللہ تیرے

غضب سے نڈاڑا ہوتا اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۵

یہ خاص گھریلو حدیث ہے۔ اس کے تمام راوی حضرت حسینؓ کے اولاد سے تعلق رکھتے ہیں بیت حسینؓ سے باہر اس روایت کو کوئی نہیں جانتا اس کے آخری راوی حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الکوفی ہے۔

حسین بن زید بن علی علی بن المدینی جو بخاری و مسلم و دیگر کے فن رجال و حدیث میں

استاد ہیں فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابوحاتم رازی کا قول ہے

کہ اس کی بعض روایات درست آمد بعض منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعدی کا بیان ہے کہ اس کی بعض روایات منکر

ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۵

عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز

حسین بن زید سے اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز نے نقل کیا ہے۔ ابن عدی

کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن محمد بن غیر معروف روایات نقل کرتا ہے۔

یہ روایت طبرانی کے زمانے تک خبر واحد ہی اور طبرانی کے علاوہ اسے کسی نے نقل نہیں کیا۔

اور ان کے یہاں ہر قسم کا رطب و یابس جمع ہے۔ ان کی کتاب چوتھے درجے کی کتاب بھی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو معجم کہتے ہیں۔ اور معجم ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو راویوں کے نام سے منسوب ہوں۔ خواہ وہ راوی ثقہ ہوں یا غیر ثقہ۔ ہم نے جلال العیون وغیرہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فاطمہ حضرت محمد بن

ناراض تھیں۔ ان کے کتبوں کے اپنے ہونے کو بلا ناپسند نہیں تھا۔ ان میں سے محبت و ہی نفس کے لئے یہ بھی فاطمہ کا دشمن ہونے

حسن حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے سوال کیا کہ تم حضورؐ سے کب سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا مجھے ملاقات کئے ہوئے اتنے دن ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بُرا جھلاکھا۔ میں نے عرض کیا اب تو مجھے چھوڑ دیجئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا۔ اور آپ سے اپنی اور آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی لیکن آپ بعد المغرب مشا تک نفیس پڑھتے رہے۔ جب آپ لوٹے تو میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے میری آواز سن کر فرمایا کہ حذیفہؓ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا حاجت ہے؟

میرے پاس ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے پروردگار سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی اور اس بات کی اجازت طلب کی کہ مجھے نیچو شجری سناٹے کے فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور ہم اسے اسرائیل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اس طویل روایت میں چند اموح و خام طویر پر قابل غور ہیں۔ آپ بھی ان پر غور فرمائیں۔
۱۔ حضرت حذیفہؓ مدینہ میں مقیم ہیں لیکن ایک عرصہ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے حتیٰ کہ والدہ نے مجبور کر کے انہیں حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔

۱۔ اگر اس کی کوئی خاص وجہ تھی تو پھر حضرت خذیفہؓ پنج وقتہ نماز کس جگہ پڑھتے تھے۔
 ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن و نوافل مسجد میں ادا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مستقل طور پر گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ خلاف اصول عمل کیوں اور کس وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ ۹

۴۔ حضور لیلۃ المغرب گھر جا کر صرف دو سنتیں ادا فرماتے مغرب تا مشا نوافل ادا کرنا اور وہ بھی مسجد میں کیا اس فرضی فرشتے کی آمد کے لئے تونہ تھا۔ ۹

۵۔ اس بشارت کے لئے کیا کسی خاص فرشتے کا نزول ضروری تھا۔ ۹

ہمارے نزدیک جہاں یہ روایت خلاف عقل ہے وہاں منہاً بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی منہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس سے مسلم کے علاوہ تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ سیحی بن معین کا بیان ہے کہ یہ منہال ثقہ ہے احمد العجلی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک ابوالشیر منہال سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہے۔

شعبہ ابتدائیں تو اس کی روایات لیتے لیکن ایک روز اس کے گھر سے گانے کی آواز سن کر شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی۔

حاکم کہتے ہیں کہ سیحی بن سبید القطان نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ جو زبانی اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں یہ بدترین مذہب (کٹر شیعہ) رکھتا تھا جس کا ثبوت خود یہ روایت ہے۔ ابن حزم نے اس کی ایک روایت پر حکام کر کے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ میزان جم ۱۲۷۲
 محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی شیعہ ہے۔ لیکن اس سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں آ سکتا وہ روایات قبول کی جائیں گی جو مناقب اہل بیت اور مشاہب صحابہ سے متعلق نہ ہوں۔
 اور جو روایات اس موصوف سے متعلق ہوں گی وہ قبول نہ ہوں گی۔

پھر یہ روایت پانچ ناول تک ہے واحد رہی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حضرت

حضرت زید کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہؓ سے زہر بن حبیش کے علاوہ اس کا کوئی روای نہیں۔
 زہر سے اس کا منہال کے علاوہ کوئی روای نہیں۔ منہال سے مسرہ بن حبیب کے علاوہ کوئی روایت
 نہیں کرتا اور مسرہ سے اسرائیل کے علاوہ کوئی اور روای نہیں۔ امام ترمذی نے آخری جلد میں اسی
 جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اس اسرائیل کے معاملہ میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اسرائیل ابو اسحاق السبعی کا بیٹا ہے مشہور
 عالم تصور کیا جاتا ہے تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے بلکہ انہیں اس کے حافظہ پر حیرت تھی۔ لیکن امام احمد
 یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اس پر معترض تھے اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے۔

ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ان کی احادیث کو یاد
 رکھتا ہے لیکن یہ روایت انہوں نے اپنے والد سے نقل نہیں کی۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ان کی حدیث کچھ کمزور ہوتی ہے۔ علی المذہبی فرماتے ہیں
 ضعیف ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ اسے بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حزم نے اسے
 ضعیف قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔

بخاری و مسلم نے اس سے صرف وہ احادیث لی ہیں جن کا تعلق اصول شریعت سے ہے۔
 فضائل کی روایات نقل نہیں کیں۔ عبد الرحمن بن ہمدانی ان سے روایت لیتے لیکن یحییٰ بن سعید القطان
 اس سے روایت نہ لیتے۔

محمد بن زید نے اس کی ان متعدد احادیث کو غریب قرار دیا ہے جو وہ اپنے باپ کے علاوہ
 دوسروں سے روایت کرتا ہے۔ اپنے باپ کی روایت میں اگرچہ اسے ثقہ مانا جاتا ہے لیکن اب
 بھی یہ شبہ اور سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۷۷

اسرائیل نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل نہیں کی۔ لہذا اس روایت میں وہ قابل قبول
 نہیں جو اپنے باپ سے نقل نہ کرے۔ اس طرح اس روایت میں کئی راویوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے

اول منہاں شیعہ ہے فضائل میں اس کی روایات ناقابل قبول ہیں۔ اور اسرائیل صرف اپنے باپ کی ولایت میں معتبر ہیں۔ کسی اور کی روایت میں معتبر نہیں۔

اس کا ایک اور زنادی مختصر بن حبیب ہے وہ بھی صرف کام چلاؤ ہے۔ لہذا یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا اور اسرائیل پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

اے اللہ میں حسن و حسین سے محبت رکھتا ہوں

حضرت برآء فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

میں امام ترمذی پر حیرت ہے کہ انہوں نے متضاد روایات کو حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ امام ترمذی نے چند سطروں کے بعد حضرت برآء سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت برآء فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے کاغذ پر حسن بن علی سوار تھے۔ اور آپ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسن سے محبت رکھ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ قرآن محل پہلی روایت میں حضرات حسن و حسین ہر دو کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں صرف حضرت حسن کا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حسن و حسین ہر دو کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔ اس ولایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ دعا حضرت حسن کے لئے اس وقت فرمائی جب آپ حضرت حسن کو کاغذ پر اٹھائے ہوئے تھے۔ تب آپ نے یہ دعا فرمائی اور یہ آخری واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے ظاہر ہے کہ ہر دو روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اور ان میں سے ایک ضرور ضعیف ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت ہر صورت میں ضعیف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت برآء سے

اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اور عدی سے اس واقعہ کو دو شخص نقل کر رہے ہیں۔
ایک شعبہ اور ایک فضیل بن مرزوق۔

شعبہ نے عدی سے وہ الفاظ نقل کئے جو دوسری روایت میں پائے جاتے ہیں اور فضیل نے پہلے الفاظ نقل کئے ہیں۔ گویا یہ ایک روایت ہے جسے دو راویوں نے اپنے استاد سے سن کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسے تیار کیا ہے۔ اس طرح اس روایت کی صحت و عدم صحت کا دار و مدار اس پر موقوف ہے کہ شعبہ اور فضیل بن مرزوق میں کس کو کون سا مقام حاصل ہے۔ شعبہ کے تعارف کے لئے حافظ ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں۔

شعبہ ثقہ ہیں حافظ ہیں۔ متقن ہیں۔ سفیان ثوری فرمایا کرتے ہیں یہ حدیث میں مسلمانوں کا امیر ہے۔ اور یہ عراق میں سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے عراق میں بحال کی چھان بین کی۔ اویس بن عقیل کی حفاظت کی۔ یہ مہبت عبادت گزار شخص تھا۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۷
ان الفاظ پر غور کریں اور پھر حافظ ابن حجر کے فضیل بن مرزوق کے بارے میں جو ارشادات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل بن مرزوق بلا غر کوئی ہے۔ سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تشیع کا اس پر الزام ہے۔ تقریب ص ۲۷۷

یعنی بقول حافظ ابن حجر اسے جھوٹا تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن اسے حدیث میں وہم بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اسی تشیع کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسنؑ کے ساتھ زہد و تقویٰ حضرت حسینؑ کو جوڑ کر ایک نئی روایت تیار کر دی گئی۔ اور امام ترمذی نے اس فضیل کے نام سے اتنا بڑا دھوکہ کھایا کہ وہ بھی روایت کو حسن صحیح فرما گئے۔ اور یہی وجہ ہے حافظ صاحب اسی قسم کی روایات کو بطور حسن ظن فضیل کا وہم تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہم نہیں بلکہ یہ خالص تشیع ہے۔ جو بعد اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس کا اصل فیصلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دیگر محدثین کے اقوال بھی سامنے کو آجوں ہوں۔ حافظ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس فضیل کو سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ مشہور شیعہ تھا۔ لیکن صحابہ کو بُرا نہ کہتا تھا (یعنی تفسیر باز تھا) ابوعبد اللہ الحاکم کا بیان ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرائط میں داخل نہیں۔ یعنی اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے محدثین نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کی روایات کیوں نقل کیں۔

ابن عبّان کا فیصلہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے۔ غلط روایات ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اور حقیقتہً العوفی سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اگر اس کی روایت دوسروں کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میزان الاعتدال ص ۳۳

جہاں تک یحییٰ بن معین کے قول کا تعلق ہے کہ یہ فضیل ثقہ ہے تو احمد بن بی شیمہ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ گویا اس فضیل کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کوئی ثقہ قرار نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ سفیان کو اس کے صحیح حالات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ سفیان مکہ اکرم میں مقیم ہو گئے تھے۔ اور یہ کوفہ میں برابکان رہا۔

عبد الرحمن بن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے سنا ہے کہ یہ فضیل سچا ہے اس کی حدیث ابھی ہوتی ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھی جائے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کی روایت حجت سمجھی جائے۔ فرمایا نہیں۔ الجرح والتعلیل ص ۱۷۸

اس فضیل بن مرزوق نے ابو اسحاق کے واسطے سے حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم ابو بکر کو امیر بناؤ گے تو اسے امین، مسلم، دنیا میں زاہد۔ اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ گے تو اسے قوی امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اور اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو علیؑ کو ہادی مہدی پاؤ گے

وہ تہیں طریقت کی راہ پر چلائے گا۔

یہ عقدہ تو حل ہو گیا کہ یہ طریقت کہاں سے چلی ہے اور کون اس کا بانی ہے۔ آئندہ سے ہم ہر ایک کو بتا سکیں گے کہ طریقت کی راہ سب سے پہلے فضیل بن مرزوق نے بتائی تھی۔
الغرض اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ وہ روایت جس میں حضرت حسین کا ذکر ہے وہ فضیل بن مرزوق کی اختراع ہے۔ نہ معلوم امام ترمذی اسے کس رو میں صحیح قرار دے گئے۔ ممکن ہے وہ بھی حافظ ابن حجر کی طرح حسن ظن کا شکار ہوں

بیج تنی فارمولا

حضرت زہید بن ارقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ - فاطمہؑ - حسنؑ - حسینؑ کو دیکھ کر فرمایا تم چاروں جس سے صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا اور تم جس سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۸۷
اگر فی الواقع یہ روایت درست ہے تو را فضیول کو چاہیے کہ حضرت ابو بکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ علیہم السلام کی شان میں گستاخوں سے باز آجائیں کیونکہ ان حضرات نے ان خلفاء اربعہ سے بیعت کی تھی۔

یہ روایت کیا درجہ رکھتی ہے؟ اس کے متعدد راوی قابل اعتراض ہیں۔
سب سے پہلا راوی ضعیف ہے حضرت ام سلمہؓ کا خلام بیان کیا جاتا ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف غیر معروف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۰۰۔ اس سے ابو داؤد - ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

ضعیف سے یہ روایت نقل کرنے والا سستی ہے۔ یہ کون سا سستی ہے یہ معلوم نہیں۔ اس لئے کہ سستی کے لقب سے وہ شخص مشہور ہیں۔

۱۔ اول اسماعیل بن عبد الرحمن السدی۔ یہ سستی بحیر کے لقب سے مشہور ہے۔

۲۔ محمد بن مروان السدی۔ یہ سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اب ہر دو کا تفسیر حال امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

سُدی کبیر یعنی اسماعیل بن عبدالرحمان کے بارے میں سحیح بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن سعدی کہتے ہیں سچا ہے۔ لیکن امام سحیح بن معین فرماتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ابوقاتم کہتے ہیں حجت نہیں مسلم بن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ ایک بار یہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر سے ابراہیم نخعی کا گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا یہ شخص تفسیر قوم بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جس سے لوگ خوش ہوں۔ بلکہ ایک بار کسی نے ان کے سامنے کہا کہ اُسدی کو قرآن کا بہت بڑا علم دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا قرآن کا علم نہیں دیا گیا بلکہ اسے حیالت کا دافر حصہ ملا ہے عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ جو زبانی نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو ہی شخص تو اصل جھوٹے ہیں ایک سُدی کبیر اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد المروزی کا بیان ہے کہ میں اس سے احادیث سننے کے لئے گیا۔ ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گایاں دینی شروع کر دیں اس کے بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۶

یہ تو سُدی کبیر کا حال تھا۔ اب ذرا السدی صغیر کا چہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس ذات شریف کا نام محمد بن مروان ہے۔ ذہبی کہتے ہیں محدثین سے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ سحیح بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میں اس سے بڑھاپے میں ملا تھا۔ لیکن میں نے اس سے بڑھاپے کی وجہ سے اس سے روایت نہیں لی۔ میزان ج ۲ ص ۲۳۶

السید صبیح المہدی محشی کتاب الفضلاء والمتروکین للذی وقطنی حاشیہ میں

تحریر فرماتے ہیں۔

کُستِی صغیر کے بارے میں بخاری کا قول ہے کہ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔
 اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں مترک ہے۔
 ابن حبان کا بیان ہے کہ حذیفہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں سے موضوعات کہانیاں نقل کرتے ہیں۔
 میزان ج ۴ ص ۳۳۱ الضعفاء الصغیر ۳۲۰ - الضعفاء والمتروکین ص ۵۳۸ الملحون ج ۲ ص ۲۸۶
 (الضعفاء والمتروکین للہ از قطنی ص ۱۵۲)۔

اس روایت کا قیصر راوی اسباط بن نصر الہمدانی ہے۔ اس کی روایات بخاری کے علاوہ
 تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ امام احمد نے اس کے
 مسائل میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن ابونعیم کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن مدی لکھتے ہیں اس کی یہ روایت منکر ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۵۱
 اس اسباط سے نقل کرنے والا ابونعیمان ہے ہم اس کے حالات سے اس لئے بحث
 کرنا نہیں چاہتے کہ کچھ مزید صفحات منال ہوں گے۔ کیونکہ ابونعیمان چھ اشخاص کی کینت ہے۔
 اور اس روایت کے منکر و مردود ہونے کے لئے صرف سببی اور اسباط کا وجود بہت کافی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین کا لعاب چوستے

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن و حسین کا لعاب
 اسی طرح چوستے دیکھا جیسے کوئی خشک کھجور کو چوستا ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ البصری اس روایت کا راوی اسرائیل ہے جو بعد میں منہجاً آباد
 ہو گیا تھا۔ ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے

ثقہ قرار دیا تھا۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۸

میرے نزدیک اس کے دو راوی محمد بن ہارون بن حمید اور حسن بن حماد مجہول ہیں۔ اس کا
 ایک راوی یحییٰ بن یعلیٰ ہے اگر اس سے مراد یحییٰ بن یعلیٰ القطنانی ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔

ہم تھہ اول میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ۹ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ گویا وفات رسولؐ کے وقت ان کی عمر دو سال تین ماہ تھی اور اس عمر میں بچہ کی زبان نہیں چوکی جاسکتی۔

حضرات حسنینؓ کے تعویذ بندھے ہوئے تھے

حضرات عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبریل علیہ السلام کے پر کے ریشے تھے۔ میزان ج ۱ ص ۲

ابراہیم بن سلیمان
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں ابراہیم بن سلیمان سے نقل کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس ابراہیم نے اسے وضع کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲

حافظ ابن حجرؒ یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت اسی ابراہیم بن سلیمان نے وضع کی ہے۔ اسے ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں احمد صاحب افغانی نے نقل کیا ہے۔ احمد ابن حبان نے اس ابراہیم کا کتاب الفتاح میں ذکر کیا ہے۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۳
ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اسے ثقہ یا ضعیف کہنا بے کار ہے۔ اسے مجہول کہنا زیادہ مفید ہے۔

خلاد بن عیسیٰ
ابراہیم نے یہ روایت خلاد بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ یہ حکم اور ثابت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے سناک اور حسین جعفی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابوقاتم کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحت کے قریب ہوتی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ نقل مدبث میں مجہول ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵

قیس بن الربیع یہ شخص قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بذاتِ خود تو سچا ہے۔ لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ اس سے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لیں ہیں۔

امام شعبہ اور چند دیگر حضرات اس قیس کی بہت حدوثنا کرتے کیونکہ قوی نہیں۔ یعنی بن معین فرماتے ہیں۔ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے اس کی روایت کیوں ترک کر دی، انھوں نے فرمایا یہ شیعی تھا۔ غلطیاں بہت کرتا اور اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ دکیع بن ابراح اور علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ مروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری الضعفاء الصغیر میں لکھتے ہیں۔ اس قیس بن الربیع کی کثرت البوحد ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ دکیع بن ابراح اسے ضعیف کہتے۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ اس قیس کی موت ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ الضعفاء الصغیر ص ۶۵

لیکن لکھتے ہیں قیس بن الربیع کوفہ کا باشندہ ہے۔ موقوف الحدیث ہے۔ الضعفاء المتروکین للنسائی ص ۵۹۔ اس کا تفصیلی حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض اس روایت کے اکثر راوی ماثلاًئند ہیں۔

جنت الفردوس کو حسن و حسین کے ذریعہ زینت دی گئی ہے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنت الفردوس پیدا فرمائی تو اس نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے کچھ زینت دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے حسن و حسین کے ذریعہ زینت دی ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۲

یعنی جب تک حسن و حسین دنیا سے تشریف لے جا کر جنت الفردوس کو زینت نہ بخشیں گے

وہ بے زینت کھڑی رہے گی۔ حتیٰ کہ ہزار ہا سال اس پر اسی طرح گزر جائیں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ کھنڈر میں تبدیل ہو جائے۔

اس روایت کو فضل بن یوسف القصبانی نے حسن بن صابر الکسائی کے ذریعے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ حسن الکسائی منکر الحدیث ہے۔ پھر ابن حبان نے یہ روایت بیان کی اور اس کی اوپر کی سند بیان کی۔ یعنی وکیع، ہشام، عروہ، حضرت عائشہؓ، مزینان ج ۱ ص ۲۹۶

ہم نے اپنی عمر عائشہؓ نامی کتاب میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جب تک ہشام مدینہ میں رہے ہر قسم کی فتوں سے محفوظ رہے۔ لیکن عراق میں قدم رکھتے ہی لوگوں نے ان کی جانب سے جھوٹ بھننا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ہمیں ہر اس روایت پر شک ہونے لگا جسے اہل عراق ہشام سے نقل کریں۔ اور اتفاق سے اس کے راوی بھی عراقی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے پر ہمیں ڈر محسوس ہوتا ہے۔

یہ روایت حضرت عقیل بن عامر سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھے دو ستونوں سے زینت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیا میں نے تجھے حسن و حسین کے ذریعے زینت نہیں دی؟ جنت یہ سن کر اسی طرح تاپنے لگی جس طرح کوئی دھن خوشی میں نہ سکتی ہے اس روایت کا راوی

احمد بن محمد بن الجراح ابن رشد بن محمد بن عبد الباقع المصری ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔

محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ اور اس کی روایات منکر قرار دیا ہے۔ مزینان ج ۱ ص ۱۳۱

اس احمد بن محمد بن الجراح نے یہ روایت حمید بن علی الجعفی سے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور انتہائی وابھی انسان تھا۔

حمید بن علی

مزینان ج ۱ ص ۱۳۱

اس حمید نے یہ کہانی ابن کثیر سے نقل کی ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے گویا یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ ردی ہے۔

ابن ابی عمیر

مجھے سب سے زیادہ محبوب حسن حسین ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے نذر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب حسن و حسین ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۴۶۱

اس کا راوی یوسف بن ابراہیم اللکائی ہے جو یہ کہانی حضرت انسؓ سے نقل کر دیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حضرت انسؓ کی جانب بھولی داستانیں منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں ایسی روایات کو بیان کرنا بھی سلال نہیں۔

سنائی کا بیان ہے کہ اس کی کینت ابو شیبہ ہے۔ یہ عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ ابو حاتم راوی فرماتے ہیں کہ یوسف بن ابراہیم ضعیف ہے۔ یہ عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ ابو احمد عالم کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی نے اس کی روایات کو منکوح قرار دیا ہے۔ میزان جلد ۲ ص ۴۶۱

جنت کو حسن و حسین کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا

برخیع الا راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھے بہت زیب و زینت دی تو میرے ستون بھی خوبصورت بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا میں نے تیرے ستونوں کو حسن و حسینؓ کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔

جنت جیسی بڑی جگہ جہاں ارہبارب انسان ہوں گے۔ اس کے لئے صرف دو ستون قطعاً ناکافی ہوں گے۔ لہذا اس میں بارہ اماموں اور دیگر صحابہ کا بھی اضافہ ہونا چاہئے تاکہ کچھ حصوں کا کام چل جائے۔ ورنہ دو ستونوں سے تو وہ حصہ بھی مزین نہ ہوگا جو حسن و حسینؓ کو ملے گا۔

اس روایت کو عبدان نے معرفۃ علوم الصحابہ میں محمد بن احمد سے نقل کیا ہے۔ ذہبی کا بیان

ہے کہ یہ ایک مجہول شخص ہے۔ اور اس کی روایت باطل ہے۔ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

اسمعیل بن عیاش اس روایت کو سمجھنے کے لئے اسمعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ اس کا حال سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ کہ اس اسمعیل کی وہ روایات قطعاً ناقابل قبول ہیں جو اہل شام کے علاوہ وہ کسی اور جگہ کے راوی سے روایت کریں۔ اور وہ یہ روایت ہانی بن متوکل الاسکندرانی سے نقل کر رہا ہے۔

ہانی بن متوکل الاسکندرانی یہ ہانی ناقابل قبول ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی اکثر روایات منکوحہ ہیں۔ اس سے اجتماع جائز نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۹

محمد بن عیاض ہانی بن متوکل نے یہ روایت محمد بن عیاض سے نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سوریہ دونوں افراد مجہول ہیں۔ اسی طرح عباس بن زریع بھی مجہول ہے۔ اور زریع نامی کسی صحابی کا تذکرہ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ جو سکتا ہے کہ یہ ایران کے کسی آتشکدے کی یادگار ہو۔

ویسے بھی یہ روایت خلاف عقل ہے کیونکہ جنت کوئی چھوٹی سی کوٹھری نہیں جس سے کتنے صرف دوستوں کا فی ہوں۔ ویسے جنت ایک باغ ہے وہ باغ بڑھت نہیں ڈالی جاتی کہ اس کو ستونوں کی ضرورت لگتی ہو۔

جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھ کر حوہ حسین کو دیکھ لے

حضرت جابر فرماتے ہیں جسے کسی جنتی انسان کو دیکھنا ہو وہ حسین کی بانب دیکھ لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۹

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت سنن ابی یوسف میں بھی ہے۔ اس کا راوی ربیع بن سعد بمعنی الکوفی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ابن حبان نے بھی اس روایت کو اپنی انواع میں نقل کیا ہے۔ لیکن انہوں

نے بھی بیع بن سعد سے نقل کیا ہے۔

ربیع بن سعد تک یہ روایت خبر واحد رہی ہے۔ یعنی سو سال تک ہجر ایک فرد کے اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور یکا ایک راضیوں کی مہربانی سے یہ چارواگ عالم میں پھیل گئی۔ حالانکہ حدیث جابرؓ انت لوگوں میں داخل ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کیا۔

اگر جنتی ہونے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ کے قرآن میں اعلان کیا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِذْنِ
رَحْمَةِ اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَ
أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اور مہاجرین و انصار سے پہلے لوگ اور وہ لوگ
جنہوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی
ہوا۔ اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور ان کے لئے
ایسی جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں بہتی
ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ
ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین و انصار جنتی ہیں اور ان سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اور مہاجر
و انصار کی اولاد متبعین مہاجرین و انصار میں داخل ہو کر تو جنتی بن سکتی ہے۔ لیکن اصلاً تو جنتی مہاجر
و انصار ہیں۔ اور مہاجرین و انصار کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے جنتی ہونے کا دعویٰ غلطی تو ہو سکتا ہے
لیکن قطعی اور یقینی نہیں۔

جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کریگا

یعنی کب مرہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دعوت میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ گئے۔ راہ میں حسینؓ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور انہیں
پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ لڑکا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لڑے۔

ہمسائے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے پڑ لیا۔ اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی کھوپڑی پر۔ اور فرمایا، حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۲

اس روایت کے دو راوی قابل اعتراض ہیں۔ ایک عبداللہ بن عثمان بن نفیم اور دوسرا یعقوب بن حمید بن کاسب۔

عبداللہ بن عثمان بن نفیم المکی

اس سے بخاری کے علاوہ اور سب صحاح کے مسنفین نے روایات لی ہیں۔ ابن الدردقی نے

یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں اور احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ حجت ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی یہ حدیث نقل کر کے ”اشحد سرمد کو لازم پکڑو“ بیان کر کے کہا ہے۔ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے میزان جلد ۲ ص ۴۵۹

یعقوب بن حمید الکاسب الدنی

اس سے ابن ماجہ نے روایات لی ہیں اگرچہ امام ذہبی نے ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی دو روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں سے یہاں یعقوب بن حمید کی روایت آئی ہے۔ اس سے مراد یعقوب بن حمید الدردقی ہیں۔ یعقوب بن حمید الکاسب الدنی نہیں۔

بخاری کہتے ہیں یہ سچا انسان ہے۔ میں نے اس میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا اس پر تو عہد جاری ہوئی تھی۔

ابو زرعہ سے جب اس کی روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ ابو حاتم کا قول ہے ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا شمار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عام روایات منکر اور غریب ہوتی ہیں۔

ابن عثما بیان ہے کہ اس سے بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن بہت سی غریب ہیں۔ ابو داؤد کا بیان ہے جب ہم نے اس کی روایات کو دیکھا تو ان میں سے بہت سی منکر پائیں۔ میزان ج ۴ ص ۴۵ نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ کتاب الضعفاء نسائی ص ۱۱

یہ تو اس روایت پر سندی بحث ہے۔ لیکن جہاں تک معنوی معاملات کا تعلق ہے تو ہم یہ کسی مناسم پر عرض کر چکے ہیں کہ اسباط سبط کی جمع ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے اور عبرانی زبان میں سبط بمعنی پوتا ہے۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ صاحبزادے ہوئے۔ لہذا ہر صاحبزادے کی اولاد سبط کہلائی، جس کی جمع اسباط آتی ہے۔ قرآن میں یہ لفظ ہر جگہ پوتے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن تیشیع کی فریب کاریاں ہیں کہ انہوں نے حسن و حسینؑ کو سبط کے نام سے مشہور کر دیا حالانکہ اگر سبط معنی نواسہ آتا ہے تو اور نواسوں نے کو نسا قصور کیا تھا جو ان کو اولاد ہونے سے خارج کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے ہر لڑکی کے اولاد ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت ثناء یزیدؑ :- ان کے ایک لڑکے کا نام علی ہے۔ اور یہ وہی علی ہیں جنہیں حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے کا ندھوں پر چڑھایا اور انہوں نے کعبہ کا بیت توڑ کر بھینکا۔ ان کے والد کا نام ابو العاصؑ ہے جو اموی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ یہ وہی ابو العاصؑ ہیں جنہیں حضور نے حضرت علیؑ پر اس وقت فوقیت دی جب حضرت علیؑ نے فتح مکہ کے وقت ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا تھا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابو العاصؑ نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ لیکن اے علیؑ اگر تم ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو فاطمہؑ کو طلاق دیدو۔

ان ابوالعاص کی ایک صاحبزادی امامہ ہیں۔ جن سے حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق نکاح فرمایا۔

دوسری صاحبزادی رقیہؑ ہیں۔ کا انتقال جنگ بدر کے وقت ہوا۔ اور ان سے عثمان کے ایک صاحبزادے عبداللہ نامی ہوئے۔

تیسری صاحبزادی ام کلثومؑ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے عبدالرحمن نامی پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ تمام نواسے اور فواسیاں اموی باپ سے پیدا ہوئیں۔ اور چونکہ ایرانی مذہب میں نسب نامہ باپ اور ماں دونوں سے چلتا ہے۔ اس اصول کو اسلام میں پھیلانے کے لئے پنج تن کی کہانیاں وضع کی گئیں۔ اور برصغیر ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا۔ جو شیعوں کے اس بنیادی مسئلے کا قائل نہ ہو۔

جس نے حضرت حسن و حسینؑ کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اگر ان ہر دو حضرات کے تخلیقات میں فرق ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ شیعوں کی طرح کوئی فیصلہ نہ کریں کہ نام تو حضرت حسنؑ کا لیتے۔ ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ حسنؑ مذل وجہ المؤمنین اور مسود وجہ المؤمنین ہیں اور اس طرح حسینیہ کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ بلکہ اپنی جگہ دونوں کو درست کہتے رہیں۔ اور کسی کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت پر ہی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارا ہم خیال بنا چاہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؑ کی صلح کی فیصلت بیان کی ہے۔ لہذا جو مسلمانوں میں صلح کرائے گا وہ حضورؐ کی نظروں میں مدوح ہوگا۔ اور جو مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریگا

وہ رسول اللہ کی نظروں میں مذموم ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور علی الخصوص جب دیگر صحابہ اور امت بھی اس کے خلاف ہوں بخیر بہ باتیں مضمون سے باہر کی ہیں اس لئے ہم اصل مضمون کی جانب آتے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی اعوف ہے جس کی کینت ابوالجہاف ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت پائی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں وہ پسندیدہ انسان تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شخص میں کوئی خرابی نہیں۔ امام احمد اور سیوطی میں کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی حدیث حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام

روایت ابی بیت کے فضائل کے سلسلہ میں ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ ایسی منکرات پیش کیں کہ ان کو اکثر محدثین نے موضوع قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱
ایسی صورت میں اس کی وہ روایات جو فضائل علی و حسین سے متعلق ہوں کیے قبول کی جاسکتی ہیں۔

حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں

حضرت یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حضرت حسین ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ پھر ادھر ادھر بھاگے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہٹانے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے ہچکچاہٹ کیا۔ ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور ایک ٹھوڑی کے نیچے۔ اور اُس کا پیار لیا۔ اور فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص حسین سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۲۳۸

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔ یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یحییٰ بن سلیم۔ جہد اللہ بن عثمان بن غنیم۔ سعید بن ابی ارشد

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی: اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بن سعد، ابن وہب اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہ، بخاری، اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں ہم نے اس میں صرف بھلائی دیکھی ہے۔ یہ فی الواقع سچا آدمی ہے۔
مقرن محمد الاسدی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ کے مشہور شاگرد عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ان کے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے

فرمایا اس پر حد جاری ہوئی تھی۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے سماع میں ثقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔

امام ابو زرہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اپنا انکار میں سر ملادیا۔
نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ یہی قول یحییٰ بن معین کا ہے۔ اور ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ معاصر حدیث میں سے ہے لیکن اس کی غریب اور منکر روایات کاٹیں۔
امام بخاری نے دو موقوفوں پر اس کی روایت لی ہے۔ ایک کتاب الصلح میں اور ایک حاضریں بدر میں۔ لیکن بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس سے یعقوب بن ابراہیم الدورقی مراد ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ بخاری کی مراد یعقوب بن حمید نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ اس یعقوب کی روایت میں کوئی ثرابی نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت سی احادیث کا راوی ہے۔ غریب روایات بھی بہت نقل کرتا ہے۔ میں نے اس کی مسند قاسم بن ہمدانی سے سنی تھی۔ اس نے اس کی روایات کو، ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں غریب، مشوخ۔ اور ان اہل مدینہ کی روایات بھی یقیناً جن سے کوئی روایت نہیں کرتا۔

زکریا بن یحییٰ اعلمانی کا بیان ہے کہ میں نے ابو داؤد سجستانی کو دیکھا کہ انہوں نے اس کو

روایات اپنی تحریکات کی پشت پر نوٹ کر رکھی تھیں۔ میں نے ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم نے ان کی منہ کو دیکھا تو اس میں بہت سی منکر روایات پائیں۔ ہم نے اس کی اصولی روایات کو دیکھا لیکن اس میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اور مرسل میں اضافہ کر کے اسے مُسنَد بنا یا گیا تھا۔ اس کا انتقال ۱۷۸ میں ہوا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۱۷۸
الغرض یہ یعقوب بن حمید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سلیم:۔ اسے ابن ابی سلیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو بلج ہے۔ قبیلہ بنی خزاعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسطہ کا باشندہ ہے۔ عمرو بن ہیمون الاودی سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اسے یحییٰ بن معین، ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد واسطی ہے تب تو یہ ہے لیکن اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد واسطی الحجازی ہے تو اس کا حال درج ذیل ہے۔

یحییٰ بن سلیم الطائفی:۔ اس نے حذّار (مقابل) مکہ میں اقامت اختیار کی تھی یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شافعی اور حسن الزعفرانی نے حدیث روایت کی ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے بہت سی احادیث نقل کرتا ہے۔ شافعی اور حسن الزعفرانی کا بیان ہے کہ یہ بہت فاضل تھا۔ ہم اسے ابدال میں شمار کرتے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس کی احادیث کو دیکھا تو اس میں بہت خلط ملط پایا لہذا میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ ایسا اور ویسا تھا۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۴
نسائی کچھ ہیں یہ قوی نہیں۔ ص ۱۱۲ کتاب الضعفاء والمتوکلین

عبداللہ بن عثمان بن خثیم : یہ شخص مکہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کے علاوہ بقیہ محدثین
نے اس سے روایات لی ہیں

ابن الدورقی نے سچائی بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں۔ احمد بن ابی ہریرہ
نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ محبت ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ ابن خثیم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث میں نیک ہے۔ اور کبھی
فرمایا اس کی حدیث محبت نہیں۔ نسائی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عثمان
بن خثیم حدیث میں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۵

سید بن راشد : اسے ابن ابی راشد بھی کہتے ہیں یحییٰ بن مرہ سے حدیث روایت کرتا ہے
اور اس سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔

ترمذی نے فضائل میں اس کی روایت حسین بنی و امام حسین کو حسن قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۵
خود ذہبی نے میزان میں دوسرے مقام پر لکھا ہے لا تقفوا بجمعین الترمذی۔ ترمذی جس
حدیث کو حسن کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔ گویا کہ ترمذی کی تحسین کوئی مقام نہیں رکھتی۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ سید بن راشد جو یحییٰ بن مرہ سے
نقل کر رہا ہے وہ سید بن راشد المازنی الساک نہیں ہے۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل اور کوئی ثبوت
موجود نہیں۔ اگر یہ مازنی ہے تو بخاری کا بیان ہے کہ یہ سید بن راشد منکر الحدیث ہے۔ سچائی کا بیان
ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اور نسائی کہتے ہیں مترک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵ کتاب الضعفاء والمتوکلین

الضعفاء والمتوکلین ۵۔ الضعفاء والمتوکلین ۵۔ الضعفاء والمتوکلین

اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسباط کا لفظ متعدد مقام پر

آیا ہے جیسے

کما وجنا الی ابواہیم واسمعیل جیسے ہم نے ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب
واسمعیل و یعقوب والاسباط اور اسباط کی جانب وحی کی۔

ہم جب قرآن پر غور کرتے اور سبط کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ تو کسی مقام پر بھی سبط لڑے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پر پوتے کے معنی میں آیا ہے۔ گویا اس روایت میں بیض کا ذکر ہے چونکہ شیعوں نے اس لفظ کو حضرت حسین کے ساتھ لگا کر مشہور کیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ کا وجود خود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو پوتے کے لئے استعمال کیا تھا لیکن روایات کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن غلط لفظ استعمال کر رہا ہے۔ گویا یہ قرآن غلط ہے۔ مفسر قرطبی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسباط یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں کو کہا جاتا ہے جو بارہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو سبط بولا جاتا ہے۔ گویا سبط بمعنی قبیلہ ہے۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۵۲۵

گویا وہ ہر روایت جس میں لفظ سبط کو لڑے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ وہ شیعوں کی اختراع ہے۔ اسی لئے یہ لفظ ہر جگہ حضرت حسین کے ساتھ ملتا ہے۔ کیونکہ ایرانیوں میں نسب نامہ خواہ باپ سے چلے یا ماں سے اسے نسب میں شمار کیا جاتا ہے۔ جبکہ اہل عرب عورت کو نسب میں داخل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے لڑکی خواہ کسی خاندان کی ہو۔ اولاد باپ کی جانب منسوب ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ کی صاحبزادیوں کی اولاد چونکہ ہاشمی نہ تھی۔ اس لئے شیعوں نے اسے قبول نہیں کرتا۔ اور اسی باعث سیدہ زینت حسین جن کی عمر پچاسی سال ہوئی انہیں قبل از موت کہہ دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اکثر نکاح امویوں سے کئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ اور ان سے اولاد ہوئی جو عربی قبائل کے لحاظ سے اموی کہلائے گی۔

فرمایا علیؑ آیا ہے جو آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ علیؑ کے ساتھ حسن و حسین بھی آگئے۔ عباسؑ نے فرمایا یا رسول اللہؐ یہ آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا اے چچا یہ آپ کی بھی اولاد ہے۔ پھر عباسؑ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جیسے میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ایسی محبت عطا فرمائے۔

طبرانی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن الاصلح نے اسے اپنے باپ اصلح سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبد اللہ بن اصلح۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس نے متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔ ابوامامہ زہری بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں ابن جہان کا قول ہے کہ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے اسے بھی نہیں سمجھتا۔
العلل المتباہین فی ما روایت الواہد ج ۱ ص ۲۵۸۔

اس عبد اللہ بن اصلح کے باپ کا نام اصلح ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں۔ اس اصلح اصلح کے باپ کا نام بھی عبد اللہ ہے قبیلہ کسندہ سے تعلق رکھتا ہے چچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۔

ذہبی کہتے ہیں۔
اس اصلح کی کنیت ابو حنیفہ المکندی ہے۔ کوثر کا باشندہ ہے۔ اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔ امام شافعی اور ان کے اہل زمانہ لوگوں سے روایت لیتا ہے۔ اس نے ثوری اور قطان سے روایت لے ہے۔

یحییٰ بن یعین اور احمد بن عبد اللہ العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ غیطر کے قریب ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں یہ بھی رائے رکھتا ہے۔ سعید القطان

کا بیان ہے کہ اس کی جانب سے میرے دل میں شک ہے۔ ابن عمرؓ دیکھتے میں سچا آدمی سے لیکن شیوہ ہے۔ جو زبانی گایان ہے کہ یہ ابلج افتر بازنہ ہے۔

اسحاق بن موسیٰ الکندی نے شریک سے نقل کیا ہے، انہوں نے ابلج سے کہ ہم یہ سنتے آئے تھے کہ جس نے البرکہ و عمر کو ہرا کہا یا وہ فقیر ہوا۔ یا قتل ہو کر مراد ۴۵ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس روایت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مکرمر مولیٰ ابن عباسؓ ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو واجب القتل سمجھتا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان سمجھتا ہو۔ غالباً جناب ابلج عکرمہ کی اس بات سے واقف نہ تھے۔

۱۔ فطرہ مقصود فطر بن خلیفہ ہے اس کی کنیت البرکہ سے کو فرما باشندہ ہے۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث جھٹ نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابو بکر بن عیاش کا قول ہے کہ میں نے اس کی روایت اسی لئے چھوڑی کہ یہ بہت بدعتیدہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس فطر کو اگرچہ بھیجی نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ خالی قسم کا شبہی تھا یعنی اس لکڑی کا بجاری جس پر زید بن علی کو چھانسی دی گئی تھی)

احمد بن یونس کا قول ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر گذر جاتا تھا جیسے کوئی کتے کو چھوڑ کر گذر جاتا ہے۔ عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے اس فطر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شیعہ ہے۔ اہل مسلم کے علاوہ باقی پانچوں نے اس سے روایات لی ہیں ۵۵ میں اس کا انتقال ہوا۔

حضرت حسینؑ کیلئے آسمان سے بجلی کی آمد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسینؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؑ سے بہت محبت فرماتے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اچھا اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ بھی اس کے ساتھ چلے جائیے۔ پہانک آسمان سے ایک بجلی آئی اور اس کی روشنی میرے حسین چلے۔ حتیٰ کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ روایت اعمش سے موسیٰ بن الحنفیہ کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ مگر بھی بن معین کا بیان ہے کہ موسیٰ بن عثمان کوئی شے نہیں۔ ابو حاتم لڑی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۵۸۔

ذہبی کہتے ہیں۔

موسیٰ بن عثمان حکم بن عتبہ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ فانی قسم کے شیعہ ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ اس موسیٰ بن عثمان نے اعمش، مجاہد کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے سلام علی آل لیس کا مقصد ہے کہ ہم آل محمد ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۲۔

روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ رات کی تاریکی کا ہے۔ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کسں بچے کو تاریکی میں اکیلے جانے کی فہمائش کرنا ممکن نہیں۔ ویسے بھی آسمانی بجلی کی روشنی دیر تک قائم بھی نہیں رہتی کہ اس کی روشنی کی مدد سے راستہ طے کیا جاسکے۔

اولاد فاطمہؑ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے

فاطمہ بنت العسین نے فاطمہ الکبریٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تمام بنی آدم باپ کی جانب منسوب ہوتے ہیں بجز ناطقہ کی اولاد کے۔ یاد رکھو میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

شعیبہ بن نعمان ابن جوزی نے اس روایت کے ایک راوی شعیبہ بن نعمان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں، ابن حبان کہتے ہیں کہ اس شعیبہ بن نعمان کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں الحلل، المتناہی فی احادیث الامامہ ج ۲ ص ۲۶۔

شعیبہ بن نعمان کے علاوہ اس روایت میں اور بھی متعدد دعیوب پائے جاتے ہیں۔ اقل۔ اس روایت کا ایک مدادی حسین بن الحسن الاشعری لکھنوی ہے جسے ابن عدی، ابو عمر لہذائی، نسائی، دارقطنی، بخاری، ابوزرعیہ، ابو حاتم اور جوزجانی نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ غالی رافضی ہے مباح۔ کوگایاں دیتا تھا۔

دوم۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو مغازی ابن اسحاق کا ناقل ہے جسے متعدد وثیقین نے کتابہ قرار دیا ہے۔ یہ بھی غالی قسم کا رافضی ہے۔ اور اس روایت میں سب سے بڑی غرابی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ
عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔

لہذا کسی کو غیر باپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔ اور مفسرین کے بقول لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے۔ اس کی مخالفت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لہذا حضرت حسن اور حسین کو باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب کرنا حرام ہوا۔ جو شخص ان حضرات کو حضور کی جانب منسوب کرتا ہے وہ قرآن کا منکر قرار پاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے

حضرت بابر کو بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ان کی دونوں لہنیں پھیریں اور آپ ان کی پیشاب گاہ کا پیار لے رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے اللہ تیرے قاتل کو قتل کرے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا قاتل کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے ایک شخص جو میرے قبیلہ سے دوستی رکھتا ہوگا، اسے میری شفاعت بھی نہیں پہنچتی ہوگی گویا وہ دوزخ کے طبقوں میں ہے۔ گھر ٹی میں بچتا ہے اور گھر ٹی میں روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے ہیٹ سے علق حق کی آواز نکل رہی ہے۔

خطیب کا بیان ہے۔ یہ حدیث لمخاضہ سند اور محتاطی ہر دو لمخاضہ سے غلط ہے۔ اور کچھ عینوں کہ یہ روایت یزید بن ابی الازہر نے وضع کی ہو۔ اور جبرائیل بن ابی طیبیان عن ابیہ عن جدہ کے واسطے پیش کی ہو۔ اور ابو طیبیان کا نام حسین بنی جندب ہے اور جندب کے بارے میں میں معلوم نہیں کہ وہ مسلم تھا یا کافر۔ کجا کہ وہ کسی بات کو روایت کرتا۔ اور ابو طیبیان نے حضرت سلمان اور حضرت ملی کو دیکھا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس روایت میں ایک اور بھی فساد ہے۔ جس سے یہ روایت وضع کرنے والا جی دافعت نہیں جو اس میں تبد کر لیتا۔ اور وہ یہ ہے کہ سعید بن عامر بصری ہے اس نے قابوس کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اور قابوس ایک قدیم شخص ہے جس سے سفیان ثوری اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے روایات لی ہیں۔ اور حب سے آخر میں جسے اس نے دیکھا وہ جریر بن عبد الحمید ہے رگو یا قابوس کا زمانہ انہوں نے کیسے پایا، اور سعید بن عامر صرف اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسین سرزمین ینوئی میں شہید ہوئے

تحقیق کیا یہاں ہے کہ میں حضرت علیؑ کے وصال کا برتن اٹھاتا۔ ایک روز وہ حضرت علیؑ کے ساتھ صفین جا رہا تھا۔ جب حضرت علیؑ ینوئی کے قریب پہنچے تو مجھے آواز دی اسے ابو عبد اللہ ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ۔ نبیؐ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کیا بات ہوئی حضرت علیؑ نے فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کی دو فوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ میں بنے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کو کس چیز نے غمزدہ دلایا ہے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ حسین دریا کے فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اور چرانہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کے قتل گاہ کی مٹی کی برآپ کو سنگھا دوں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا میں نے کیا ہاں جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر مجھے دے دی۔ میں اس وقت اپنی دروٹی آنکھوں کو آنسو بہانے سے نذر رک سکا مسند احمد ج ۱ ص ۸۵۔

میں حیرت ہے کہ حضورؐ کو مٹی تو سنگھا لی جا رہی ہے سرزمین ینوئی کی اور شہید کیا جا رہا ہے کربلا میں جب کہ ذریعہ شیعہ کی کتابوں میں حضرت حسینؑ کو شہید ینوئی کے خطاب سے توڑا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ینوئی میں شہید نہ ہوتے تو وارثِ معلوم ینوئی کیسے بنتے۔ اور اتفاق سے طبری نے ابن سعد سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسینؑ سرزمین ینوئی میں بائیس صفر کو مارے گئے۔ مگر یا کہ کربلا کا کھیل تو صرف ستیوں کو بہ فرقہ بنانے کا ذریعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دس محرم کو رستم ایران مارا گیا ہو اور حسینؑ کے نام سے اس کا غم منایا جا رہا ہو۔ کیونکہ تلامذہ کی سرزمین میں حضرت سعدؑ کے ہاتھوں رستم ایران ماہِ محرم میں مارا گیا تھا۔

میں سب سے زیادہ حیرت تو اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی سب کئی (دلائی) یا جموں اور یات ینوئی کی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ہوگی کیونکہ حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس منجی الحضرؑ میں کوئی صورت یا کتا ہو یا کوئی مہنجی ہو۔ اسے شجر نے علی بنِ مدرک اور ابو ذرؓ کے

۱۱ طے سے عبد اللہ بن نجی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے۔ وہی کہتے ہیں کون نہیں جانتا کہ کون بلا ہے میزان ج ۴ ص ۲۴۸۔

عبد اللہ بن نجی
آدم نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس راوی پر اعتراض ہے
میزان ج ۲ ص ۵۱۴۔

حضور نے اپنے بیٹے ابراہیم کو حسین کے فدیہ میں دیا

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی بائیں ران پر آپ کے صاحبزادے ابراہیم تھے اور دائیں ران پر حسین بن علی تھے۔ اور آپ کبھی اس کا پیار لیتے اور کبھی اس کا اچانک رب العالمین کی جانب سے جبرئیل آئے۔ جب آپ کے پاس سے جبرئیل چلے گئے تو آپ نے کہا میرے پاس ابھی پروردگار کی جانب سے جبرئیل آئے اور فرمایا اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان دونوں کو جمع نہیں کروں گا۔ آپ ان میں سے ایک کا فدیہ دے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا اور رونا لگے۔ پھر آپ حسین کی جانب دیکھ کر رونے لگے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا۔ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا اس کی ماں باندی ہے۔ اور جب یہ مرے گا تو میرے علاوہ اس کا غم کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن حسین کی ماں خاتلہ ہے۔ اور اس کا باپ علی ہے۔ جو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے اور میرا گوشت ہے۔ جب یہ مرے گا تو اس پر میری بیٹی بھی غمگین ہوگی۔ اور میرے چچا کا بیٹا بھی غمگین ہوگا۔ اور میں بھی ان کے غم سے غمگین ہوں گا۔ لہذا میں اپنے غم کو ان دونوں کے غم پر قربان کرتا ہوں۔ اسے جبرئیل ابراہیم کی جان لے لی جائے۔ حسین کا فدیہ ابراہیم میں۔ راوی کا بیان ہے اس کے تین روز بعد ابراہیم کی روح قبض کر لی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حسین کو آتے دیکھتے ان کا پیار لیتے اور انہیں اپنے سینہ سے لگاتے۔

اور آپ کے سامنے کے دانت نکل آتے اور فرماتے ہیں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اس کے فدیہ میں دیا ہے۔

بن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ اس روایت کے دافع کی صورت بگاڑے اس روایت کی شکل کتنی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں ساری آفت، بوبکر النقاش کی نازل کردہ ہے۔ حالانکہ ابن مسعود نے بھی اس میں تدیس سے کام لیا ہے اور اس نے کہا ہے یہ راوی یحییٰ بن محمد بن عبد الملک الخياط ہے۔ اس کی تدیس بن مسعود کے شری ہونے کی دلیل ہے۔

اس کا نام یحییٰ بن عبد الملک۔ طلحہ بن محمد الشاہد کا بیان ہے یہ نقاش حدیث میں جھوٹ **نقاش** برحق تھا۔ برحقانی کا بیان ہے کہ اس کی ہر روایت منکر ہوتی ہے۔ خلیفہ کا بیان ہے کہ ابن مسعود نے اس روایت میں نقاش کی تدیس کی ہے۔ اور جو شخص اس طرح روایت کرتا ہے اس کی حدیث ساخط ہو جاتی ہے اور اس سے احتجاج ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور نقاش کی روایت میں متعدد منکرات جمع ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ اس نقاش کو کسی ایسے شخص کی کتاب ہاتھ آگئی جو ثقہ نہ تھا۔ اس نے وہ روایات اپنی روایات میں شامل کر لیں۔ یا کسی نے ابو محمد بن مسعود کے لئے روایات وضع کیں اور اس ابو محمد نے یہ تصور کر لیا کہ یہ نقاش کی صحیح روایات ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۸۔

حیرت ہے کہ جب فدیہ ادا کر دیا گیا پھر بھی حسینؑ قاتلوں سے بچ سکے۔ اور غالباً قاتلین حسینؑ نے انہیں نیزا میں ختم کر دیا۔

حسن و حسینؑ سے محبت کرنی والا حضورؐ کیساتھ ہوگا

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جو شخص ان دونوں سے ان کے باپ، ان کی ماں اور مجھ سے محبت رکھیں گا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریبہ ہے۔ اس سند کے علاوہ — کسی اور سند سے جعفر سے مروی نہیں (ترمذی ج ۲ ص ۱۳۷)

سب سے اول تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے اور آپؐ سے نفی رکھنا کفر ہے کیا یہی صورت حال حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسینؑ کی بھی ہے۔ ملت بسبائیان سبت کو ایک درجہ دیتی ہے جبکہ سنی مذہب کی رو سے نہ ان حضرات کی محبت جزو ایمان ہے اور نہ ان کے انکار سے کفر واقع ہوتا ہے۔ اور مجاہد ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا مقام ہے۔ لہذا یہ روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک پنج تہی فارمولہ ہے اور بسبائیوں کی فخر جو صنعت سازی۔

اس کی سند کے اوپر کے ماولوں کا جہاں تک تعلق ہے یعنی حضرت علیؑ حضرت حسینؑ فرین العابدین اور پھر باقرؑ یہ حضرات تمام محدثین کے نزدیک شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ تمام بحث ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

یہ وہ سچی بی بی جن کا شمار بارہ اماموں میں ہوتا ہے اور جن کی جانب فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ شیعوں نے فقہ جعفریہ کے نام سے جو کچھ منسوب کیا ہے وہ تو ان کی جانب سو فی صد جھوٹ ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر اگرچہ یہ خود فقہ ہیں یا نہیں تو اس معاملہ میں اختلاف ہے۔

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ شہرہ میں پیدا ہوئے اور شہرہ میں ان کا انتقال ہوا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ مسلک اماموں میں سے ایک ہیں۔ نیک صادق ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے۔ ان سے سب نے روایت لی ہے لیکن بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ جھوٹ سے مامون ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ان جیسی مہستی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے برعکس فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تو مجاہد بن سعید ان سے بہتر ہے۔ میرے دل میں تو ان کی جانب سے شک ہے۔ اس مجاہد کا خاکہ بھی ہم آپ کے سامنے آئے۔ مسطور میں پیش کر دیں گے۔

دراودرجی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی موطا میں جعفر کی کوئی روایت نہیں لی تھی۔ لیکن جب نومبر کا برس اترتا رہا تو ان کی روایات کتاب میں داخل کر دی گئیں۔ مصعب کا کہنا ہے کہ امام مالک ان کی روایات بطور شہادت لیتے ہیں۔ وہ ان کی روایات قطعاً نقل نہیں کرتے۔ جیسے جعفر کے علاوہ اوروں نے روایت نہ کیا ہو۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے امام الرجال یحییٰ بن سعید القطان سے کبھی جعفر بن محمد کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا دبر کہ تم مجھ سے جعفر کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کی روایات کا طالب نہیں۔ فرمایا اگر وہ حدیث صحیح یاد رکھیں تو ان کے والد کی روایت درست ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن سعید القطان جعفر کی روایات اس لیے قبول نہ کرتے تھے کہ ان کا حافظہ درست نہ تھا اور غلباً اسی باعث امام مالک نے ان کی روایات سے گریز کیا۔

انہی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ایک بار شخص بن فیاث عبادان تشریف لیگے۔ یہ ایک چھاؤنی تھی۔ اہل بھوان کے پاس احادیث سننے کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے امام ہم سے تین شخصوں کی حدیث قطعاً بیان نہ کرنا۔ عمرو بن عبید۔ اشعث بن عبد الملک اور جعفر بن محمد۔

شخص نے جواب دیا، اشعث تھا اے شہر کا باشندہ ہے لہذا تم مانو اور وہ جلتے جہاں تک عمرو بن عبید کا تعلق ہے وہ بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اس کے حال سے تمہیں زیادہ واقفیت ہوگی۔ لیکن رہا جعفر بن محمد کا مسئلہ تو اگر تم یہ بات اہل کوفہ کے سامنے کہتے تو وہ جوتوں سے تمہارا چہرہ لگا کر دیتے۔ میزان ۱۱۱۱) یعنی جناب جعفر صرف اہل کوفہ کے یہاں مقبول ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے جو یہ کہہا ہے کہ مجاہد بن سعید

جفر سے بہتر ہے۔ تو اس مجاہد کا تھوڑا سا مدلل سن لیجئے۔

مجاہد بن سعید

بھائی بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث بھٹ نہیں۔ اتھ کہتے ہیں یہ تو مرسل روایت کو شروع بنا کر پیش کرنا ہے۔ انسا کی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ اشج کا بیان ہے کہ شیو ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے ہیں ابو عبد الرحمن بن حبشی اس سے روایت دیتے۔ فلاس کہتے وہ تو اس قسم کا نشان تھا اگر تو اس سے ملنا ہو کر تمام احادیث کو ایک ہی منہ سے بیان کر دو۔ تو وہ سب احادیث عبد اللہ بن مسعود کی جانب منسوب کر کے پیش کر دیتا۔ میزان ج ۲ ص ۲۴۸۔

یحییٰ بن سعید الفطان کا یہ فرمان کہ مجاہد جعفر بن محمد سے بہتر ہے اس سے ہمارے ذہن میں کچھ عجیب سا خاکو تیار ہوتا ہے۔ آپ حضرات خود طور کر کے فیصلہ فرمائیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جعفر بن محمد کو صادق مشہور کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بات بھی ان کی جانب منسوب کر دی جائے وہ سچی ہو۔ امام ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں رقم طراز ہیں۔

"اہل بدعت، اہل تکہ، اہل فساد اور اہل تبصرہ میں تاہین میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو کذاب ہو۔ (یعنی یہ فن تو صرف اہل کو فساد اور اہل ایران کی ایجاد ہے۔) لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں ان علماء کی کثرت رہی ہے جن کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے تھا۔ خاندان بنی ہاشم میں عالم ہائے کم گزرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن مسلم زہری بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے افعال و اقوال کو باقر سے زیادہ جانتے ہیں۔ حاکم دو دنوں ہم مصر میں۔ جہاں تک تعلق ہے موسیٰ بن جعفر یعنی قاسم بن علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن علی الخوادم اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انس، محمد بن زید، کادین سلم، لیث بن سعد، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، وکیع بن الجراح، عبد اللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۶۹۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ تمام اولاد علی بھی حدیث کا اتنا علم نہ رکھتی تھی جتنا ان میں سے ہر ہر فرد رکھتا تھا۔

امام ابن تیمیہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ رافضیوں میں سب سے اہم عمل جھوٹ بولنا ہے۔ اہل انھوں

انھوں نے جعفر کے نام سے اتنا جھوٹا ہذا کہ روئے زمین پر کسی کے نام سے اتنا جھوٹ نہیں دیکھا گیا۔ حتیٰ کہ متحدہ کتابیں لکھ کر ان کی جانب منسوب کر دی گئیں مشکوٰۃ۔ کتاب البیاقۃ، کتاب البفت، اشتیاج الاعضاء، جدول اہل الحاکم الوجود والبروق، منافع سورۃ القرآن اور قرۃ القرآن فی المنام۔

مولیٰ عبدالرحمان سلمیٰ نے اپنی متناقی التفسیر میں جعفر کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب اسی جھوٹ کا کرشمہ ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "انوان المتعنا" انہی کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور جعفر کی موت کے دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جعفر کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ اور انوان المتعنا اس وقت تحریر ہوئی جب بنو عبید مصر کا قابض ہونے اور قاهرہ شہر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اسماعیلی مذہب کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اور اس کے شواہد خود کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۶۵۔

مولیٰ کاظم یعنی موسیٰ بن جعفر حجتی کا بیان ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں۔ متحدہ کتاب نے ان کے نام سے کتابیں لکھیں اور ان کی جانب منسوب کی ہیں۔ جیسے ابوالصلت الہرزی نے ایک کتاب "دسبای علی" کے نام لکھ کر ان کی جانب منسوب کی۔ ان کی چند روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

(میزان ج ۲ ص ۲۱۰)

یہی وہ موسیٰ کاظم ہیں جنھوں نے خلیفہ مامون الارشد کو شیعہ بنایا اور مامون نے اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے نکاح میں دی اور جب یہ مر گئے تو شیعوں نے مامون پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مامون نے نہر دیا تھا۔ بعد میں مامون معتزلی بن گیا اور حق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا۔ گویا اس طرح کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا گیا۔ یہ سب موسیٰ کاظم کی تربیت کے نتائج تھے جو امام احمد کو حق قرآن پر کڑے کھانے پڑے۔

علی بن جعفر موسیٰ کاظم سے یہ روایت ان کے بھائی علی بن جعفر نے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں انہیں کسی نے ثقہ کہا اور نہ ان پر کبیر کی۔ لیکن ان کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۰۔

۱۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ ہے اس روایت کا اصل۔ محدثین کو امام نے جو فتائل کے طعنے میں پوشا اور مد گندھے کام لیا تھا اس کا تجزیہ نکلا کہ آج ہم کو بھی ہتھم کر رہے ہیں اور جعفر بھی ہتھم کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء کے اہل سنت نے ہر شے کو وین بنا کر بھیض کر دیا ہے۔ اور برسرِ مہر تشیع کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔

اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسن و حسینؑ سے محبت کرتے ہوں

حضرت اسماعیل بن زید کا بیان ہے کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھا ہوا۔ آپ جب گھر سے باہر نکلے تو آپ کسی شے کو پھیلے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیا پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر ہٹا کر دکھایا تو وہ حسن و حسینؑ تھے جنہیں آپ اپنی دونوں کوبلوں پر بٹے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا: میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما جو ان سے محبت رکھتے ہوں

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱۔

روایت پر بحث سے قبل یہ امر ضرور ذہن میں رکھیں کہ سبائیوں کے نزدیک صرف وہ افراد محبانِ اہل بیت ہیں جو ابو بکر و عمر کو ناقص اور منافق مانتے ہوں۔ اور جو ان کو عثمان مجتہد یا خلیفہ برحق مانتا ہو وہ دشمنانِ اہل بیت میں شامل ہے۔ گویا وہ خلیفہ بلا فصل اور علیؑ و اہل بیت کا دعویدار ہو۔ لہذا اے اللہ تو بھی محبانِ حسن و حسینؑ سے محبت فرما کیونکہ کچے مومن تو یہی ہیں۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ غریب کا لفظ تو عام ہے ہر خبر واحد کو غریب کہتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔ امام ترمذی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور نہ ضعیف ہے بلکہ بین بین تھا ہم امام ترمذی پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ وہ دہم پر یہ الزام وارد ہو جائے گا کہ ہم اکابر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جو اکابر کی شان میں گستاخی کرے وہ قابلِ گردن زدنی ہے۔ لیکن ہاں ہم ہماری نظر کا تعلق ہے تو ہمیں اس روایت کی سند میں چار اشخاص مشکوک نظر آ رہے ہیں۔ لہذا ان کے نام کا پرچہ کاٹنا ضروری ہے۔ آپ بھی اس روز ناچ کر دیکھ لیں۔

مسلم بن ابی سہیل: ذہبی کہتے ہیں یہ حسن بن ابی اسامہ سے حدیث روایت کرتا ہے لیکن

علی بن المدنی کا قول ہے کہ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۱۔

عبد اللہ بن ابی بکر بن زید المدنی۔ مسلم بن سہل نے یہ روایت اس عبد اللہ بن ابی بکر سے نقل کی ہے۔ یہ بھی معروف نہیں۔ علی بن المدنی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۔

ان دونوں سے ترمذی کے علاوہ اور کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ گویا یہ پرچہ دو فرضی ناموں سے کٹیا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الکوفی یہ خاموش و معروف انسان ہے۔ اس کا شمار بخاری و مسلم کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الہشیم ہے۔ ابن عدی نے اس کی دس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث قدسی کہ میں ولی کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور پاؤں بن جاتا ہوں وغیرہ بیان کر کے لکھا ہے۔

لولا ہیبت الصحيح لا استنکدوا۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو تمام محدثین اس حدیث کا انکار کرتے۔ ابو داؤد کہتے ہیں بوسنا تو سچ ہے لیکن شیعہ ہے امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابوالکلام رازی کا قول ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ جو زبالی کا فیصلہ ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا اور اپنے بدترین مذہب کا بڑا اعلان کرتا پھر تا۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۔ اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

موسیٰ بن یعقوب اس کے سلسلہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ سبکی بن یحییٰ اسے ثقہ اور ابوداؤد و ترمذی انسان کہتے ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کے اساتذہ اور اس دور کے فن رجال کے اہم علی بن المدینی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ص ۱۲ ج ۲۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ الضعفاء الصغیر للنسائی ص ۹۷۔

اس صحت میں کہ اس کا ایک راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ اسے حسن کہنا کیا یہ حدیث کے ساتھ کھانا ذائقہ نہیں تو ادا کیا ہے۔ ہم تو رجال و طرق کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن کہتے ہیں ماسل وہ خطرہ کا لالہ ہوتی ہے کہ ہر شہیارش آگے لائن حذب ہے۔ رہا کوئی فیصلہ تو وہ قارئین کرام آپ خود فرمائیں۔ ہمیں اس سے مجبور ہی تھیں تو ہتر رہے۔

حضرت اُم سلمہ کو حضرت حسینؓ قتل کی اطلاع

سنی کا بیان ہے کہ میں حضرت اُم سلمہؓ کی خدمت میں گئی اور وہ اس وقت سو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کیا انہوں نے فرمایا میں نے ابھی ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے سر مبارک اور دائرہ معی پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوال کیا یا رسول یہ کیا ہوا؟ فرمایا میں ابھی حسینؓ کے قتل میں حاضر ہوا تھا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث عزیز ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱۔

یہاں پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُم سلمہؓ اس وقت حیات تھیں یا نہیں؟ حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اُم سلمہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ یا سترہ میں نکاح فرمایا۔

عاشت بعد ذلك ستين سنة

ماتت اثنيتين وستين وقيل احدى وستين وقيل قبل ذلك والاول اصح (تقریب التہذیب ص ۴۲۳)

اور اس کے بعد وہ ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ ۶۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ء میں انتقال ہوا اور ایک قول یہ کہ ۶۲ء میں انتقال ہوا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

یعنی اُم سلمہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں تین قول ہیں۔ ۶۲ء، ۶۱ء اور ۶۰ء۔ اس سے قبل لیکن حافظ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نکاح کے بعد ساٹھ سال تک حیات تھیں۔ اہل آپ کے ان کا نکاح ۶۱ء میں ہوا۔ اگر نکاح ۶۰ء میں ہے تو ان کا انتقال ۶۱ء میں ہونا چاہیے۔ اگر ان کا نکاح ۶۲ء میں ہے تو ان کی وفات ۶۲ء میں ہونی چاہیے۔ اس حساب سے ۶۱ء اور ۶۲ء گزر نہیں بنتا۔

حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ مورخ واقفی کا قول تو یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۱ء میں ہوا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی ناز جنازہ پڑھائی۔ لیکن ابن ابی عمیرہ کا قول یہ ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ اپنا فیصد دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاحادیث المتقدمه متفقہ مقتل ام سلمہ واما احادیث المتقدمه فتقتل حسینؓ کے سلسلہ میں گزری

ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قتل
حسینؑ کے بعد زندہ رہیں۔

الحسین تدل علی انها عاشت
الی ما بعد مقتله البدایہ والنہایہ

ج ۸ ص ۲۱۵۔

گویا ام سلمہؓ کا انتقال ۳۱ یا ۳۲ میں اس لئے ماننا بڑا سچہ کہ وہ خواہیں جو ام سلمہؓ کی جانب قتل حسینؑ
کے سلسلہ میں مسوب ہیں وہ غلط قرار پاتے ہیں اور ان خوابوں کو اگر تسلیم نہ کیا گیا تو قتل حسینؑ کی فضیلت کیسے ثابت
ہوگی۔ گویا یہ حضرات تصور کر بیٹھے کہ یہ خواب بالکل صحیح ہیں۔ اور ان خوابوں میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں
پایا جاتا کہ ام سلمہؓ حیات نہ تھیں ہذا کیوں نہ ان کی عمر میں دو تین سال کا اضافہ کر دیا جائے۔

ان روایات کا تجزیہ قوم بعد میں کریں گے لیکن ام المومنینؑ کے حیات سب سے سے ایک فائدہ یہ ضرور ہو گا کہ کم از کم
یزید کی حمایت میں ایک وٹ کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ام المومنینؑ کی جانب سے یزید
کی مخالفت سامنے نہیں آتی۔ لہذا یزید کی حمایت میں ام المومنینؑ کے ایک وٹ کا اضافہ ہوا۔ غالباً اسی قسم کے موقع
کے لئے یہ کہادت وضع کی گئی ہے کہ نماز صاف کرانے گئے تھے مدینے گئے پڑ گئے۔

دلی الدین الخلیف مصنف مشکوٰۃ۔ لہجہ سادہ "الاکمل فی اسرار الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں۔

مات سنة تسع وخمسين
و دفنت بالبقیع۔ الاکمل فی اسرار الرجال

ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع
میں دفن ہوئیں۔

یعنی مصنف مشکوٰۃ نے بڑی سستی کی اس دھاندلی کو قبول نہیں فرمایا اور انہوں نے واضح طور پر یہ فیصلہ دیا

کہ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہے۔ اب آئیے اس بحث کی جانب کہ اس روایت میں اور کیا نقص ہیں
حضرت ام سلمہؓ سے یہ داستان سلی بکرؓ کی عورت نے نقل کی ہے۔ سلی نام کدو حوتیں
ہیں ایک حضرت ابورافعؓ کی زوجہ حضرت سلیؓ صحابہ جو حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں
لیکن انہوں نے ام سلمہؓ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

دوسری سلی بکرؓ ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اسے

کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے۔ (تقریب ۴۶۹)

حضرت ام سلمہ کو قتل حسینؑ کی خبر ایک جھٹائی نے پہنچائی تھی ۔

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ہم نے ایک چٹینے والی محدث کی آواز سنی۔ چھوڑ دینے آئی اور حضرت ام سلمہ کے قریب پہنچی اور بولی حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ ام سلمہ نے فرمایا ابھا کیا وہ قتل کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبول امدان کے گھروں میں آگ بھرے۔ پھر ام سلمہ خوش کھا کر گر پڑیں۔ اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۸۔

ہمیں یحیرت ہے کہ ادھر ام سلمہ کو خوش ہے اور راوی حضرات انہیں اس حالی میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ کم از کم ان کو ام سلمہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لینا چاہیے تھا۔ وہ کیا صحت اسی کہانی کا بلاٹ تیار کر لے گئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اد بلاٹ ذہن میں آئے ہی بھاگ کھڑے ہوئے؟ یا وہ بھی کوئی جن تھے قارئین اب اس روایت کے راویوں کا محل چائل محمد بن کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

شہر بن حوشب اس داستان کو حضرت ام سلمہ سے نقل کرنے والے شہر بن حوشب ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔

شہر بن حوشب الاشعری الشامی حضرت اسامہ بن زید بن اسکن کا غلام تھا۔ سچا ہے لیکن اسے وہیم ہوتا ہے۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۱۱۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ مسلم، برقی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۱۳۴

حافظ ابن حجرؒ کے بقول اس میں دو عیب ہیں۔

- ۱۔ وہیم کا مرعہ ہے۔
- ۲۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے یعنی وہی میان سے راوی غائب کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے روایت میں

بھی یہی حرکت کی گئی ہو۔

امام مسلم اپنی صبح کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ابن عون سے شہر کی حدیث کے معاملہ میں دریافت کیا گیا۔ اور وہ اس وقت مدائن کے دار سے کی جو کٹ تھا اسے کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا۔ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا اس کے بعد امام مسلم کہتے ہیں یعنی لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کر دیے۔

پھر امام مسلم نے شعبہ کا قول نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر سے ملاحوں میں تو اسے کچھ نہیں سمجھتا۔ مسلم ج ۱ ص ۳۳ یہ نوام مسلم کا بیان تھا۔ لیکن امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس شہر کی جو مسجدوں کا ہے وہ کافی طویل ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے ائمہ نے فقہ قرار دیا ہے۔ جیسے سخی بن یسین، احمد بن حنبل، ابن ابی شیبہ، بخاری، ترمذی، احمد بن عبد اللہ، ابی حنیفہ، مالک بن محمد اور یعقوب بن شیبہ۔ اس لیے ہمارے کام صرف اتنا ہی تصور ہے کہ اس نے بیت المال سے ایک فیصلی جرائی اور ایک بار اپنے رفیق سفر کا تحصیل چڑا لیا تھا۔ ویسے بہت عبادت گزار اور نیک آدمی تھا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اس کی روایات نقل کرتا ہے جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ شہر کی کثرت ابو عبد الرحمن ہے۔ اس نے امام مسلم، عبد اللہ بن عمرو، ابو عبد الرحمن بن غنم سے روایات سنی ہیں کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۱۰ میں اس کا انتقال ہوا۔ تاریخ الکبیر ص ۲۵۸ نسائی کہتے ہیں کہ شہر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء و للزکین سنائی ص ۵۶۔

عبد الرحمن بن ابی تمام مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ابن عمرو ابن عباس، عبد اللہ بن عمرو، ابو ہریرہ، ابو یوسف، ابو عبد الرحمن بن غنم، انس بن مالک، یزید اور امام مسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔

اس سے نقل کرنے والے شریحین، عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حنیفہ، ابی حنیفہ، داؤد بن ابی ہند، عبد اللہ بن ابی زیاد، عبد الحمید بن ہریرہ، قتادہ، معاویہ بن قرظہ اور عبد اللہ بن عثمان بن غنیم یہ سب ہائیں مجھے میرے والد نے بتائیں۔

محدثین علی کا بیان ہے کہ مجھ سے معاذ بن معاذ انصاری نے فرمایا تو شہر کی حدیث کا کیا کرے گا۔ شعبہ نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے عمرو بن علی مزید کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ شہر سے حدیث روایت کرتے ہیں لیکن

یحییٰ بن سبیا اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔

احمد بن منبیل کا قول ہے کہ شہر بن خوشب کی حدیث صحیح تھی ہے۔ یہ سنا کارہنے والا ہے جس کا باشندہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق اہل کندہ سے ہے۔ یہ اساکبت زید سے اچھی احادیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

عبد الرحمن بن ابی عامر کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد ابو عامر نے فرمایا۔ یہ شہر مجھے ابو ہمدان العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے۔ یہ ابو الزبیر سے کم نہیں لیکن اس کی بیان کردہ حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔

عبد الرحمن کہتے ہیں میں نے اس کے ہائے میں ابو زرہ سے دریافت کیا۔ فرمایا اس میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ عمرو بن عسہ صحابی سے نہیں ملا۔ الجرح والتعديل ج ۴ ص ۲۸۳
ماقذ ذہبی مزینہ تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابو بکر اکرمانی کا بیان ہے کہ یہ شہر بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس نے بیت المال سے کچھ مدہم بچا لئے۔ اس پر ایک شاعر نے شعر کہا :

لقد باع لشهر دیند بخریطۃ فمیں یا من القرآن بعدد یا شہر

شہر نے ایک بخیل کی خاطر اپنا دین بچ دیا ہے تو اسے شہر تیرے بعد اب دیگر قاری کیسے محفوظ رہیں گے۔
ابن عدی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ دولابی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث دیگر لوگوں کی طرح نہیں ہوتیں
تو اس طرح تفصیل بیان کرتا ہے۔ گویا یہ چاکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی کلام بکرا کر پل رہا تھا۔

عباد بن منصور کا قول ہے کہ میں نے شہر کے ساتھ کیا اس نے میرا عقیدہ جرایبہ۔
ابن عدی کہتے ہیں شہر ان لوگوں میں سے نہیں جس کی روایت کو بخت بجا جائے یا مجاہد دین اسے اختیار کیا جائے۔ ۳۸۰ یا ۳۸۱ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۵۔

اس تمام تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ شہر اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

- ۲۔ اس کی روایت عمدہ ہوئی ہے۔
- ۳۔ بہت نیک اور عبادت گزار شخص ہے۔
- ۴۔ اس کی روایت محض نہیں۔ اور نہ اس کی روایت کو دین تصور کیا جاسکتا ہے۔ ابی ہدیٰ ابو حاتم۔
- ۵۔ اس کی روایت ضعیف ہے۔ نسائی۔ مسلم۔
- ۶۔ یہ مشرک و کافر ہے۔ شعبہ یحییٰ بن سعید۔ ابن حبان۔
- ۷۔ یہ چوری کا عادی تھا۔

- ۸۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ دولابی
- ۹۔ یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اور اسے وہم ہوتا ہے۔ ابن حجر۔
- ۱۰۔ یہ اتنی تفصیلات پیش کرتا ہے جو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں دولابی

یعنی اگر اسے ثقہ بھی مان لیا جائے تب بھی اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت محض نہیں۔ اس کی بیان کردہ روایت کو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس کی حدیث کو دینی نہیں بنایا جاسکتا۔ لہذا اس کی روایت اگر ضعیف نہیں تو مشکوک و مضمحل ہے۔ اور اسے ہرگز اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

شہر سے یہ داستان نقل کرنے والا عامر بن عبد الواسع ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس سے بخاری کے علاوہ سب نے روایت لی ہیں۔ ابو حاتم اور

عامر بن عبد الواحد

مسلم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ سجستانی معین کا قول ہے کہ اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ امام بخاری کا فرمان ہے یہ قوی نہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ سنہ ۳۳۳ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۶۲ الجرح والتعديل ج ۲ ص ۲۷۶

گویا اس داستان کے مدار اوپوں پر سخت کلام ہے۔ اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اور جب ام سلمہ کا انتقال ۳۵ھ میں ہو چکا تو ان کی جانب ان روایات کی نسبت مزید جھوٹ ہے اور ایسی روایات کے بل بوتے پر جو قابلِ محض نہ ہوں۔ ام المؤمنین ام سلمہ کی وفات ۶۲ھ میں فرمادینا بہترین حاکم ہے۔

ابن عباسؓ کا ایک خواب

اس موضوع پر ایک خواب حافظ ابن کثیر نے ابن ابی النبیاء کے حوالہ سے علی بن زید بن جحان سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ اچانک نیند سے جیدار ہو گئے اور انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر فرمایا حسین والدہ قتل کر دئے گئے۔ ابن عباسؓ کے اہل بیتوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میں نے عین وہ پہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر اُندہ ہاں اور غبار آلود تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خوشبو تھا۔ میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انھوں نے حسین کو قتل کر دیا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ ان خونوں کو میں اللہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں (تاکہ اللہ کو بھی خبر ہو جاے) راوی کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ نے وہ دن اور وہ وقت لکھ کر رکھ لیا۔ چوبیس دن بعد مدینہ میں

خبر پہنچی کہ حسین اسی روز اور اسی وقت قتل کئے گئے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۸۱

اس خواب کے سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ یہ خواب بقول راوی مدینہ میں دیکھا گیا اور وہیں چوبیس روز کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئی اور بقول راوی یہ خواب ابن عباسؓ نے دیکھا تھا تو ہماری عرض یہ ہے کہ ابن عباسؓ مدینہ میں ۳۵ سال تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے امیر متعین ہوئے اور ۳۵ سال تک بصرہ میں مقیم رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مکہ منکر کی حکومت اختیار کر لی اور حضرت حسینؓ کے خروج کے وقت تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ پھر یزید کی وفات کے بعد ۶۲ سال میں وہ طائف جا کر مقیم ہوئے اور وہیں ان کا ۶۳ سالہ میں انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا صرف یہ خواب دکھانے کے لئے انھیں مدینہ بلایا گیا تھا۔ جھوٹ بولنے سے قبل کچھ ایسا آگاہ بیچھا تو دیکھ لیا جوتا۔

یہ داستان کس نے گھر گرتیا کی تو ابن ابی الدنیل نے اس کی جو سند پیش کی ہے اس کے لحاظ

سے ابن ابی الدنیا اور ابن عباسؓ کے درمیان تین راوی عبد اللہ بن محمد ہانی۔ مہدی بن سیدان۔ وعلی بن زید بن جلعان ہیں۔

جہاں تک پہلے دروادیوں کا تعلق ہے بنی عبد اللہ بن محمد بن ہانی اور مہدی بن سلیمان، تو ان کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان دو حضرات کا تذکرہ مذہبی نے کیا ہے نہ ابن حجر نے، نہ بخاری نے کیا ہے نہ ابن ابی حاتم نے نہ نسائی نے ان کا ذکر کیا ہے اور نہ دارقطنی نے۔ تو کیا یہ کوئی موسمی پرندے تھے جو ان حضرات محدثین میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہ ہو سکا یا وہ دنیا میں صرف اس لیے ظہور پذیر ہوئے تھے کہ وہ یہ داستان غم بیان کریں اور غائب ہو جائیں یا یہ کوئی فرضی نام ہیں اور پس پردہ بولنے والی آواز ہے اور اغلب گمان یہی ہے مگر نامعلوم افراد اس روایت کے بیروہیں۔

اب صرف ایک ایسی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کا کچھ آتا ہی نہیں معلوم ہے اور اس ہستی کا نام ہے علی بن زید بن جلعان تو اس کا حال ہمیشہ خدمت ہے۔

علی بن زید بن جلعان۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے علی بن زید بن عبد اللہ بن زید بن جلعان اس کا کنبہ ابو الحسن ہے قریش خاندان کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ بصری باشندہ ہے۔ علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ صحابہ میں سے حضرت انسؓ۔ ابو عثمان انہدیؓ اور سیب بن المسیب سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کے حوالہ میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے۔

جو تیری کا بیان ہے کہ بسر کے تین فقہار اچانک نابینا ہو گئے، علی بن زید۔ قتادہ اور اشعث الحیرانی منصور بن داؤد کہتے ہیں کہ جب من بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ حسن کی جگہ سنبھالیں۔ موسیٰ بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے کہا کہ وہ میب کا خیال ہے کہ علی بن زید کا حافظہ درست نہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ میب میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ علی بن زید کی موجودگی میں لوگوں کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر سکے۔ علی بن زید تو سب کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر بولتا ہے۔

ترمذی کا قول ہے کہ علی بن زید سچا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں بھروسے فلاں حدیث علی بن زید نے اپنے مانع کے سٹھیانے سے پہلے بیان کی اور ابن عیینہ تو اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ ہمیں علی بن زید نے خبر دی اور وہ حدیث میں اپنی جانب سے تبدیلیاں کیا کرتا تھا۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے دور بھاگتے۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ علی بن زید رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں علی بن زید ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید نے بھی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں اور عباس نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد ابی جلی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ یہ توشیعہ تھا۔ بخاری اور ابوعامر کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں نسوی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ اور ابن خزیمہ کا فرمان ہے کہ میں اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

ابن عدی اور ذہبی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۹

آخری بات یہ ہے کہ یہ روایت خود اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہے اور ایک راز کی بات ہم اپنے قارئین کو بتا دیں کہ یہ بیچارہ ابن عباسؓ کو کہاں سے دیکھتا اور ان سے کیسے ملاقات کرتا۔ ان سے تو اس کے استاد حسن بصریؒ نے بھی ملاقات نہیں کی۔ یہ روایت خود اس کی اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

حسن حسین جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے جہاں حسن حسینؑ پیشاب کرتے۔ ام المؤمنین سے اس سلسلہ میں جب سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اللہ کی غرض سے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے مقام کو پاک کر

دیتا ہے۔ حتیٰ کہ نیچے تک وہ ساتوں زمینوں کا حصہ پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں زمین کو پاک کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ تو عام ہے۔ اس کے لئے یہ نو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں پہلے پیشاب کر لیا جائے اور بعد میں نماز پڑھی جائے۔ مشیخہ بزرگ کو چاہئے کہ وہ کسی سید کے بچہ کو پکڑ کر وہاں اقل پیشاب کرائیں اور پھر نماز پڑھیں لیکن یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ وہ سید زادہ مسنی ہو ورنہ زمین ہرگز پاک نہ ہوگی۔

قارئین کرام آپ حضرات فدا اس ذہلیت پر غور فرمائیں کہ سبائی اس مقام پر پیشاب کرنا چاہتا ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ اب نہ وہ مسجد نبوی ہو یا بیت عائشہ ہو۔ جسے آج کل سنیوں کی زبان میں گنبد خضرا کہا جاتا ہے۔ ملت سبائیہ ان ہر دو مقامات پر پیشاب کرنا چاہتا ہے اور سنی حضرات بے غیرتی کا جامہ پہن کر پھر بھی سبائیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہتے ہیں۔ امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔ اس روایت کو بزیغ کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

بزیغ بن حسان۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت میں کوئی دوسرا اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس بزیغ کو بہت برا بھلا کہتے اور اس کی روایات سننے کے لئے واجب قرار دیتے۔ موضوعات ج ۹۳

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ بزیغ بن حسان اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی کثرت ابو الخلیل ہے۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات اسی قسم کی منکر ہوتی ہیں۔ میزان ۳۶

اس روایت میں بلحاظ سند اضعاف بھی نقص موجود ہیں لیکن ان نقائص میں سب سے بڑا نقص بزیغ کا وجود ہے اور اہل عراق نے متعدد کہانیاں وضع کر کے ہشام کی جانب منسوب کر کے پھیلائی ہیں۔ گویا یہ روایت عراقی کمال میں تیار ہوئی اور سبائیوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں

حضرت حسینؑ میں قتل ہونگے

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسین بن علی میری ہجرت سے ساٹھویں سال کی ابتدا میں قتل ہونگے۔ میزان ج ۲۱۲ ص ۱

اسمعیل بن ابان۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کا راوی اسمعیل بن ابان الغنوی الکوفی الحبیاط ہے۔ یحییٰ بن معین کا فرمان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ فطر وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا قول ہے اسے احمد اور دیگر محدثین نے ترک کر دیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کر کے انھیں ثمر راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا یہ روایت موضوع ہے) مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس اسمعیل نے یہ روایت حبان بن علی کے واسطے سے سعد بن طریف سے نقل کی ہے اور وہ ابو جعفر الباقری سے نقل کرتا ہے اور باقر حضرت ام سلمہؓ سے۔ میزان ج ۲۱۱ ص ۱

سعد بن طریف۔ ذہبی کہتے ہیں یہ سعد بن طریف بھی داہی انسان ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضح سعد بن طریف ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۳ ص ۳۹ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس سعد بن طریف کی روایات بیان کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ احمد اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ تو فی البدیہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے اور غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان ج ۲۱۲ ص ۱

حبان بن علی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا تیسرا راوی حبان بن علی بھی ایک داہی انسان ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یہ دو بھائی ہیں۔ حبان اور مندلیس ان دونوں کی روایات نہیں لیتا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ہر دو ضعیف ہیں۔ ابو زرہ کہتے ہیں حبان کز دہ ہے اور نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

سعد بن طریف نامی رافعی نے یہ روایت اپنے امام باقر سے نقل کی ہے اور باقر نے حضرت ام سلمہ سے۔ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ اگرچہ بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا انتقال ۱۰ھ میں ہوا اور انھوں نے دلیل کے طور پر حضرت حسینؑ کے قتل کے سلسلے میں ان سے جو فرضی خواب مروی ہے وہ پیش کیے اور جناب باقر بقول ملا باقر مجلسی ۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت ۱۰ وقتہ سنی جب وہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع بھی ہے اور یہ جناب باقر اور حضرت ام سلمہؓ پر سعد بن طریف کا جھوٹ بھی ہے۔

اور یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ حضرت حسینؑ میں قتل ہوئے۔ ۱۰ ماہ رجب ۱۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہے اور ان کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ اور حضرت حسینؑ میں قتل ہوئے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور کوئی سنی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس روایت کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبراتو نہیں کیا گیا۔

خطبہ چھوڑ کر حسن و حسین کو گود میں اٹھانا

حضرت بریدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن و حسین آگے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کے قمیص پہنے تھے اور گرتے پڑتے آرہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہر سے اترے اور انھیں گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھالیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پس فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَمُوكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فَتَنَةٌ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میری نظر ان دونوں بچوں پر پڑی جو گرتے پڑتے آرہے تھے تو میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اپنی بات قطع کر کے انھیں اٹھالیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسین بن واہد کی سند سے حسن و حسین سے ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت امام احمد ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے حسین بن واہد سے نقل کی ہے۔ ابداً ینتہ وانہا یہ ج ۲ ص ۲۵۰

امام ترمذی نے حسین بن واقد کے باعث اس روایت کو حسن قرار دیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسے
 حسین کے عداد کا کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ اس حسین نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے نقل کی ہے
 اور اس حسین سے یہ داستان نقل کرنے والا اسی کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ اس لحاظ سے اس
 روایت کی اصل حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ان تینوں کا راجحہ تیار نہ کیا جائے
 تو سب سے اول حسین بن واقد کا چہرہ مہرہ دیکھیں۔ بعد میں کسی اور کے غد و خال دیکھیں گے۔
حسین بن واقد۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے قاضی ہے۔ ثقہ ہے
 لیکن اسے دہم ہوتا ہے۔ تقریب ۵۵

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ حسین مروزی ہے۔ عبداللہ بن بریدہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے ابن
 المبارک، علی بن الحسن بن شقیق اور اس کے دونوں بیٹے علی اور غلام روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے علاوہ
 قسم نے اس سے روایات لی ہیں۔

یہ مرو کا قاضی تھا اور اپنا سامان خود اٹھا کر لاتا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام
 احمد نے اس کی بعض روایات کو منکر قرار دیا بلکہ روایات سن کر انکار میں اپنا سر ہلانے لگے۔ گویا انھوں نے
 اس کی روایات کو پسند نہیں کیا۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۵۴۹
 گویا اس حسین کی ذات پر بجز امام احمد کے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اب آئیے اس کے استاد
 عبداللہ بن بریدہ کی جانب۔

عبداللہ بن بریدہ۔ حضرت بریدہ صحابی کا بیٹا ہے۔ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتا ہے ثقہ
 ہے۔ ۱۱۵ یا ۱۱۶ میں سو سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات پائی
 جاتی ہیں۔ تقریب ۱۶۸

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ ثقہ تابعین میں سے ہے۔ ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے اسے صحیح کہلے لیکن دیکھ

کہتے ہیں کہ اس کا بھائی سلیمان اس سے بہتر ہے کیونکہ محدثین کہتے ہیں کہ سلیمان کی حدیث زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

عقیلی نے احمد بن محمد بن ابی بانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے حضرت بریدہ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر حضرت بریدہ سے ان کا بیٹا سلیمان حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں لیکن جب عبداللہ روایت کرے۔ یہ کہہ کر امام احمد خاموش ہو گئے۔

اور عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد نقل کرے وہ بے پناہ منکر ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ روایات جو ابوالمنیب نقل کرے۔ میزان ج ۳۹۶

ابن ابی حاتم نے تحریر کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن احمد نے یہ لکھ کر بھیجا کہ میرے والد نے فرمایا۔ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد اس سے نقل کرے وہ از حد منکر ہوتی ہیں الجرح والتعديل ج ۱۳۵

اب کھل کر حقیقت سامنے آگئی کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ تمام روایات منکر ہوتی ہیں جو اس سے حسین بن واقد نقل کرتا ہے اور یہ روایت بھی عبداللہ بن بریدہ کی ہے اور اسے بھی عبداللہ سے حسین نقل کرتا ہے لہذا یہ روایت منکر ہے۔

حسین سے یہ روایت نقل کرنا والا اس کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ ذرا اس کے بھی ضد و خال ملاحظہ فرمائیں۔

علی بن حسین بن واقد۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں گو سچا ہے لیکن ذہن کامریض ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۲۴۵ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے۔ اپنے باپ حسین اور ابو حمزہ السکری سے روایات نقل کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں

مرجی تھا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ اس میں اس کا انتقال ہوا۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔
میزان ج ۱۲۳

گویا اس روایت میں اصل خرابی عبد اللہ بن بریدہ کی جانب سے ظاہر ہو رہی ہے جو حضرت
بریدہ صحابی کا بیٹا ہے اور ان سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام احمد کا فیصلہ
قطع طور پر درست ہے۔ اور یہ روایت عبد اللہ بن بریدہ کی منکرات میں داخل ہے۔

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین کے ہوں

یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسین مجھ سے ہیں اور
میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت فرمائے۔ جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک
سبط میں۔ ترمذی ج ۲۲۲

اس روایت کو یعلیٰ بن مرہ سے سعید بن راشد نے نقل کیا ہے اور سعید سے عبد اللہ
بن عثمان بن خثیم نے۔ اس سے اسمعیل بن عیاش نے۔ امام احمد نے۔ اس روایت کو وہب کے ذریعہ
عبد اللہ بن عثمان بن خثیم سے روایت کیا ہے۔

گویا اس روایت کا اصل دار و مدار دو راویوں پر ہے۔ سعید بن راشد اور عبد اللہ بن
عثمان بن خثیم۔ اس عبد اللہ سے نقل کرنے والے دو افراد ہیں۔ اسمعیل بن ابی عیاش اور وہب ہذا
سب سے اول سعید بن راشد کا حال ملاحظہ ہو۔

سعید بن راشد۔ نسائی لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے مشرک ہے۔
علاء سے روایت کرتا ہے۔ الضعفاء والمرکبین للنسائی ص ۵۴

دارقطنی لکھتے ہیں یہ سعید بن راشد ابو محمد السماک المازنی ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔
عطاء اور ہریر سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمرکبین للدارقطنی۔ ص ۱۰۲
امام بخاری لکھتے ہیں۔ سعید بن راشد ابو محمد المازنی ہے۔ سماک کے لقب سے مشہور ہے۔

بھری ہے۔ عطاء اور زہری سے روایت کرتا ہے مشکوٰۃ الحدیث ہے الضعفاء الصغیر ص ۵

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ اس سعید بن راشد نے یحییٰ بن مرہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اسے ابن ابی راشد بھی کہا جاتا ہے۔ میزان ج ۱۲۵ ص ۱۲۵

عبد الرحمن بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔ یہ سعید بن راشد سماک کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتا ہے۔ عطاء، حسن، ابن سیرین، اور زہری سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے مروان بن معاویہ القزازی وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا۔ فرمایا ضعیف الحدیث ہے مشکوٰۃ الحدیث ہے۔ البحر والتعذیل ج ۲ ص ۲۹۰ ان تمام تفصیلات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سعید بن راشد قطعاً ناقابل قبول ہے اور یہ تابعین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ لہذا سعید حضرت یحییٰ سے جو یہ حدیث نقل کر رہا ہے اس نے درمیان سے راوی گرایا ہے اور یہ روایت منقطع ہے اور یہ روایت حسن نہیں بلکہ منکر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ منکر کا باشندہ ہے۔ قاری ہے۔ اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔ سچا ہے۔ ۳۳۰ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں اس کی روایت ہائی جاتی ہے۔ تقریب ص ۱۵۱ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عثمان ثقہ ہے جنت ہے لیکن ابن الدورقی کا بیان یہ ہے کہ سبکی کہتے ہیں اس کی حدیث قوی نہیں۔ فلاس کا بیان ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۹۰

ہمارے خیال میں اس روایت پر اتنی بحث بہت کافی ہے ورنہ ترمذی کی سندیں متخیل

بن ابی عیاش بھی ضعیف ہے اور مسند احمد کی سند میں درباب بن جبر یہ ہے اور اس سے عفان حدیث روایت کر رہا ہے حالانکہ خود عفان نے وہی کونا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔
معنی لحاظ سے بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

- ۱۔ یہ امر تو واضح ہے کہ حضرت حسینؑ حضور سے ہیں معنی حضور کے خون سے ہیں لیکن یہ کہنا کہ میں حسین سے ہوں تو آپؐ حضرت حسین کے خون سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ انتہائی لغو ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لغوات نہیں فرما سکتے۔
- ۲۔ حسینؑ امباہ میں سے ایک سبط ہیں تو حضرت حسنؑ کا کیا قصور ہے جو انھیں سبط قرار نہیں دیا گیا اور پھر اس روایت میں صرف حضرت حسینؑ کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت حسنؑ کا کوئی ذکر نہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں خالص سیاحت پائی جاتی ہے۔

اور اسباب سبط کی جمع ہے اور سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَالْأَسْبَاطُ دِمَآؤُ بَنِي مُوسَىٰ وَبَنِي آلِ
تو اس معنی کی رو سے حضرت موسیٰؑ حضرت یوسفؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور دیگر انبیاء
حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ قرآن جائے معنی کی اس تبدیلی پر۔

حسن حسین کو سونگھنا

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ اس نے حضرت انس بن مالک سے سنا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ کو اپنے اہل بیت میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا حسن و حسین۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپؐ کا ملہؓ سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلا۔ جب وہ انھیں بلاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سونگھتے اور انھیں خود سے چمٹاتے۔ ترمذی کہتے ہیں حضرت انسؓ سے یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱

اس روایت کو حضرت انسؓ سے یوسف بن ابراہیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اسی باعث

ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس یوسف بن ابراہیم کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم قمی اسکی کنیت ابو شیبہ الجوهری ہے۔ واسط کا باشندہ ہے ضعیف ہے
تقریب التہذیب ص ۳۸۸

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم القیمی ابو شیبہ یہ اپنے لقب اللال سے مشہور ہے۔ حضرت انسؓ سے
احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حضرت انسؓ کے نام سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے
جو حضرت انسؓ نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اسکی توراویث بیان کرنا حلال نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں ضعیف ہے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس اللال کا ذکر کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔
یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ گویا امام بخاری ابو حاتم رازی کے نزدیک یہ روایت ایک
کہانی ہے۔

ابو احمد الحاکم کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۱

عبد الرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

یہ یوسف بن ابراہیم بصرہ کا باشندہ ہے۔ حضرت انسؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس
سے عقبہ بن خالد ابو قتیبہ، عبد الحمید الحمائی، اسمعیل بن عبد الاعلیٰ الغزالی، علاء بن الحسین
اور یزید القدائی احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل مجھے میرے والد نے بتائی۔ میں نے ان
سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا۔

ضعیف الحدیث منکر الحدیث عندنا ضعیف الحدیث ہے۔ منکر الحدیث ہے اس

عجائب۔ البحر والتعذیل ج ۲ ص ۲۱۹
کہ اس عجیب عجیب کہانیاں ہیں۔

ابن عباسؓ کا ایک اور خواب

(سلسلہ قتل حسینؑ)

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالے سے ابن عباسؓ کا ایک اور خواب نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال کچھ بے ہوئے ہیں۔ آپ کا جسم خیار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اسے جمع کر رہا تھا۔

عماد راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب لگایا تو یہ خواب اسی روز دیکھا گیا تھا جس روز حضرت حسین قتل ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

تفرد بسم احمد و اسنادہ قوی
ابداً و النہایہ رج منبت
(صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔)

اس لحاظ سے تو بے شک یہ روایت قوی اسناد ہے کہ اس کے کسی راوی پر حدیث میں سے کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے لیکن اس کے دو راویوں پر اور قسم کے اعتراضات ہیں۔

اول اعتراض اس کے پہلے راوی عمار بن ابی عمار پر ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب من۲

۲۔ عمار سے اسے نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں۔ ان کی جلالت شان نہ بد تقویٰ، عبادت اور حدیث سے واقفیت نامہ پر کسی نے انگلیاں نہیں اٹھائیں لیکن انھیں وہم بھی ہوتا تھا اور ان سے اس قسم کی منکر روایات بھی مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے پروردگار کو ایک بے دارھی مویجہ کے ٹونڈے کی صورت میں دیکھا جو سبز حلقہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں پر موتیوں کا پردہ پڑا ہوا تھا وغیر ذلک۔

کہا جاتا ہے کہ ان کی جوی کا ایک لڑکا تھا جو ان کے زیر کفالت تھا۔ اسے ابن ابی العوجا کہا جاتا تھا۔ وہ ان کے مسودات میں اپنی جانب سے روایات شامل کرتا رہتا۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔ ایسی صورت میں یہ روایت اس قابل ہے کہ اسے حماد بن سلمہ کی منکرات میں شامل کیا جائے اور علی الخصوص جب اس روایت پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ حضرت حسین کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا خون بھی جمع کیا گیا تھا تو ان کے ساتھ متعدد کوفہ کے سبائی بھی تھے تو کیا وہ بھی اس بلند مقام پر فائز تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خون بھی جمع کرتے پھریں۔ اب آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کہانی کا مقصد کیا ہے۔

اسی قسم کا ایک خواب پہلے بھی ابن عباسؓ مدینہ میں دیکھ چکے ہیں۔ اب یہ دوسرا خواب ہے جو ابن عباسؓ کسی نامعلوم مقام پر دیکھ رہے ہیں۔

ایک ساتھ پانچ سجدے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سجدے فرمائے جن میں کوئی رکوع نہ تھا اور فرمایا میرے پاس حیرت انگیز آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ اے محمدؐ یقیناً آپ کا پروردگار غافلہ سے محبت کرتا ہے۔ لہذا اے نبی سجدہ کیجئے تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ حسن و حسین سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جو ان دونوں سے محبت رکھے اور جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتا ہے۔ میزانِ ح ص ۲۹۱

چونکہ شیعوں کا عقیدہ پانچ تن کے ارد گرد گھومتا ہے اس لیے سجدات کی تعداد بھی پانچ ہونی لازم تھی لیکن ہمیں انیسویں یہ ہے کہ ابتداء سے روایت میں راوی نے پانچ سجدوں کا دعویٰ تو کیا لیکن جب تفصیل بیان کی تو صرف دو سجدے رہ گئے اور حسن و حسین کو صرف ایک ہی سجدہ میں فارغ کر دیا گیا کیونکہ مذہبِ سبائیہ میں حضرت حسنؓ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کر دیا گیا اور حیرت اس پر ہے کہ راوی حضرت علیؓ کو بھی بھول گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار صرف تین

فِي الْاُخْرَىٰ اَعْمٰی دَاٰخِلٌ سَبِيْلًا ۝
ہو گا اور راہ سے بھی گمراہ ہو گا۔

ایسے دجالہ کی موجودگی میں کسی اور راوی پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح یہ روایت جھوٹ ہے تو یقیناً اور پرکے راویوں کے نام بھی جھوٹ ہوں گے کیونکہ جھوٹ ان لوگوں کا مذہب ہے اور اس کا ثبوت خود اس کی ایک اور روایت ہے۔ جو غالباً ستیوں کو خوش کرنے کے لئے اس لئے وضع کی ہوگی وہ ہمارے قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں میدانِ حشر میں دس سال تک معاویہؓ کی تلاش کرتا رہوں گا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہ آئیں گے۔ اچانک اسی سال بعد وہ ایک مشک کی اونٹنی پر سوار نظر آئیں گے جس کا کماؤہ رحمت کا ہو گا اور اس کے پائے زبردست ہونگے۔ ملاقات کے بعد وہ بتائیں گے کہ میں عرشِ الہی کے نیچے ایک باغیچہ میں بیٹھا اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ مجھ سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہؓ میں نے تجھے یہ درجہ اس لئے دیا ہے کہ دنیا میں تجھے لوگوں نے بہت بُرا کہا۔ میزان ۵ ص ۳۲

ہمارا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ سے زیادہ ان کے بیٹے یزیدؓ کو بُرا کہا جاتا ہے۔ لہذا موجودہ روایت کو چاہیے کہ ایک روایت فضیلتِ یزید میں بھی وضع کر دی جائے۔... کیونکہ تقیہ بازوں کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے۔

یہاں ہم ساتھ ساتھ اپنے قارئین کو یہ بھی بتا دیں کہ یہ پانچ سجدوں والی روایت اس سلسلے میں نے سوید بن سید سے نقل کی ہے اور سوید بھی محدثین کے یہاں کوئی پسندیدہ انسان نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان ۵ ص ۲۴

جنت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے ؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

لا إله إلا الله محمد رسول الله
 علی حب الله، المحسن والحسين
 صفوة الله فاطمه امت الله علی
 باغضم لعنت الله میزان ج ۱۱۱
 اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں۔ علی اللہ کے محبوب
 ہیں۔ حسن و حسین اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ فاطمہ
 اللہ کی باندی ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں
 پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ پنج تنی فارمولا ہے۔ جو اس فارمولے کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ امام ذہبی یہ
 روایت بیان کر کے فرماتے ہیں بلکہ اس شخص پر لعنت ہو جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔

علی بن احمد المودب۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت علی بن احمد المودب
 الحلوانی کے تذکرہ میں نقل کی ہے۔ اس احمد نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں وہ سب اسی قسم کی
 موضوع روایات ہیں۔ یہ ان میں سب سے بدترین روایت ہے۔ خطیب لکھتے ہیں میر گمان ہے کہ
 یہ روایت اسی حلوانی کی وضع کردہ ہے۔ میزان ج ۱۱۱

خطیب بغدادی کا بیان بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں اس نے ادھر کے جو راوی گناہے
 ہیں۔ یعنی عتی بن امیہ بنی، وکیع، اعش اور مرقیہ تو ان حضرات کی ذات تو کذب و افتراء سے پاک ہے۔
 اس روایت کا ایک اور راوی جابر نامی ہے۔ جس سے اعش روایت کرتا ہے۔ اس ناپاک ہستی
 کا نام جابر بن یزید ہے۔

جابر بن یزید الجعفی۔ یہ جابر فقہ جعفریہ کا ایک ستون ہے۔ اصول کافی اور شیعہ مذہب کی دیگر
 کتابوں میں جناب باقر کی اکثر روایات اس سے مروی ہیں۔ یہ شخص اپنے کذب و افتراء میں تمام محدثین
 میں مشہور ہے۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کے کذب پر
 بحث کی ہے لیکن ہم اس کا تفصیلی حال میزان الاعتدال اور شیعوں کی کتاب المرءات سے نقل کر
 رہے ہیں۔

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے پچاس ہزار ایسی
 احادیث یاد ہیں جن میں سے ایک بھی میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔ ایک روز اس نے بیٹے

۔ دایت بیان کی اور کہنے لگایہ ان پچاس ہزار (مخفی) روایات میں سے ہے

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک روزیہ جابر کہنے لگا۔ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کیں۔ میں نے اس کے اس قول کا تذکرہ ابوب بن ابی تیمر سے کیا۔ انھوں نے فرمایا پھر تو وہ پکا جھوٹا ہے۔

عبدالرحمن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے والد شریک بن عبداللہ الخفی کے پاس دس ہزار ایسی روایات تھیں جو انھوں نے جابر سے سنی تھیں۔

امام جو اس جابر کے استاد تصور کئے جلتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز جابر سے کہا تیری موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تو حضور پر جھوٹ نہ بولنے لگے۔ اسمعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ ابھی کچھ روز نہ گزرے تھے کہ لوگ اسے جھوٹا کہنے لگے۔

امام احمد کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس جابر کی روایات ترک کر دی تھیں اور عبدالرحمن بن ہمدی ابتداء میں تو اس کی روایات بیان کرتے لیکن پھر انھوں نے بھی اس کی روایات ترک کر دیں اور یحییٰ نے آخر میں بھی ترک کر دی تھیں۔

ابو یحییٰ الحنفی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جتنے علماء اور لوگوں کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فقیہ اور جابر جتنی سے زیادہ کوئی جھوٹا نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا جابر فوراً اس کے لیے ایک حدیث وضع کر دیتا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو اس نے لوگوں پر ظاہر نہیں کیں۔ کیونکہ ان کا تعلق علم باطن سے تھا۔ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر سے احادیث سننے کا ارادہ کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے نصیحت کی کہ اس کے پاس نہ جانا کہ وہ کذاب ہے۔

نسائی کہتے ہیں مترک ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں۔ بخاری کا قول ہے کہ کذاب ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کذاب ہے۔ رافعی ہے۔

جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں جابر جعفی کی حدیث بیان کرنا حدس نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؑ دنیا میں دوبارہ تشریف لائے گئے (اس فرقہ کو رجسہ کہا جاتا ہے)۔

یحییٰ بن یعلیٰ الحارثی کہتے ہیں کہ زائدہ نے اس جابر کی روایات اٹھا کر جھینک دیں اور فرمایا یہ جھوٹا ہے۔ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

ابو شیبہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں کسی وقت اگر جابر کے پاس جاتا اور اتفاق سے وہ لکڑی کا زمانہ نہ ہوتا تو یہ اپنے حوض کے ارد گرد چکر کاٹتا پھر گھر سے کڑھی لے کر آتا اور کہتا کہ یہ میرے باغیچہ کی ہے۔

یحییٰ بن یسین فرماتے ہیں یہ جابر کذاب ہے۔ ابو الاحوص کا بیان ہے کہ میں جابر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کہتا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بطور عذاب مکان کی چھت مجھ پر نہ گرا دے۔ جو زحافی فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔ میں نے امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا عبد الرحمن بن مہدی نے اس کی روایات ترک کر کے امینان کا سانس لیا۔

ابن قبان کا بیان ہے کہ یہ سبائی تھا۔ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ جراح بن ملح کا بیان ہے کہ میرے پاس ستر ہزار احادیث ابو جعفر بن باقر کی ہیں جو انھوں نے حضور سے روایت کی ہیں۔ زائدہ کا بیان ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ جابر کہا کرتا تھا کہ میں باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی پلایا جس سے مجھے چالیس ہزار احادیث و روایات یاد ہو گئیں شہاب بن عباد کا بیان ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ جابر کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو بلایا اور حضور نے جو کچھ سکھا تھا وہ انھیں سکھا دیا۔ پھر علیؑ نے حسنؑ کو بلا کر یہ سب علم سکھایا۔ حسنؑ نے حسینؑ کو تعلیم دی، پھر حسینؑ نے علی بن حسینؑ یعنی زین العابدینؑ کو ان ائمہ کی تعلیم دی، پھر زین العابدینؑ نے باقرؑ کو اور باقرؑ نے جعفرؑ کو تعلیم دی۔ سفیان کہتے ہیں

میں نے اسی وجہ سے اس کی روایت چھوڑ دی۔ کتاب العلل الترمذی، مقدمہ مسلم۔ میرن ج
 ص ۳ کتاب الضعفاء والمتروکین النسانی ص ۲ کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری ص ۳

سبائوں کی زبان میں یہ روایت ہے جو بارہ اماموں تک چلی اور بارہویں امامت قیامت تک
 چلے گی۔ صوفیا کی زبان میں اسے علم باطن اور علم سینہ البینہ کہا جاتا ہے جو ہر گدی نشیں پر کو و دلیعت
 ہوتا رہا۔ سبائیوں کے نزدیک یہ قرآن محرف ہے اور حدیث و سنت ناقابل اعتبار ہیں۔ صوفیاء کے
 نزدیک یہ علم ظاہر ہے کہ جس کی حیثیت ایک پھلکے سے زیادہ نہیں۔ اسی لئے متعدد صوفیا کتب حاد
 کو دیر بار دہرکتے رہے تاکہ اس علم ظاہر سے چھٹکارا حاصل ہو۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر
 کا ایک باطن ہوتا ہے۔ پھر ہر باطن کا ایک باطن ہوتا ہے پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا
 ہے اور پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے۔ یہ تصور رومی نے اپنی مشنوی میں پیش کیا ہے۔
 اعاذنا اللہ من هذا الشر العظیم۔

حضرت حسین بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ حسنؑ سینے سے اوپر کے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے لیکن حسینؑ
 بن علیؑ نچلے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ روایت حسن غریب ہے۔

ترمذی ج ص ۲۲۲

اول تو اس روایت کے جواب کے لئے انتہائی کافی ہے کہ یہ روایت خبر واحد در حسن ہے۔
 جبکہ خود ترمذی نے صحیح اور مشہور روایت یہ نقل کی ہے کہ حسن بن علیؑ سے زیادہ حضور کے کوئی
 مشابہ نہ تھا۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے در اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابو
 جحیفہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسن بن علیؑ
 آپ کے مشابہ تھے۔ اس روایت کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔
 نیز ترمذی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی روایات کہ حسن بن علیؑ حضور کے مشابہ تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے بھی مروی ہیں۔
 حضرت علی کی مذکورہ روایت میں سارا فساد عبید اللہ بن موسیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ یہ عبید اللہ
 قبیلہ عکس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کافہ کا باشندہ ہے۔ بخاری اور تمام صحاح نے اس سے
 روایات لی ہیں۔

ذاتی کھتے ہیں اگرچہ یہ بظاہر معتبر ہے لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے (جس کی یہ بین مثال
 موجود ہے) لیکن یحییٰ بن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو نعیم
 اس سے بہتر ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ میں نے اسے کبھی سُر
 اٹھائے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

یسونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ اول تو احادیث میں خلط ملط کرتا۔ دوسرے
 بدترین قسم کی روایات بیان کرتا اور تمام شیعہ آفات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا
 لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے ان سے دریافت کیا۔ میں اس
 سے احادیث سنوں تو امام احمد نے اس سے منع فرما دیا۔ میزان ج ۱۶

گویا عبید اللہ نے اصل روایت میں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔ تبدیلی کر کے حضرت
 حسین کو زبردستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار دیا۔ اور اس طرح یہ روایت وجود میں آئی۔

حضرت حسین کے قتل کی پیشین گوئی

حضرت انس فرماتے ہیں کہ بارش کے قرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی
 اجازت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور ام سلمہ سے فرمایا۔
 فرار وازے کی حفاظت کرنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔

لیکن اتنے میں حسینؑ بن علیؑ آئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر چڑھنا شروع کیا۔ اس فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس سے مجتہد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس فرشتہ نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مقام دکھاؤں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے پھر فرشتے نے ہاتھ مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر اپنے کپڑے کے کنارے سے باندھ لیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم اسی وقت سے سنتے آئے تھے کہ حسین بن علیؑ کو بلا میں قتل کئے جائیں گے۔ مسند احمد بن حنبل ج ۲۶۵

غالباً حضرت انسؓ یہ قصہ بیان کرنے کے لئے اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے جب بقول راوی حضرت حسینؑ کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ بخاری میں اس کی تشریح موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں حضرت حسینؑ کا سر دیکھ کر یہ قصہ یاد آگیا ہو۔ اور پہلے حضرت انسؓ مجبور کئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ اس وقت جتنے بھی صحابہ حیات تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی حضرت حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ مثلاً آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفرؓ آپ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ جو خود صحابی رسول تھے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بھی ابن زیاد کے پاس بیٹھے رہے۔

ہم پہلے حصہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت حسینؑ ۹ھ میں پیدا ہوئے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دو سال دو ماہ تھی لیکن اتنی عمر میں اچھل کر اندر داخل ہونا امام سلمہؓ کے ہاتھ آنا یہ بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

اور سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ام سلمہؓ فرشتے کو آتے اور حضور سے ہم کلام ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ آج تک تو ہم یہ سنتے آئے تھے کہ فرشتہ بھی آپ کے پاس انسانی صورت میں آتا تھا لیکن وہ ایسی صورت میں آیا کہ ام سلمہؓ اسے دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔

بیز فرشتے نے وعدہ تو زمین دکھانے کا کیا لیکن خالی مٹی پکڑ کر چلا گیا۔ اب کیا خبر وہ مٹی

کس جگہ کی ہوگی۔ اور وہ ایسا کونسا فرشتہ تھا جو زمین دکھانے کے بجائے خالی مٹی دکھا رہا تھا۔ جو کہتا ہے کہ جگہ اس لئے نہ دکھائی ہو کہ اس وقت اس جگہ پر ایرانی برادری کا قبضہ تھا۔ ہمیں تو صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں۔ روایتی لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے۔

اس روایت کے روات کا جہل تک تعلق ہے تو صرف تین روات ایسے ہیں جن پر بحث کی جاسکتی ہے۔ یعنی عبد الصمد بن حسان۔ عمارۃ بن زاذن۔ ثابت۔ کیونکہ بقیہ راویوں میں حضرت انسؓ یا امام احمد اور ان کے صاحبزادے ہیں۔ لہذا پہلے ان تین راویوں پر کلام کیا جائے گا۔
عبد الصمد بن حسان۔ یہ مروزی ہے ثوری اور اسرئیل سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ہرأت کا قاضی بھی رہا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ انشاء اللہ سچا ہے۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد بن حنبل نے متروک قرار دیا۔ اگرچہ امام احمد سے یہ بات ثابت نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں اور وہ حدیث میں قبولیت کے قریب تھا۔ میزان ج ۶۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کا انتقال جعفرات کے دن نصف محرم میں ہوا۔ سان المیزان ج ۲
عبد الصمد بن حسان نے یہ روایت عمارۃ بن زاذن سے نقل کی ہے۔ ذرا ان حمارۃ کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں۔

عمار بن زاذن البصری الصيدلانی مداس کی کنیت ابو سلمہ ہے۔ ثابت البنانی اور محمول سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شیبان بن فروخ اور حبان بن ہلال نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری لکھتے ہیں اسے اپنی حدیث میں بسا اوقات اضطراب ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے

ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔۔۔ تاہم کہتے ہیں اس کی روایت کمزور لی جائے لیکن اس کی روایت حجت نہ سمجھی جائے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کچھ نہیں۔ حکم بن یزید کا بیان ہے کہ اس نے ستاد حج کئے ہیں۔ ابن سعدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان ج ۱۴۶، التاريخ الکبیر ج ۵ ص ۵۰

حافظ دارقطنی نے اپنی کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا دارقطنی کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔ کتاب المتر وکین۔ دارقطنی ص ۱۳۹

امام احمد سے اس کے بارے میں دو روایات ہیں پہلی روایت ان کے صاحبزادے عبداللہ کی اس کی۔ دوسرے ان کا قول یہ ہے کہ عمارۃ بن زاذان شیخ ہے۔ ثقہ ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن ابوبکر بن الاثرم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ عمارۃ بن زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے۔ فرمایا حضرت انسؓ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ الجرح والتعديل ج ۳ ص ۳۶۶
گویا امام احمد کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

تیسرا ردی ثابتہ ایسا فی ہے۔ محدثین کو ان کی ذات پر کوئی خاص اعتراض نہیں بجز اس کے کہ ان سے روایت کرنے والا قابل اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں عمارۃ بن زاذان قابل اعتراض ہے۔ لہذا یہ روایت عمارۃ بن زاذان کے باعث منکر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متعلق روایات

قیامت کے دن ابوبکرؓ کیلئے اللہ کی تجلی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غار سے نکلے تو ابوبکرؓ نے آپ کو پشت سے پکڑ لیا۔ آپ نے ابوبکرؓ کے چہرے کی جانب نگاہ ڈالی۔ اور فرمایا اے ابوبکرؓ، کیا میں تجھے کوئی بشارت نہ دوں، میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوق کے لئے تجلی فرمائے گا۔ اور ابوبکرؓ تیرے لئے خاص طور پر تجلی فرمائے گا۔

اس روایت کو خطیب بغدادی نے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا متن اور سند دونوں محمد بن عبد بن عامر نے وضع کئے ہیں۔ لیکن اس کی ایک اور بھی سند ہے جس میں ایک راوی محمد بن کثیر مجہول اور محمد بن بیان اشقی واضح الحدیث ہے۔ (اللائی ج ۱ ص ۲۵۷۔ الوضوعات لابن جوزی عامۃ لابن جوزی۔ ج ۱ ص ۳)

اتفاق سے یہ دو اسناد عبد الرزاق پر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور عبد الرزاق سے اوپر کے تمام راوی بظاہر معتبر ہیں۔ لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اس موضوع پر جتنی روایات مروی ہیں وہ سب کی سب ایسے انصار صحیح سے مروی ہیں جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے۔ کیونکہ اصل خوبی تو وہی ہوتی ہے جس کی دشمن بھی تعریف کرے۔ یہاں یہ امکان ضرور ہے کہ کہیں یہ تقیہ نہ ہو۔ کیونکہ عبد الرزاق بن ہمام بہت کم اپنے تخیلات کا اظہار کرتا تھا۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ ان صحابہ کے نام سے یہ ایک بکو اس ہے۔ جہاں تک محمد بن عبد بن عامر محمد بن بیان اور حسن بن کثیر کا تعلق

ہے۔ تو ہم ان کا حال سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ روایت بلحاظ مندرجہ
نا قابل اعتبار ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد بن عامر السمرقندی سنہ ۱۰۰ کے لگ بھگ
پیدا ہوا۔ یہ احادیث وضع کرنے میں مشہور ہے خطیب بغدادی نے اس کا تفصیلی
تذکرہ کیا ہے کہ اس نے یحییٰ بن یحییٰ اور عقیلم بن بوسف سے باطل احادیث روایت
کی ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ جھوٹ یوں ہے اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

جعفر بن الحجاج الموصلی کا بیان ہے کہ ایک باریہ موصول آیا۔ اور منکر احادیث
روایت کرنے لگا۔ محدثین کی ایک جماعت اس امر ارادہ سے اس کے پاس گئی کہ ہم
اس کی روایات پر تکتہ چینی کریں گے۔ وہ ایک حلقہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے ہمیں
جب در سے آتے دیکھا تو فوراً تاڑ گیا۔ اور فی البدیہہ یہ حدیث وضع کر کے بیان
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قرآن کلام اللہ ہے جو مخلوق
نہیں سمجھ سکتے ہم اس پر اعتراض کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ اور عوام کے خوف سے
واپس چلے آئے۔ میزان ۳۰ ج ۳ ص ۱۳۳

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کچھ نہ فرمایا تھا۔ بلکہ
یہ مسئلہ مامون الرشید نے دو سو سال بعد پیدا کیا۔ اس کے باعث بڑے بڑے
ائمہ نے مصائب اٹھائے نتیجہ عوام ہر اس شخص کے دشمن بن گئے جو یہ دعویٰ
کرے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اب اگر یہ علماء یہ کہتے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو عوام یہ
خیال کر لیں کہ یہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں ان محدثین کو ہرگز نہ بخشتے۔ بہتری اسی
میں تھی کہ اپنی جان بچالیں۔

محمد بن بیان الثقفی خطیب کہتے ہیں یہ وضع الحدیث ہے۔ ذہبی لکھتے
ہیں اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذرا بھی حیاء نہ تھی۔ اس نے بڑے بڑے ائمہ محدثین
کے نام سے حضرت انسؓ کی جانب منسوب کر کے یہ حدیث وضع کی کہ جب
سورہ الباقیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے

حضرت انسؓ کہتے ہیں ہم نے ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر دریافت کی تو انھوں نے فرمایا تین سے مراد شام کے شہر ہیں۔ زبیتون سے مراد فلسطین۔ طور ساینہ سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔ انسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔ الا الذین امنوا سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ و فلہما جو سے مراد عثمانؓ ہے اور فسا یکن بلث بعد بالذین سے مراد علیؓ ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت اس محمد بن بیان نے وضع کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۳ لطف یہ ہے کہ جب سورۃ والتین نازل ہوئی تو ابن عباس عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے اور انسؓ بن مالک اس وقت اسلام نہ لائے تھے۔ اور نہ انسؓ بن مالک کا مکہ سے تعلق ہے اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی (غالباً ہمارے صوفیاء نے اس قسم کی کہانیوں سے دین کی صورت بگاڑ دی ہے) پھر انسؓ بن مالک ابن عباسؓ سے عمر میں کافی بڑے ہیں۔ انھیں ابن عباسؓ سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اس محمد بن بیان کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت مجھ سے حسن بن کثیر نے بیان کی اور وہ امام احمد بن حنبل سے نقل کرتا ہے۔ یہ حسن بن کثیر کون شخص ہے۔ ذہبی اور خطیب کہتے ہیں مجہول ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۱۹ خطیب کہتے ہیں کہ یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ اور اس کے الفاظ مختصر ہیں۔

ان الله يتجلى للخلائق عامة ويتجلى لك خاصة
اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے عام طور پر تجلی فرمائے گا اور تیرے لئے خاص طور پر
یعنی اس کا ایک راوی بنو اس بن احمد بن بنو اس ہے جو مجہول ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اللانی ج ۱ ص ۲۸۶ موضوعات لاین الجوزی ج ۱ ص ۳۲ بلکہ بنو اس عسری و فارسی میں کوئی وجود نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ راوی قرنی ہو۔ ہمارے نزدیک اس کے کچھ اور راوی بھی مجہول ہیں۔

خطیب کہتے ہیں اس کی اس روایت کی ایک اور بھی سند بیان کی جاتی ہے لیکن اس سند میں بھی متعدد مجہول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب قبیۃ عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ ان میں سے بعض نے لغو گفتگو کی۔ آپؐ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکرؓ تم یہ گفتگو سن رہے ہو۔ انھیں جواب دو۔ ابوبکرؓ نے انھیں بہت عمدہ جواب دیا۔ آپؐ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے رضوان الاکبر عطا کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ رضوان الاکبر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام مؤمنین کے لئے عام طور پر تجلی فرمائے گا۔ لیکن ابوبکرؓ تیرے لئے خاص طور پر تجلی فرمائے گا۔

سیوطی لکھتے ہیں اس کا ایک راوی محمد بن خالد ہے جو کذا ہے۔ الابی جہا^{۲۸}۔ حلیہ کی اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر صوفی اپنی کتاب میں یہ روایت نقل کرتا ہے۔ اور پھر بھی حضرت علیؓ کو ان پر فضیلت دیتا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ وفد بن عبد القیس کا حال صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ بلکہ مؤرخین کے نزدیک وہ سب سے بہترین وفد ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کی اور اس کے سردار اشج کی توصیف فرمائی ہے۔ کیا ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ قبیۃ بنی عبد القیس کی خدمت کی جائے؟ ابوبکرؓ کو ان سے کوئی عداوت تھی جو ان کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ دراصل معاملہ یہ ہے کہ تصوف اور کذب بیانی باہم لازم و ملزوم ہیں۔

در اصل ابو نعیم نے یہ روایت محمد بن احمد بن الحسن البحر جانی سے نقل کی ہے جو صوفی ابو العباس الاصم کا شاگرد ہے۔ حاکم لکھتے ہیں کہ یہ پاگل ہو گیا تھا اور اس کا دماغ چل گیا تھا دیمیزان جلد ۳ ط ۲۶

محمد بن احمد بن الحسن نے یہ روایت یوسف بن الحکیم سے نقل کی ہے جو مجہول ہے۔ اور وہ اسے محمد بن خالد الحنظلی سے نقل کرتا ہے۔ جو کذاب ہے۔ ابن جوزی موضوعات میں فرماتے ہیں محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ اور اس روایت کا واضح وہی ہے۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا۔ میزان ج ۳ محمد بن خالد نے یہ روایت کثیر بن ہشام سے نقل کی ہے۔ اور وہ بھی مجہول ہے۔ دراصل تصوف اور تشیع کی گاڑی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتی جب تک اس میں مجہول اور کذاب راویوں کی روایات شامل نہ ہوں؛ بلکہ اتفاق سے انھیں ثقہ اور معروف راوی کبھی دستیاب نہیں ہوتے کیونکہ کہانی بھی تو غیر معروف ہوتی ہے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابونعیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے اور اسے بڑے بڑے علماء نے روایت کیا ہے۔ صرف خُتلی کثیر سے نقل کرنے میں تنہا ہے۔

یعنی ان دو حضرات کے علاوہ یقیہ بڑے بڑے عالم ہیں۔ سچا فرمایا وہ عالم الکذاب ہوں گے کہ عالم الصدق۔ جیسا کہ یہ خُتلی ہے۔
حاکم نے بھی اسے مستدرک میں خُتلی سے نقل کیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہی خُتلی نے اسے وضع کیا ہے۔ اللالی جلد ۱۔ ص ۲۸

خطیب بغدادی نے حضرت جابرؓ کی یہ روایت ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے جس میں وفد عبد القیس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ صرف ابو بکرؓ کے لئے تجلی کا ذکر ہے لیکن خطیب کہتے ہیں اس کی سند میں علی بن عبدہ التیمی ہے جو واضح الحدیث ہے۔
الغرض جابرؓ کی اس روایت کی جتنی بھی سندیں ہیں ان میں سے ہر سند میں کوئی نہ کوئی کذاب اور واضح الحدیث موجود ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ابتدائی دور کے محدثین نے اسے اپنی کتاب میں کیوں روایت نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ روایت قطعاً ناقابل اعتبار تھی۔

ابن حبان نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے۔ جس میں غار سے نکلنے کے وقت یہ الفاظ کہے گئے ہیں: *ما فی البوہر لیرہ* کی روایت اور انسؓ کی روایت میں ایک لفظ کا کئی فرق نہیں۔ لیکن ابن حبان کہتے ہیں: ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کا راوی محمد بن محمد بن عمر بن یونس الیہامی ہے جو کذاب ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ انسؓ والی روایت تھی جسے اس یمنی کذاب نے نئی سند وضع کر کے ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کر دیا۔ (الابی ج ۲ - ص ۲۸۷)

ابن حبان کہتے ہیں یہ روایت حضرت عائشہؓ کی جانب بھی منسوب کی گئی ہے لیکن اس کا ایک راوی عبداللہ بن واقد ہے جو متروک ہے۔ اس لحاظ سے روایت عائشہؓ بھی قابل قبول نہیں۔

سینوی کی چونکہ یہ عادت ہے کہ وہ حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ موضوع سے موضوع روایت کو کسی نہ کسی طرح صحیح ثابت کیا جائے اور انہوں نے اپنی زندگی میں ہی ایک واحد کا نامہ انجام دیا ہے۔ ابن حبان کی یہ بحث نقل کر کے کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: عبداللہ بن واقد میں کوئی برائی نہیں۔ گویا حدیث عائشہؓ صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے گزشتہ تمام روایات خود بخود صحیح ثابت ہو گئیں۔ کیونکہ یہ صحیح روایت ان کی شاہد ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعا عبداللہ بن واقد اتنا قابل اعتماد ہے کہ جس کی وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار دیا جاسکے؟ اور کیا عبداللہ بن واقد سے جو راوی اسے روایت کر رہے ہیں وہ سب قابل اعتبار ہیں؟

بے شک امام احمد اس میں کوئی عیب تصور نہیں کرتے۔ بلکہ یحییٰ بن معین بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں کہ متقدمین نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ لیکن اس کی روایت سراپا ظلمت ہوتی ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ (میزان ج ۲ - ص ۵۲)

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے اس کی روایت نقل نہیں کی

جہاں رن حبان نے اسے متروک قرار دیا ہے وہاں حاقظ ابن حجر جو سیوطی کے استاد ہیں اور جن سے آگے بڑھنے کی ہوس میں سیوطی نے موضوعات کو سینے سے لگایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ عبد اللہ بن واقد الحرانی کی اصل خراسان ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ متروک ہے، صرف امام احمد نے اس کی تعریف کی ہے۔ بڑھا پے میں اس کا دماغ درست نہ رہا تھا۔ اور حدیث میں تدلیس ردھو کہ (سے کام لیتا ہے۔ (تقریب ص ۱۹) امام نسائی کتاب الضعفاء ص ۷۲ پر لکھتے ہیں عبد اللہ بن واقد الحرانی متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء للبخاری ص ۷۵)

کتاب الضعفاء کے محشی محمود ایرا، ایم مزید لکھتے ہیں۔ ابو زرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث بیکار ہے۔ ہاں یحییٰ بن معین کا ایک قول یہ ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ غلطیاں بہت کرتا ہے۔ جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ جویرہ کا نہایت عابد افسان تھا۔ لیکن عبادت کی جانب توجہ کے باعث حدیث یاد نہ رکھ سکتا تھا جس کی وجہ سے یہ منکرات بیان کرنے لگا۔ اس کی روایت پر اعتنا دکر ناجائز نہیں ہو سکتا ہے کہ امام احمد نے اس کی نیکی کے باعث دھوکہ کھایا ہو۔ جہاں تک امام احمد کا تعلق ہے۔ ان کا پورا قول یہ ہے کہ اس میں کوئی برائی تو نہیں۔ نیک آدمی ہے۔ اہل سنت کے طریقہ پر چلتا ہے۔ لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے۔ (کتاب الضعفاء للبخاری ص ۷۵)

قارئین نے ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ سیوطی نے ایک موضوع روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کس قسم کی تدلیس سے کام لیا ہے۔

عبد اللہ بن واقد سے نقل کرنے والا عبد اللہ بن محمد الحرانی ہے۔ ہیں اس کا تذکرہ آج تک کہیں نظر نہیں آیا۔ کاش سیوطی خود اس کا حال بیان فرما دیتے۔ کیونکہ جیسی ابن عدی، ابن حجر، بخاری اور نسائی وغیرہ نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسی طرح عبد اللہ الحرانی سے نقل کرنے والا حسن بن علی بن زید بھی مجہول ہے۔ اور بعد کے بھی

مختلف روایات ہیں سب مجہول ہیں۔ سیوطی نے امام احمد کا سہارا لے کر ملت کو دھوکا دیا۔
 سیوطی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ابوالحسن بن بیشر نے ان کی فوائد سے ایک
 نئی روایت اس کی تائید میں حضرت علیؓ کی پیش کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول
 اللہ قیامت کے روز سب سے اول کس سے حساب لیا جائے گا۔ فرمایا ابو بکرؓ،
 میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا عمرؓ، میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا پھر
 مجھ سے میں نے عرض کیا کہ عثمانؓ کہاں جائیں گے۔ فرمایا میں نے عثمانؓ سے
 خاموشی سے ایک ضرورت طلب کی تھی جو انھوں نے خاموشی سے پوری کی۔
 میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ عثمانؓ کا حساب نہ لے۔ پھر ایک منادی نداء دینگا
 کہ سابقین اولین کہاں ہیں۔ تو سوال ہوگا کہ سابقین سے کیا مراد ہے۔ منادی
 جواب دے گا۔ ابو بکرؓ کہاں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کے لئے خاص طور پر
 تجلّی فرمائے گا۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے عام طور پر۔ (اللالی ج ۱ ص ۲۵۷)
 سیوطی نے یہ روایت نقل کر کے سکوت اختیار کیا۔ اور اللہ اعلم کہ ہر
 آگے بڑھ گئے۔ کاش وہ اتنا ہی غور فرمائیے کہ سابقون الاولون جمع ہے واحد نہیں
 لیکن سیوطی روایت پرستی کے مرض میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ انھیں روایت کی
 کوئی ضرورت نہیں۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ حضرت عثمانؓ نے آپؐ کی حاجت پوری کی اس لئے آپؐ
 نے دعا کی اور وہ حساب سے مبرا ہو گئے۔ اس کے لئے عرض یہ ہے کہ سب سے زیادہ
 آپؐ کی حاجتیں ابو بکرؓ نے پوری کی ہیں جنہی کہ آپؐ زندگی بھر ان کا احسان و انار کے
 آخر ان کے لئے یہ دعائیں نہیں کی گئی۔

اب رہ گئی اس روایت کی سند ہی حالت توحہ حضرت علیؓ سے اسے حسن بصری
 روایت کر رہے ہیں۔ اور تمام محدثین متفق ہیں کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو نہیں
 دیکھا۔ اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ اور اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ سب
 یہ ترین منقطع۔ روایت حسن بصری کی ہے۔ سیوطی ضعف پرستی کے مرض میں تمام

اصول حدیث بھول گئے۔ امام احمد حنبل کا سہارا سیوطی نے سابقہ روایت میں لیا تھا فرماتے ہیں۔ سب سے بدترین مرسل حسن بصری کی مرسل ہے۔ وہ درمیان سے ضعیف اور مجہول راویوں کو گرامیتے ہیں۔

حسن سے نقل کرنے والا ابو عبیدہ ہے ہم نے آج تک حسن بصری کے شاگردوں میں اس کا نام کہیں نہیں دیکھا۔ اور درجال کی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ ابو عبیدہ سے نقل کرنے والا عطاء بن المبارک ہے۔ از دی کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون بلا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ جس شخص سے روایت کرتا ہے اس کا نام ابو عبیدہ نہیں۔ بلکہ ابو عبیدۃ الناجی ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۷۱)

اس سے سیوطی کی لاعلمی کی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اب آئیے ذرا ہم ابو عبیدۃ الناجی کا چہرہ بھی دیکھ لیں۔ ذہبی کہتے ہیں اس کا نام بکر بن الاسود ہے۔ اسے ابن ابی الاسود بھی کہا جاتا ہے حسن بصری سے روایات نقل کرتا ہے۔ بہت اونچے درجے کا زاہد متقی انسان ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن تہبان کہتے ہیں نسکی کے غلبہ میں حفظ حدیث سے غافل ہو گیا۔ نتیجتاً زیادہ تر مہمل روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن کثیر الغبری اس کی جب بھی کوئی روایت کرتے تو فرماتے یہ کذاب ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۳۲)

عطاء بن مبارک سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن بشر ہے۔ یہ کونسا محمد بن بشر ہے۔ کیونکہ محمد بن بشر نامی چار افراد ہیں۔ ایک محمد بن بشر القینسی، حاکم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ایک محمد بن بشر المدنی، ذہبی کہتے ہیں وہی انسان ہے، ایک محمد بن بشر بن شریک الکوفی، ذہبی کہتے ہیں پسندیدہ انسان نہیں اور ایک محمد بن بشر وہ ہے جس نے امام مالک سے ایک منکر روایت نقل کی ہے اور وہ مجہول ہے۔

محمد بن بشر سے نقل کرنے والا ابراہیم بن عبد اللہ ہے۔ ابراہیم بن عبد اللہ نامی بیسیوں ہیں۔ یہ کون ہے اس کی خبر سیوطی کو ہوگی۔ یہ حال ہے اس روایت کا

جس پر سیوٹی نے نہ صرف سکوت اختیار کیا، بلکہ ایک موضوع روایت کی شہادت میں پیش کیا۔ قربان جائیے اس سادگی کے۔

ایک عجیب کہانی

آلانی میں ہے کہ ابوالحسن بن مہدی باللہ نے اپنی "فوائد" میں حضرت حذیفہ بن الیان سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے سوال فرمایا۔ ابو بکر کہاں ہیں۔ ابو بکرؓ نے آخر صفوں میں سے جواب دیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ کے لئے جگہ دو۔ اور ابو بکرؓ سے فرمایا تم میرے قریب آؤ۔ کیونکہ تم پہلی تکبیر میں میرے ساتھ شریک تھے؟

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ پہلی صف میں تھا۔ آپ نے تکبیر کہی۔ میں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے سورہ فاتحہ شروع فرمائی اور اس کی قراءت کی۔ میرے دل میں وضو کی جانب سے وسوسہ پیدا ہوا۔ میں مسجد کے دروازے کی طرف گیا تو ایک ہاتف کو سنا جو مجھے آپ کے پیچھے سے آواز دے رہا تھا۔ میں ادھر متوجہ ہوا۔ اچانک مجھے سونے کے ایک پیالہ میں برف کا پسید پانی بکھرا نظر آیا۔ جو شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ لذیذ تھا۔ اس پر ایک سبز رومال ڈھکا تھا۔ جس پر تحریر تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الصدیق ابو بکر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ صدیق ابو بکرؓ میں نے وہ رومال لے لیا، اور اسے اپنے کانٹے پر ڈال لیا۔ پھر اچھی طرح سے وضو کیا۔ وضو کر کے وہ رومال اسی پیالے پر ڈال دیا۔ (یہ تو بہت ہی بُرا ہوا۔ یہ ابو بکرؓ کے پاس رہتا تو کم از کم وہ یادگار رہتا۔ اور نبوت کے طور پر برا فنیوں کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا) پھر میں اگر نماز میں شامل ہوا، اور آپ پہلی رکعت کے رکوع میں تھے۔ اس طرح یا رسول اللہ آپ کے ساتھ میری نماز پوری ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر تجھے بشارت ہو تو نے جبریلؑ جیسا وضو کیا، جس نے تجھے رومال دیا وہ میکائیلؑ تھے۔ اور جس نے مجھے جھکنے سے روکا تا وقتیکہ تو نماز میں شامل نہ ہو وہ اسرافیلؑ تھے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے، اور اس کا راوی محمد بن زیاد کذاب ہے۔ سیوطی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن زیاد نے وضع نہیں کی۔ بلکہ کسی اور کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت عسلی بن داؤد نے محمد بن زیاد سے نقل کی ہے۔ اور علی بن داؤد نے جعفر بن ابی عثمان الطیاسی نے (الابی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵۔ موضوعات ابن جوزی۔ جلد ۱ صفحہ ۳)

اول تو ذہبی کے ان الفاظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس روایت کا واضح محمد بن زیاد نہیں لیکن اگر ہم سیوطی کے تخیل کو قبول بھی کر لیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ ان تینوں راویوں میں سے ایک نہ ایک راوی اس کا واضح ہے۔ سیوطی کا یہ تخیل کہ اس روایت کو محمد بن زیاد المیمونی نے وضع نہیں کیا اور امام ذہبی کے الفاظ سے غلط تاثر دینے کی جو کوشش کی ہے۔ تو خود امام ذہبی میزان میں محمد بن زیاد المیمونی کے حال میں لکھتے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ یہ محمد بن زیاد کذاب ہے، بھینگا ہے، احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں میں نے اس سے حدیثی روایات لکھی تھیں سب بھینک دیں۔ وہ تو انتہا سے زیادہ ضعیف ہے۔ ابو زرعہ اور دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ (میزان ج ۳ صفحہ ۵۵۳)

سیوطی خوب جانتے ہوں گے کہ کسی کو کذاب اور وضع الحدیث کہنے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضح فلاں ہے۔ نسائی لکھتے ہیں محمد بن زیاد متروک الحدیث ہے (کتاب الضعفاء للنسائی) بخاری لکھتے ہیں محمد بن زیاد متروک الحدیث ہے۔ اور عمرو بن زرارہ کا قول ہے کہ اعلیٰ پر وضع حدیث کا الزام ہے (کتاب الضعفاء للبخاری صفحہ ۱)

اب ہم علی بن داؤد کا جب تذکرہ میزان میں دیکھتے ہیں تو وہاں ذہبی یہ الفاظ لکھتے ہیں کہ اس سے جعفر بن ابی عثمان نے ایک منکر روایت نقل کی ہے (میزان جلد ۳ ص ۱۳۲) گویا ذہبی نے اس علی بن داؤد پر حدیث وضع کرنے کا کوئی الزام قائم نہیں کیا۔ بلکہ صرف یہ بیان کیا کہ یہ اس جمعوت کا ناقل ہے۔ امام ابن الجوزی نے جو فیصلہ دیا تھا وہ یقینی طور پر صحیح تھا۔

تخلیق انسانی سے قبل فرشتوں کی خلافت اپنی بکر کی سمیت

خطیب بغدادی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات جب میری یاری آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے ستر پر لیٹے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کی تمام ارواح میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں میں نے عرض کیا میرے باپ کی کچھ فضیلت بیان کیجئے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ارواح پیدا کیں تو ان تمام ارواح میں ابو بکرؓ کی روح کو پسند کیا۔ ان کے جسم کی تیاری کے لئے جنت سے مٹی لی گئی، اور آپ حیات سے پانی لیا گیا۔ اور ان کے لئے جنت میں سپید موتیوں کا ایک محل تیار کیا گیا جس کے کنگورے سونے اور چاندی کے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ امر اپنے ذمہ لیا کہ ابو بکرؓ کی کوئی نیکی سلب نہ کرے گا اور نہ ان سے کسی برائی کا سوال کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ایک ذمہ داری لی ہے۔ اسی طرح میں نے بھی اللہ سے اس کی ذمہ داری لی ہے کہ میری قبر میں میرا ساتھی، میری تنہائی میں میرا ایس، اور میرے بعد ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ اس بات کی بیعت جبرئیل و میکائیل نے بھی کی ہے۔ اور ان کی خلافت کے نام سے ایک سپید جھنڈا کاڑ دیا گیا ہے۔ یہ جھنڈا عرض کے نیچے قائم کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں نے

اپنے بندے کے لئے جو کچھ پسند کیا ہے کیا تم اس پر راضی ہووے۔ تیرے باپ کے لئے
اے عائشہؓ کیا یہ فخر کم ہے کہ ان کی بیعت جبریلؑ و میکائیلؑ اور آسمان کے
تمام فرشتوں نے کی ہے۔ صرف شیاطین کی ایک جماعت جو سمندر میں رہتی ہے
اس نے اس بیعت کو قبول نہیں کیا۔ ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ میرا
سے کچھ تعلق ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس پر میں نے حضورؐ کی پیشانی جو م لی۔
آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ کیا تیرے لئے یہ کافی نہیں کہ تو ہر شخص کی ماں ہے
وہ کون ہے جس کی تو ماں نہیں؟

اللہ کی قسم میں اللہ کا نبی ہوں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ یا میری ذات سے
جبر کرنا چاہے گا وہ اے عائشہؓ تجھ سے تیرا کرے گا۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اگرچہ اس کے
تمام راوی ثقہ ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ روایت قطان نے وضع کی ہے، یا
لوگوں نے ان کو سکھا کر ان سے کہلوائی ہے۔ کیونکہ وہ ایک نیک آدمی ہیں۔
(یعنی صوفی ہیں)۔ اگرچہ ان کی بقیہ احادیث درست ہوتی ہیں۔

اس روایت کو محمد بن یابشان نے بھی سلمہ بن شیبہ کے ذریعہ عبد اللہ بن
سے نقل کیا ہے۔ لیکن وہ ثقہ راویوں کے نام سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ (۲۹۱)
سیوطی لکھتے ہیں کہ میران میں قطان کے حال میں ہے کہ اس روایت کی دونوں
سندیں باطل ہیں۔ جہاں تک محمد بن یابشان تعلق ہے تو اگرچہ دارقطنی نے
اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ذہبی کہتے ہیں وہ ایسی ایسی بکو اس بیان کرتا ہے
جنہیں دل قبول نہیں کرتا۔ (اللالی جلد ۱ ص ۲۹۱۔ الموضوعات جلد ۱ ص ۳۱۱)

اس کے بعد سیوطی نے محمد بن یابشان روایت ابوالحسن علی بن محمد
الجرجانی کی تاریخ جرجان سے نقل کی۔ اور اس کے بعد یہ بھی تحریر کیا کہ ایسی
باتیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اور ممکن ہے کہ محمد بن یابشان کی کسی نے یہ روایت گھڑا کر
سنائی ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں اس روایت کی دواور بھی سندات ہیں لیکن یہ سب عبدالرزاق پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ (۱۲۱ ج ۱ ص ۲۹۱)

بقیہ تمام روایات ایک ہیں۔ یعنی عبدالرزاق، معمر زہری۔ ہاں ان سندات میں یہ ضرور فرق ہے کہ کسی روایت میں ہے کہ زہری نے یہ روایت حضرت انسؓ کے ذریعہ حضرت عائشہؓ سے نقل کی۔ اور کسی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ کے ذریعہ حضرت عائشہؓ سے نقل کی۔ حالانکہ امام زہری نے ابن عباسؓ کو زندگی میں نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت انسؓ کو ضرور دیکھا ہے لیکن ان سے بہت کم روایات سنی ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے زمانہ کے اہل سنت کے امام ہیں۔ ان کی ذات اس جھوٹ سے میرا ہے۔ رہا عبدالرزاق بن ہمام تو وہ رافضی ہے جس سے یہ ہرگز توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابوبکرؓ کی فضیلت میں ایسی روایت بیان کریگا۔ لہذا جس شخص نے زہری اور معمر پر جھوٹ بولا ہے اس نے عبدالرزاق پر بھی جھوٹ بولا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ عبدالرزاق کا انتقال ۲۰۱ھ میں ہوا، اور انھوں نے تمام روایات مصنف میں جمع کر دی ہیں۔ جو شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں اس روایت کا کوئی وجود نہیں۔ لہذا جس نے بھی یہ روایت وضع کی ہے اس نے ۲۰۱ھ کے بعد وضع کی ہے۔ اور جن مصنفین نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا وہ سب پانچویں صدی کے افراد ہیں۔ گویا پانچویں صدی سے قبل اس روایت کا کوئی پتہ نہ تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ تبرائیوں کو دیکھ کر کسی سنی نے جو ابابہؓ روایت وضع کی ہو۔ ممکن ہے کہ یہ اسی زمانہ میں وضع کی گئی ہو جب کہ بغداد پر بنی یوہ رافضی قابض تھے اور انھوں نے مساجد کے دروازوں پر صحابہ پر نام لیکر لعنت تحریر کی تھی۔

اس روایت کی پہلی سند میں بقول خطیب قطلان ہے۔ اس کی کفایت ابوالقاسم ہے۔ اس کا نام ہارون بن احمد ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ایک سیدھا

سادھا مسکین آدمی تھا۔ کہ اسے جو بات پڑھادی جاتی وہ بلا سوچے سمجھے بیان کرنے لگتا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ (میران جلد ۴ ص ۴۸۴)

دوسری سند میں محمد بن بابشان نے جو بقول سیوطی و ذہبی اسی قسم کا انسان تھا جس کو جس قسم کا چاہے سبق پڑھایا جاسکتا تھا۔ لیکن تیسری سند پر سیوطی نے کوئی بحث نہیں کی۔

تیسری سند میں ایک راوی عبد الصمد ابو العباس البہاشمی ہے۔ یہ عبد الصمد علی بن عبد اللہ بن عباس کا بیٹا ہے۔ یہ گورنر بھی تھا۔ وہ یہی لکھتے ہیں اس کی روایت منکر ہے۔ اور یہ قابل حجت نہیں۔ حفاظ حدیث نے اس پر اس لئے خاموشی اختیار کی کہ یہ عباسی تھا۔ اور حکومت کے خطرہ کے باعث سکوت اختیار کیا۔ میرے نزدیک اس روایت کا راوی عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ عبد الصمد محمد بن عبد اللہ بن عباس کا بھائی ہے۔ اور محمد کا انتقال بنو عباس کی خلافت سے قبل ہو چکا تھا۔ یہ عبد الصمد زیادہ سے زیادہ مسئلہ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جب کہ اس روایت کی سند یہ بتا رہی ہے کہ یہ عبد الصمد عبد الرزاق کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوا۔ کیونکہ اس روایت کو عبد الرزاق سے ابان بن یزید نے نقل کیا ہے۔ ابان سے حسین بن علی نقل کر رہا ہے اور حسین بن علی سے یہ عبد الصمد نقل ہے۔ لہذا یہ عبد الصمد تیسری صدی کے آخر یا چوتھی صدی کے ابتدا میں پیدا ہوا۔ لہذا یہ قطعاً مجہول ہے۔

ابوبکر کے لئے جنت میں ایک معلق قبہ

خطیب بغدادی نے حضرت برائہ بن عازب سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لئے اعلیٰ علیین میں سفید یا قوت کا ایک قبہ تیار کیا ہے جو قدرت الہی کے ذریعہ معلق ہے۔ جسے رحمت کی ہوا کی حرکت دیتی رہتی ہیں۔ قبہ میں چار ہزار دروازے ہیں۔ جب بھی ابوبکر اللہ کو دیکھنے

مشتاق ہوں گے۔ قبہ کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے
اسوئوئات جلد ۱ ص ۳۱۳۔

بظاہر تو اس روایت میں ایک خبری بیان کی جا رہی ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ پر
گہری نظر ڈالی جائے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کی خوبی ہوئی
یا ان کے لئے قید ہوئی۔

خطیب لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے اشعانی نے وضع کیا
ہے۔ (الانی جلد ۱ ص ۲۹۲)

یہ اشعانی کون ہے۔ اس پر تو ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ لیکن ہے یہ کوئی
بہت پیچھا ہوا بزرگ جس نے اس روایت کو اس شخص کی جانب منسوب کیا ہے
جس کی تمام زندگی کذاب اور ضعیف راویوں پر جرح اور حدیث کی پرکھ میں گزر گئی
جو فتنہ رجال اور جرح و تعدیل میں بخاری و مسلم اور ابوداؤد جیسی ہستیوں کے
استاد ہیں۔ اور جو اس معاملہ میں سب سے زیادہ شدید ترین سمجھے جاتے ہیں۔
یعنی امام یحییٰ بن معین المستوفی ص ۳۸۔

پھر اس وضع نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا۔ اوپر کی حد کے جتنے بھی راوی
بیان کئے وہ سب اکٹھے زمانہ ہیں۔ یعنی یہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
جھوٹ ہے بلکہ یحییٰ بن معین کے زمانہ تک تمام حضرات پر جھوٹ ہے۔

اشعانی کا نام محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن ثابت ہے۔ اس کی کینت ابو بکر
ہے۔ بغداد کا باشندہ ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل
اور علی بن الجعد سے روایات سنی ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں دجال ہے۔ خطیب کہتے ہیں
حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی وضع کردہ روایات میں سے یہ روایت
جو پیش کی گئی سب سے بدترین ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۶۵)

بعینہ یہی روایت احمد بن نصر بن عبد اللہ الذراع نے صدقہ بن موسیٰ اور
سہدائہ بن حماد السطیعی کے ذریعہ عبد اللہ بن عمر سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں

صرف اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھیں گے۔

خطیب کہتے ہیں یہ روایت بھی باطل ہے۔ صدقہ اور عبد اللہ بن حماد لقطعی سے سوائے ذراع کے کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔ غالباً یہ دونوں افراد اس کے ہاتھوں کے تیار کردہ ہیں۔ ورنہ عالم وجود میں تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ (اللائی ج ۱ ص ۱۷۶) اتفاق سے اس کی سند میں ادبیر کے راوی سب اپنے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔

اللائی میں کتابت میں یہ لفظ ذراع لکھا گیا ہے۔ یہ لفظ ذراع ہمیں بلکہ ذراع سے یہ احمد بن نصر بن عبد اللہ بن الذراع بغدادی کا بیان ہے۔ اس نے جہاں ابوبکرؓ کی فضیلت میں یہ حدیث وضع کی وہاں زیادہ تر اس کی موضوعات علیؓ کے فضائل میں ہیں۔ یعنی یہ روایت ایک تقیہ تھی۔ اسی لئے تو ابوبکرؓ کو پیچھے میں قید کیا گیا۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ دجال ہے۔ ذہبی اور ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے (میزان ج ۱ ص ۱۷۱)۔

جہاں تک خطیب بغدادی کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ صدقہ بن موسیٰ اور عبد اللہ بن حماد لقطعی کا کوئی وجود نہ تھا۔ تو عبد اللہ بن حماد کا مجھے کسی جگہ کوئی تذکرہ نظر نہیں آیا۔ ہاں ذہبی نے صدقہ بن موسیٰ کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن وہ لکھتے ہیں کہ اس سے احمد بن عبد اللہ الذراع کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بلکہ ذراع نے انہی اکثر روایات اسی کے نام سے نقل کی ہیں۔ بات وہی ہے جو خطیب نے کہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔

ستیوطی لکھتے ہیں اس کا ایک اور بھی شاہد ہے۔ اور وہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جو ابو العباس الزوزنی نے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ کو سپید موتیوں کا ایک قبیہ ملے گا۔ جس کے چار دروازے ہوں گے۔ جو یا قوت کے بنے ہوں گے۔ اس قبیہ کو رحمت کی ہوائیں حرکت دیتی رہیں گی۔ اس کے بیرونی حصہ اللہ کا عفو ہے اور اندرونی حصہ رھنائے الہی سے معمور ہو گا جب بھی ابوبکرؓ دیدار الہی کے مشتاق ہوں گے تو ان کے لئے دروازے کا ایک پٹ کھول دیا

جائے گا جس سے وہ اللہ کا دیدار کریں گے۔

یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ چار ہزار دروازوں سے چار تک تو نوبت پہنچی۔
سینوٹی نے اپنی حسب عادت اس پر خاموشی اختیار کی۔ اور اللہ اعلم کہہ کر
آگے بڑھ گئے۔ گویا بقول سینوٹی یہ روایت قابل اعتماد ہے۔ یعنی اگر کوئی قابل
اعتراض بات بھی تو وہ صرف چار ہزار دروازوں کی تھی۔ ان کی خاموشی سے
یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ابوالعباس زوزنی اور ابو ہریرہؓ کے درمیان اس کی سند میں دس راوی
ہیں جن میں سے اوپر کے پانچ راوی تو یقیناً بظاہر قابل اعتماد ہیں۔ یعنی
ابو خثیمہ، روح بن عبادہ، شعبہ، اعمش اور ابو صالح۔ لیکن نیچے کے چار
راویوں کا مجھے کہیں کوئی تذکرہ نظر نہیں آیا۔ یعنی ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم
البغدادی، عمرو بن عمرو بن البرز، ابو عمرو حمزہ بن القاسم اور ابو محمد عبد الواحد
بن حمد الازدی۔ اس لحاظ سے یہ چاروں مجہول ہیں۔

درمیان کا ایک راوی ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی ہے۔
ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث اور رجال کے حافظ تھے۔ ان کی متعدد
تصانیف بھی ہیں۔ صلح جزیرہ کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں مجھے
ان کی کوئی روایت منکر نظر نہیں آئی۔ اور میرا خیال بھی وہی ہے جو عبدان کا ہے۔
کہ ان میں کوئی برائی نہیں۔

اس کے برعکس امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ فرماتے ہیں
کہ ابا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مطین کا قول ہے
کہ اس شخص کی مثال عصلے سوئی کی طرح ہے جو ہر شے کو نگل جاتا ہے۔
دارقطنی کہتے ہیں یہ دوسروں کی کتابیں لے کر روایات بیان کرتا تھا۔ برقانی
کہتے ہیں میں تو ہمیشہ سے محدثین کی زبانی ہی سنتا آیا ہوں کہ یہ مجروح ہے۔
ذہبی کہتے ہیں اس کی عمر اسی سال سے زائد ہوئی اور ۹۷ھ میں اس نے
انتقال کیا۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن اسامہ الکلی، ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ بلکہ داؤد بن یحییٰ تو یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ (میرزاں جلد ۳ ص ۶۴۲)

ایسی صورت حالی میں جب کہ اس کی سند میں چار راوی مجہول اور ایک کذاب وضع ہے سیوطی کی خاموشی قابل غور ہے۔ انھوں نے اکثر مقامات پر اپنی الالی میں یہی کارنامہ انجام دیا ہے کہ جن کہانیوں کو محدثین کرام نے موضوع قرار دیا تھا۔ انھیں کسی نہ کسی صورت میں صحیح ثابت کر دیا جائے۔

ایک یہودی کے عذاب میں تخفیف

ابن عدی نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو رسول بنایا، اور ان سے کلام کیا۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ابو بکرؓ نے یہودی کو حقیر سمجھتے ہوئے اوپر سر نہیں اٹھایا۔ اتنے میں جبریلؑ نازل ہوئے اور بولے اے محمد علی الاعلیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ آپ اس یہودی سے جس نے ابو بکرؓ سے اپنی محبت کا دعویٰ کیا ہے جا کر فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دوزخ کے دو عذاب دور کر دیے ہیں۔ ایک تو اس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے گا اور نہ اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈالی جائیں گی یہ اس لئے کہ وہ ابو بکرؓ سے محبت رکھتا ہے۔ آپ نے اس یہودی کو اس سے مطلع کیا۔ اس نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور کہنے لگا کہ اب تو میں ابو بکرؓ سے انتہائی محبت کروں گا۔ آپ نے فرمایا تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے دوزخ کو (یعنی) بالکل دور کر دیا اور تجھے ابو بکرؓ کی محبت کی وجہ سے جنت میں داخل کیا۔ (روضۃ)

ابن عدی کہتے ہیں اس روایت کی دو سند ہیں۔ ایک میں حسن بن علی العدوی واضح الحدیث ہے۔ اور دوسری سند میں ابو عبد اللہ غلام خلیل واضح الحدیث ہے۔

نیز علی بن احمد البصری مجہول ہے۔ (اللا ج ۱ ص ۲۹۲)

یہ حسن بن علی العدوی کون ہے ہم اس کا تفصیلی تذکرہ ذہبی کی میزان الاعتدال سے پیش قارئین کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ذہبی میں ہے کہ ذہبی کی میزان الاعتدال امام ابن عدی کی کامل کا خلاصہ ہے۔ گویا زبان تو ذہبی کی ہے۔ لیکن کلام ابن عدی کا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ حسن بن علی بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوسعید اس کی کنیت ہے۔ قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتا ہے۔ ذنب دھیریا کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے خراش کے واسطے سے چودہ احادیث حضرت انسؓ سے روایت کیں۔ اور بہت سے ایسے لوگوں سے روایت کرتا ہے جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ نیز ثقہ ائمہ کا نام لے کر باطل احادیث پیش کرتا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ سلسلہ میں پیدا ہوا۔ بغداد میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس سے دارقطنی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حسن بن علی العدوی کہتا ہے کہ ایک بار میرا بصرہ جانا ہوا۔ وہاں ایک باغ میں جہاں چل گئی تھی لوگ جمع تھے۔ میں بچوں کی طرح اچھل اچھل کر دیکھنے لگا۔ اور لوگوں سے سوال کیا کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ خراش ہیں جو حضرت انسؓ صحابی کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسی سال ہے میں لوگوں کو دھکے دیتا ان کے قریب پہنچ گیا۔ لوگ ان سے حدیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے ہاتھ سے قلم لیا۔ اور ان سے حضرت علیؓ کی فضیلت میں شیرہ حدیثیں لکھیں، یہ سلسلہ کا واقعہ ہے، میری عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

خرراش نامی کوئی حضرت انسؓ کا خادم نہیں گذرا۔ اور یہ دور تو اس وقت کا ہے جب کہ کسی تابعی کا وجود باقی نہیں رہا تھا۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ شخص کتنا قلیل الحیار ہے۔ یہ اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا کیا جھوٹ بول رہا ہے۔ قاضی اسماعیل نے اسی جرم میں اسے گرفتار کیا تھا۔

ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں چند کے علاوہ سب موضوع ہیں۔ میں یقین ہے کہ اسی نے انھیں وضع کیا ہے۔

حمزۃ السہمی کا بیان ہے کہ ابو محمد الحسن بن علی البصری فرمایا کرتے تھے۔ یہ حسن بن علی العدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور آپ کی جانب وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔ یہ خراش جو حضرت انس کا خادم بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی کا پیدا کردہ شخص ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس نے معتبرائے کے نام سے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ۱۹۱ء میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ج ۱ ص ۵۵)

اس روایت کی دوسری سند میں غلام خلیل ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ بغداد کا مشہور صوفی اور زاہد ہے۔ اس کا اہلی نام احمد بن محمد بن غالب الیاءلی ہے۔ یہ کذاب ہے تفصیل اصل نام میں دیکھئے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۳۳، الموضوعات ج ۱ ص ۱۳۳)

ذہبی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ یہ غلام خلیل کا بغداد کے بڑے زاہدوں میں شمار ہوتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ النہاوندی سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اس غلام خلیل سے سوال کیا کہ آپ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں اس سے دل ہل جاتے ہیں۔ آپ نے یہ کس سے سنی، اس نے جواب دیا عوام کے دل نرم کرنے کیلئے ہم نے خود وضع کی ہیں۔

لحام ابو داؤد فرماتے ہیں مجھے تو خوف یہ ہے کہ یہ کہیں بغداد کا دجال نہ ہو خطرناک کہتے ہیں متروک ہے۔

خلیب لکھتے ہیں کہ ۳۸۰ء میں اس کا انتقال ہوا۔ لوگ اس کا جنازہ تابوت میں بغداد سے بصرہ لے کر گئے۔ اس کی قبر پر ایک قبہ تعمیر کیا گیا۔ یہ تمام عمر لو بھیا کھا کر گزارہ کرتا رہا۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ ابو بکر النقاش کہتے ہیں انتہائی داری انسان ہے۔

ابو جعفر بن الشعیری کا بیان ہے کہ اس غلام خلیل نے بکر بن عیسیٰ کی حدیثیں جب بیان کیں تو میں اس کے پاس گیا۔ تو میں نے اس سے سوال کیا کہ یہ بکر بن عیسیٰ جس کی تم احادیث پیش کر رہے ہو کیا وہی ہے جس سے امام احمد بن حنبل نے احادیث سنی ہیں۔ تو وہ تو تیری پیدائش سے قبل گور چکا۔ اس نے کچھ دیر تو غور کیا۔ میں نے اسے ڈرانے کے طور پر کہا یہ کوئی اور ہوگا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا۔ اگلے روز مجھ سے ملا اور کہنے لگا میں نے جو غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں نے بصرہ میں ساٹھ ایسے اشخاص سے حدیث سنی ہے جن کا نام بکر بن عیسیٰ تھا۔

اسے ہماری زبان میں سپید جھوٹ کہا جاتا ہے۔ کہ سب استاد بکر نامی ہوں اور سب کے باپ کا نام عیسیٰ ہو، اور سب بصرہ کے باشندہ ہوں۔ حالانکہ بصرہ میں بکر بن عیسیٰ نامی ایک ہی صاحب گور ہے ہیں جن کا انتقال مسئلہ میں ہوا۔

یہ جتنے بھی صوفیاء اور عابد و زاہدان گورے ہیں۔ وہ دوسری کام انجام دیتے رہے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر دل سے گھر گھر کر جھوٹ بولتے رہے، یا دوسروں کے جھوٹ کی تشریح کرتے رہے۔ انھوں نے ان جھوٹی روایات کا اتنا ڈھیر لگا دیا ہے کہ ابھی خاصی رام لیلہ کی داستانیں معلوم ہوتی ہیں یا تو یہ اسلام کے درپردہ دشمن تھے، اگر ایسا نہ تھا تو پھر انھیں جاہل اور احمق ہی کہا جاسکتا ہے۔ امام تہجد بن سعید القطان جو امام مالک کے شاگرد اور فخریہ رجال کے امام ہیں۔ جن کا انتقال مسئلہ میں ہوا۔ فرماتے ہیں۔

ما سرایت اکذب فی الحدیث من الصالحین
میں نے حدیث میں نیک لوگوں سے زیادہ جھوٹا کوئی انسان نہیں دیکھا۔
امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لا یتعدون الکذب بل الکذب یجری علی لسانہم
یہ لوگ عداوت جھوٹ نہ بولتے تھے بلکہ ان کی زبانوں پر جھوٹ چل رہی تھی۔ (یعنی بلا ارادہ)

گویا یہ عباد و زہاد اور انقیاء جھوٹ کی ایک مشین ہیں جس سے جو بیس گھنٹے
 ڈھل کر جھوٹ نکلتا رہتا ہے۔ اگرچہ ابتدائی دور کے صوفیاء عداً جھوٹ نہ بولتے
 تھے۔ لیکن بعد میں صوفی غلام حلیل، لوح بن ابی مریم، غیاث بن ابراہیم جیسے
 بہت سے لوگوں نے یہ کام کر دکھایا۔ اگر محدثین کرام اصول حدیث، جرح و تعدیل
 اور اسما الرجال جیسے فنون وضع نہ کرتے تو امت کے لئے اب اصل حقیقت
 پہچاننی بھی دشوار ہو جاتی۔

ان صوفیاء نے تبلیغ اسلام کے نام سے اسلام کی اصل صورت ہی مسح کر دی
 ہے۔ اس میں عیسائیوں کی رہبانیت اور ہندوؤں کا یوگ پوری طرح داخل کر دیا
 گیا یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں اسلام ان صوفیاء کے ذریعہ پھیلا۔ ان علاقوں میں
 خرافات کی بھرمار نظر آتی ہے۔ اور جن علاقوں میں صحابہ کرامؓ کے ذریعہ اسلام پھیلا
 وہاں یہ خرافات آپ کو کم نظر آئے گی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاک و ہند کا وہ علاقہ جو بیرونی فاتحین کے ذریعہ
 مشرق یا اسلام ہوا، مثلاً سندھ، بلوچستان، سرحد، اور پنجاب وغیرہ وہاں ہمیشہ
 مسلم اکثریت رہی۔ اور جن علاقوں میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا وہاں کبھی
 مسلمان پانچ فی صد سے زیادہ نہ بڑھ سکے۔ اور وہ بھی عقیدہ شیعہ ہوتے ہیں۔

فرشتوں کا دانتوں میں خلل کرنا

خطیب نے ابن عباسؓ کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد ہے کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور وہ خلل کر رہے تھے، میں نے ان سے
 سوال کیا کہ کیا اس خلل کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل کیا گیا ہے؟ انھوں نے
 فرمایا۔ کیونکہ بلوچستان زمین میں خلل کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان کے
 فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی خلل کیا کریں۔ (الموضوعات ابن جوزی ص ۳۱۳)
 خطیب کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم

بن ثابت الشَّامِيُّ نے وضع کیا ہے۔ الا لی ج ۲ ص ۲۹۳۔ اس اشٹانی کا حال اوپر گزر چکا۔

اس روایت میں اور بھی چند عیوب ہیں۔

- ۱۔ حنبل بن اسحاق بن حنبل اور ابو کبیر بن شاذو توں مجہول ہیں۔
- ۲۔ اشٹانی کا دعویٰ ہے کہ امام شعبہ نے یہ روایت مقسم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ شعبہ نے مقسم سے کوئی روایت نہیں سنی۔ وہ ان کی جو روایات بھی پیش کرتے ہیں وہ حکم بن ابی عتیبہ کے ذریعہ مقسم سے نقل کی ہیں۔ اس طرح درمیان سے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

جہین ابی بکر کے لئے جنت عدن

خطیب نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیقؓ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جنت عدن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مجھے میری عورت اور جلال کی قسم میں تجھ میں صرف اسی شخص کو داخل کروں گا جو اس مولود سے محبت رکھتا ہو۔ خطیب کہتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں۔ لیکن محمد بن السری اور میسرۃ بن عبد اللہ الخادم نے اسے احمد بن عاصم بن نوح سے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں راوی بھی مجہول ہیں (الموضوعات ج ۱ ص ۱۰۰) سیوطی اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ دونوں مجہول ہیں تو احمد بن علیک المظیری بھی تو مجہول ہے۔ اگر ہم اس کو ثقہ بھی مان لیں تو بھی ہرگز گھڑی نہ چلے گی۔ کیونکہ اصل بحیف کا دار و مدار صرف اس بات پر نہیں ہے کہ احمد بن عاصم سے نقل کرنے والے قابل اعتماد ہیں یا نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ خود احمد بن عاصم کی ذات ہے۔ خطیب نے تو اس پر اس لئے کلام نہیں کیا کہ وہ جانتے تھے کہ تمام محدثین اس کے حال سے واقف ہیں۔ سیوطی نے یہ بات کہہ کر اپنی لاعلمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ غالباً وہ اس احمد بن عاصم کو کوئی امام الحدیث تصور کر بیٹھے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں، احمد بن عصفہ النیسابوری جو اسحاق بن راہویہ پر سے بحث روایت کرتا ہے۔ وہ تو ایک تباہ کن سندہ انسان ہے۔ اس نے یہ موضوع روایت بیان کی ہے۔ اور یہ اسی کی وضع کردہ ہے۔ (میران جلد ۱ ص ۱۱۱)

ابن جوزی نے موضوعات اور خطیب نے تاریخ بغداد میں جس طرح موضوع اور منکر روایات کی پزل کھولی ہے۔ وہ سیوطی کو ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ اسی نے تمام تر کوشش یہی ہے کہ سابقہ محدثین کے کارناموں پر پانی پھیر دیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہے جو ہمارے دور کے علماء سیوطی کی کتابوں کو سینے سے لگاتے۔ اور ہر رطب و یابس میں سیوطی کا قول پیش کر لیتے ہیں۔ ان کی ہر کتاب رطب و یابس سے محور نظر آئے گی۔ اگر یقین نہ آئے تو درمستور اور تفسیر جلالین اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر یہ تمام راوی بھی معتبر ہوتے تب بھی محدثین کی نظر میں یہ روایت ناقابل قبول ہوتی۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ سے اسے نقل کرنے والے امام اسحاق بن راہویہ ہیں۔ اور انھوں نے امام سفیان بن عیینہ کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ سیوطی کے استاد حافظ ابن حجر تقریباً ۱۰۰ سال بعد ہوئے۔ گویا اسحاق بن ابراہیم کا انتقال ۲۸۵ھ میں ہوا۔ ان کی عمر بہتر سال ہوئی۔ گویا ان کی پیدائش ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ اور سفیان بن عیینہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۱۹۵ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع ہوئی۔ اور منقطع روایت ناقابل قبول ہے۔

یہ تو وہ ابحاث ہیں جن پر ہر اس شخص کی نظر چلی جاتی ہے جو اسما و الرجال سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھتا ہو۔ درہ ایک فنی بحث اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام زہری سے ان کے جتنے شاگردوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ صحیح روایات کس کی ہوتی ہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں سفیان بن عیینہ کی، جبکہ امام احمد فرماتے ہیں کہ سفیان نے زہری سے پچیس سے زیادہ منکر روایات نقل کی ہیں۔ اور انھوں نے زہری سے پانچ سال کی عمر میں تعلیم

حاصل کی تھی۔ لہذا بہترین روایات وہ ہیں جو امام زہری سے امام مالک نقل کریں۔ جبکہ دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ زہری کی خدمت میں سب سے زیادہ مقرر ہے ہیں۔ لہذا ان کی روایات سب سے صحیح ہیں۔

اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ سفیان بن عیینہ مدلس نہیں درمیان سے راوی گرا دیتے ہیں۔ اور پھر ایسے الفاظ میں حدیث روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بذات خود سنی ہیں۔ اسی لئے محدثین کا اصول ہے کہ مدلس کی وہ روایت قبول نہیں جو عن کے ذریعہ روایت کی جائے۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔ اقبوس کہ سیوطی نے روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر تمام اصول احادیث کو خیر باد کہہ دیا۔ خطیب نے ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جس رات ابو بکر صدیقؓ پیدا ہوئے تو فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنت عدن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں تجھ میں صرف اسی شخص کو داخل کروں گا جو اس مولود سے محبت کرے گا جو اس رات پیدا ہوا ہے۔ خطیب نے اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس لئے کہ اس کی سند میں وہی اشتنائی ہے جو پہلے بار ہا گذر چکا ہے۔ اور اگر وہ اشتناقی بھی ہو تا تو اور متعدد عیوب اس کی سند میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ابو بکرؓ کو خلیفہ متعین کرنا

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اذاجاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو عباسؓ علیؓ کے پاس آئے۔ اور کہتے گئے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں۔ اور آپ سے اپنے لئے خلافت کا سوال کریں۔ یہ دونوں حضرات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی معروضات پیش کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اپنے دین اور وحی پر ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ تم اس کا حکم سنو گے تو کامیاب ہو گے۔ اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ عباسؓ کہتے تھے

ہم نے ان کی اطاعت کی۔ اور اللہ کی قسم ہدایت پا گئے۔ (الموضوعات ص ۳۵۳)
 خطیب کہتے ہیں اس کا راوی عمر بن ابراہیم بن خالد القرشی الباشمی کذاب ہے۔
 سیوطی لکھتے ہیں میزان میں ہے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور صحیح حدیث اس کا رد
 کر رہی ہے کہ جب حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ چلو ہم حضورؐ سے خلافت
 لکھ والیں آخر حدیث تک سیوطی کہتے ہیں یہ روایت ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں
 اور ابن مردودہ نے نقل کی ہے۔ (اللالی ص ۲۹۹)

شکر ہے کہ یہاں سیوطی نے رد نہیں کیا۔ ذہبی میزان میں اس عمر بن ابراہیم
 کے حال میں لکھتے ہیں کہ اس کا انتقال ۳۳ھ کے بعد ہوا ہے۔ شعبہ اور ابن ابی
 ذئب سے روایات نقل کرتا ہے۔ دائر قطبی کہتے ہیں کذاب ہے۔ خطیب نے بھی
 اسے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ (میزان ص ۳۵۳)

ذہبی اور سیوطی نے جن صحیح حدیث کی جانب اشارہ کر کے اس روایت کا
 رد کیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض
 الموت میں مبتلا تھے تو ایک روز حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عباسؓ نے دریافت
 کیا اے ابوالحسنؓ اب حضورؐ کا کیا حال ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ آج تو
 کچھ طبیعت سنبھل ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا میں نے عید المطلب کی
 اولاد کو مرتے دیکھا ہے۔ آخر میں ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم
 تین دن بعد لاٹھی کے غلام (یعنی دوسروں کے) بن جاؤ گے۔ چلو کیوں نہ ہم حضورؐ سے
 اپنے لئے خلافت لکھوالیں۔

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ اگر حضورؐ نے انکار فرمادیا تو
 امت ہمیں قیامت تک بھی خلافت دینے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ لہذا یہ واقعہ دوران
 مرض کا ہے۔ اور سورہ نصر ابتدا سے مرض سے قبل نازل ہوئی۔ اگر حضورؐ اسی وقت
 ابوبکرؓ کی خلافت کا اعلان کر چکے ہوتے تو دورانِ مرض اس قسم کی گفتگو حاصل ہوتی۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خلافت ابی بکرؓ کا یہ واقعہ جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔
 اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اگر آپ اسی طرح خلافت ابی بکرؓ کا اعلان فرماتے
 تو حضرت علیؓ اور بنی ہاشم بیعت ابی بکرؓ سے پیچھے نہ رہتے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ یہ واقعہ
 سچا ہو یا جھوٹا۔ اس میں لطیفہ یہ ہے کہ یہ روایت خود بنو ہاشم کے افراد نے بیان کی
 ہے۔ یعنی عمر بن ابراہیم الہاشمی نے اسے عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا
 ہے۔ اور عیسیٰ نے اپنے والد علی بن عبد اللہ سے اور علی نے اپنے والد عبد اللہ بن
 عباسؓ صحابی سے۔

اگر اس کہانی میں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو عباسؓ اور ان کے بیٹے عبد اللہ
 بن عباسؓ یہ تصور قائم نہ کرتے کہ خلافت وراثتاً ان کا حق ہے۔ اور بارہا انھوں نے اس کا
 اقرار بھی کیا۔ اگر حضورؐ اپنے آپ ابو بکرؓ کو خلیفہ متعین فرمادیتے تو یہ ناممکن تھا کہ حضرت
 علیؓ حضرت عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس قسم کی بات زبان سے نکالیں
 کیونکہ وہ تو سراسر مخالفت رسولؐ ہوتی۔ اور کسی صحابی کے بارے میں قطعاً یہ تصور
 نہیں کیا جاسکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمدۂ مخالفت کے رعباً ذاب اللہ

وزارت ابی بکرؓ

ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ اچانک ابو بکرؓ سامنے سے گزرے۔ جبریلؑ بولے
 یہ ابو بکرؓ نہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ اے جبریلؑ کیا تم ابو بکرؓ کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے
 فرمایا ہاں وہ آسمانوں میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ کیونکہ فرشتوں نے انھیں
 حلیم قریش کا (قریش کا بردبار) خطاب دیا ہے۔ یہ آپ کی زندگی میں آپ کے وزیر
 اور آپ کی موت کے بعد آپ کے خلیفہ ہیں۔ (الموضوعات - ج ۱۳)

ابن حبان کہتے ہیں اس کا راوی ابو ہارون اسمعیل بن محمد یوسف ہے۔ جو دوسرے
 راویوں کی روایات پر اکر بیان کرتا۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ ابن طاہر کہتے ہیں یہ کتاب
 (الاعلیٰ ص ۲۹)

ابن جوزی کہتے ہیں یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ اور یہ سند قطعاً مجہول (میرزا) اس لئے کہ اس کے دو راوی نقلی بن الولید اور محمد بن الحسین مجہول ہیں۔ اور ایک راوی ابو اسحق الفزاری جس کا نام ابراہیم بن محمد بن الحارث القیمی ہے تو ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث ثابت نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان صفحہ ۴۴ کتاب الضعفاء للبخاری ص ۱۷۷)

سیوطی لکھتے ہیں اس کی ایک اور بھی سند ہے جو ابو العباس البشیری نے شکریات کی ابتدا میں نقل کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں کہ جبریلؑ آئے۔ اور کچھ دیر حضورؐ سے گفتگو کرتے رہے۔ آتھے میں ابو بکرؓ سامنے سے گزریے جبریلؑ بولے اے محمدؐ یہ ابن ابی قحافہؓ مجاہد ہے ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا تم لوگ بھی اسے آسمان میں پہچانتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ زمین سے زادہ آسمان میں مشہور ہیں۔ آسمانوں میں ان کا نام حلیم قریش ہے۔

اس روایت میں وزارت و خلافت کا کوئی ذکر نہیں۔ خود سیوطی لکھتے ہیں اس کا راوی احمد بن الحسن بن ابان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ و حال ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چور ہے۔ فربہی میزان میں لکھتے ہیں اس کی سند تاریک ہے۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں پہلی روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مشہور ہیں۔ اور بخیر معتدل کے کوئی ایسا نہیں جس پر بحث کی جاسکے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ اس کی سند تاریک ہے یہ قول مردود ہے۔ سیوطی کہتے ہیں لیکن بٹانی نے دارقطنی سے نقل کیا کہ پہلی سند میں اسماعیل بن محمد ابو ہارون ضعیف ہے۔ حاکم کہتے ہیں یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (جلالی ج ۱ صفحہ ۲۹۵)

یہ معلوم حافض ابن حجر کس رو میں یہ بات فرما گئے۔ ورنہ تقریب میں انہوں نے معلیٰ بن الوکار و اس حدیث میں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ پھر وہ معروف اور ثقہ کیسے ہوا۔ بعض اوقات حافض صاحب بھی روایت پیستی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ابوبکر کا قیامت کے روز اونٹنی پر سوار ہو کر آنا

ابن حبان نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضورؐ کے سامنے ابوبکرؓ کا تذکرہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ کا مثل کون ہو سکتا ہے جب لوگوں نے میری تکذیب کی اس وقت انھوں نے میری تصدیق کیا اور مجھ پر ایمان لائے۔ ابی بنی میرے نکاح میں دی، مجھ پر اپنا مال خرچ کیا، اور میرے ساتھ حبشہ (غزوہ تبوک) میں جہاد کیا۔ وہ قیامت کے روز جنہوں کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جس کی ٹانگیں مشک و عطر کی، جس کے پاؤں نیز زمرہ کے ہوں گے۔ اور جس کی نگاہ ترو تارہ موتیوں کی ہوگی جس پر سندس اور استبرق کے دو سبز حلے پڑے ہوں گے۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتے ہوں گے اور میں ان سے گفتگو کرتا ہوں گا۔ تو ندا آئے گی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ ابوبکرؓ صدیق ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ اس کا راوی اسحق بن بشر بن مقاتل کذاب ہے۔ (مشہورۃ الموقوعات ج ۱ ص ۱۹)

ذہبی میرزا میں لکھتے ہیں کہ اس اسحق کی کثرت ابو یعقوب ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوبکر بن ابی شیبہ الکوفی کو کبھی اس اسحاق کے علاوہ کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ امام موسیٰ بن ہارون اور امام ابو زرعہ رازی بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروکہ دار قطنی کہتے ہیں اس کا شمار وضا غلین حدیث میں ہوتا ہے۔ اس کا انتقال ہوا۔ میرزا جلد ۱ ص ۱۸۷ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام احادیث وضع کرتا تھا۔ اس کی روایات لکھنا بھی جائز نہیں۔

قیامت کے روز ابوبکر کیلئے ایک منبر نصب کیا جانا

خطیب نے حضرت معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز عرش کے سامنے حضرت ابراہیمؑ کے لئے ایک منبر نصب کیا جائے گا۔ ایک منبر میرے لئے نصب کیا جائے گا۔ اور ایک ابوبکرؓ کے لئے نصب ہوگا۔ وہ اس پر بیٹھیں گے۔ تو ایک منادی ندا کرے گا تیرا صدیق خلیل اور حبیب کے درمیان ہے۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۳۱۳)

خطیب کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ قاری ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن ہریرہ بن موسیٰ الفریر جب بغداد آئے تو نابینا تھے۔ اور ان کے ساتھ کتابیں تھیں جن کا کوئی اصول نہ تھا۔ ممکن ہے کہ کسی نے ان کی روایات میں یہ روایت داخل کر دی ہو۔ اور جس سے وہ روایت کر رہے ہیں یعنی ابو عمر محمد بن الحلیمی وہ کوئی معروف انسان نہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۳۱۳)

سیوطی کہتے ہیں محمد بن الحلیمی ضعف میں مشہور ہے۔ میزان میں ہے کہ یہ محمد بن احمد حلیمہ سعدیہ کی اولاد میں سے ہے۔ آدم بن ابی ایاس سے منکر بلکہ باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ابونصر بن ماکول کہتے ہیں۔ یہ روایت اس نے وضع کی ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ یہ بیماری اس کی پیدا کردہ ہے۔ (اللائ ۱۶۹)

میزان ۱۶۵

ذہبی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قاری احمد بن محمد بن ابراہیم الفریر نے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ (میزان ۱۶۵)

سیوطی لکھتے ہیں ابوالعباس الرودنی اپنی کتاب شجرة العقل میں یہ روایت عبد اللہ بن ادس صحابی سے بھی نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ عز وجل ایک منبر ابراہیمؑ کے لئے، ایک میرے لئے اور ایک منبر ابوبکرؓ تیرے لئے نصب فرمائے گا۔ پھر اللہ

تعالے بھل فرمائے گا۔ ایک بار ہنستے ہوئے ابراہیمؑ کی طرف دیکھے گا۔ ایک بار میری جانب اور ایک بار اے ابو بکرؓ پتیری جانب پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
 رَاٰ اَوَّلِي النَّاسِ بِرَابْتَوَاهِيَهُمْ ۚ نَبِيَّ السَّبْعَةِ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا رَاٰ اِلٰهَ عَرْنِ

(ترجمہ) بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبیؐ ہیں اور یہ ایمان والے لوگوں میں ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابراہیمؑ کی اتباع کی اور یہ نبیؐ۔ اور یہ مومنین (یعنی صحابہ کرام) ۶۸۱۳ پھر فرمایا اہل ایمان سے مراد ابو بکر ہیں۔

متنبوہی نے یہ روایت نقل کر کے خاموشی اختیار کی، اور واللہ اعلم کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ گویا ان کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ اور جب یہ صحیح ہوگی تو گنہ مشہ روایات اس کی شہادت کے باعث صحیح بن جائیں گی۔ لیکن ہماری بھی چند معروضات ہیں۔
 ۱۔ عبد اللہ بن اوسؓ نصیبی سے اسے نقل کرنے والے حسن بصریؒ ہیں۔ اور

ان کی عبد اللہ بن اوس سے ملاقات ثابت نہیں اور وہ تابعین میں مشہور مدلس ہیں۔ اور مدلس کی روایت عن قابل قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ مرسل سمجھی جاتی ہے۔ اور حسن بصریؒ کی مرسلات اکثر حدیث کے نزدیک سب سے بدترین مرسلات ہیں۔ اس لئے یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔

۲۔ حسن بصریؒ سے اسے نقل کرنے والے ہشام بن حسانؒ ہیں۔ لیکن یہ بھی حسن کی طرح مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر حسن سے جتنی بھی روایات نقل کرتے ہیں وہ سب مرسل ہوتی ہیں۔ عباؤ بن منصور کا بیان ہے کہ میں نے کبھی ہشام بن حسانؒ کو حسن بصریؒ کے پاس نہیں دیکھا۔ جریر بن حازم کا بیان ہے کہ میں سات سال تک حسن بصریؒ کے ساتھ رہا۔ انہیں کبھی حسن بصریؒ کے پاس نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ امام شعبہ حسانؒ کی تین قسم کی روایات سے احقر اذ کرتے تھے۔ ایک تو جو حسن بصریؒ سے روایت کریں، دوسرے جو عطا سے

روایت کریں۔ تیسرے جو عکبرہ سے روایت کریں۔ دراصل حسن بصری سے یہ جو بھی روایات نقل کرتے ہیں وہ خوشب کے واسطے کرتے ہیں۔ اور اسے درمیان سے گرا دیتے ہیں۔ (میران ج ۴ ص ۲۹۶)

اس کے تین راوی علی بن یونس، اور حسن بن علی بن یونس۔ اور احمد بن محمد بن موسیٰ العنبری قطعاً مجہول ہیں۔

آسمانوں میں حضور کے ساتھ ابوبکر کا نام تحریر ہے

ابن عدی نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے آسمانوں کی جانب لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے بھی گزرا تو وہاں یہ لکھا ہوا پایا محمد رسول اللہ و ابوبکر من خلعی (یعنی میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں)

ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ غفاری احادیث وضع کیا کرتا تھا اور اس کا شیخ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (اللالی ج ۱ ص ۲۹۶ - موضوعات ج ۱ ص ۳۱۵)

نہ ہی میزان میں لکھتے ہیں کہ غفاری کا اصل نام عبداللہ ابن ابی عمرو المدنی ہے لیکن محمد بن عیسیٰ عبداللہ بن ایراہم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ محدثین اس کے ضعف کے باعث اس کا اصل نام لینا پسند نہیں کرتے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ ابن عدی نے حسن بن عرفہ کے تذکرہ میں اس کی دو حدیثیں نقل کیں، ذہبی کہتے ہیں یہ دونوں باطل ہیں۔ حاکم کہتے ہیں اس نے ضعیف راویوں کی ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ (میزان ج ۲ ص ۳۸۸)

ابن حجر کہتے ہیں کہ اس سے ترمذی نے روایت کی ہے۔ اور یہ متروک ہے۔ ابن حبان نے اس پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ (تقریب ص ۱۶۶)

اس غفاری نے یہ روایت عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے نقل کی ہے۔ یہ عبد الرحمن، عبد اللہ اور اسامہ کا بھائی ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں زید بن اسلم کے تینوں بیٹے کچھ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ضعیف ہیں۔ بخاری کہتے ہیں علی بن المدینی نے اس عبد الرحمن کو انتہائی ضعیف قرار دیا۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ان تینوں بھائیوں میں عبد اللہ ثقہ ہے۔ اور بقیہ دونوں ضعیف ہیں۔

ربیع بن سلیمان نے امام شافعی سے اس کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ کسی نے اس سے سوال کیا کہ تم نے اپنے باپ سے یہ روایت سنی ہے کہ کشتی نوح نے سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم کے پچھپے دور کعبت خانہ پر بھی ۱۹ اس نے جواب دیا ہاں۔

امام شافعی یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی نے امام مالک کے سامنے ایک روایت بیان کی انھوں نے سوال کیا تم سے یہ روایت کس نے بیان کی۔ اس نے ایک منقطع سند پیش کی امام مالک نے فرمایا تم عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے پاس چلے جاؤ، وہ اپنے باپ کے واسطے حضرت نوح علیہ السلام سے حدیث روایت کر دے گا۔ (میرزاں ج ۲ ص ۳۵۷) مسلمہ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ کتاب الضعفاء للبخاری۔ کتاب الضعفاء للنسائی ص ۱۰۰۔

علامہ محمد طاہر بن علی الہیثمی اپنی تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں۔ اس کی سند میں عبد اللہ بن ابراہیم ہے جو حدیث ضعیف کہتا تھا۔ وہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے نقل کر رہا ہے جو ضعیف ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد طاہر اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس عبد اللہ بن ابراہیم سے ابو داؤد اور ترمذی نے حدیث روایت کی ہے۔ اس کے اور بھی متعدد شاہد موجود ہیں۔ کیونکہ یہ روایت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابو الدرداءؓ، ابو سعیدؓ، یزیدؓ، انسؓ، اور حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۹۹) تقریباً یہی دعویٰ سیوطی نے کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے اختصار سے کام نہیں لیا اس روایت کے فوراً بعد وہ فرماتے ہیں۔

میں اللہ سے استخارہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ روایت حسن ہے، اس پر موقوف

اور ضعیف ہونے کا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ اس کی متعدد شواہد موجود ہیں مثلاً۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا، تو میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں یہ لکھا ہوا پایا۔ محمد رسول اللہ، ابو بکر الصديق من خلفی۔

خطیب کہتے ہیں اسے اعمش نے ابو صلیح کے ذریعہ ابو سعید سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس روایت کی یہ سند غریب ہے کیونکہ اس سند کے ذریعہ محمد بن عبد اللہ المہری کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بشرطیکہ یہ ان سے یہ روایت محفوظ بھی ہو، اگرچہ وہ ثقہ ہیں۔ لیکن ہم اس روایت کو غلط سمجھتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابو سعید سے مروی نہیں۔ بلکہ اس سند سے ابی عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے۔ ”کہ میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا۔ محمد رسول اللہ ابو بکر الصديق۔ (اللائ ۱ ج ۱ ص ۲۹۷)

خطیب نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا۔ اور سیوطی اور علامہ محمد طاہر یثربی نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ کہ انھوں نے اس روایت کو حسن یا صحیح مان لیا لیکن ذہبی میرزاں میں محمد بن عبد اللہ بن یوسف المہری کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس مہری کو خطیب نے ثقہ قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ اس کی ایک باطل روایت بھی نقل کی۔ اور اس کے بعد ابن عباسؓ کی روایت پیش کر کے سکوت اختیار کیا۔ ان کا یہ سکوت بھی باطل ہے۔ بیشک یہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ لیکن نہ معلوم کس نے ان کی جانب منسوب کی۔ اللہ کی قسم ابو معاویہ کی جانب اس کی نسبت ہرگز جائز نہیں۔ (میرزاں جلد ۳ ص ۱۸۷) لیکن عمرون احمد الواعظ کے حال میں یہی لکھتے ہیں کہ یہ بغداد کا رہنے والا ہے کدہ کی کذاب سے روایت کرتا ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔ (میرزاں ج ۳ ص ۱۸۷)

جب ابو معاویہ کی جانب اس کی نسبت جائز نہیں تو اعمش اور عطاء ہدی کی جانب

کیسے جائز ہوگی۔ اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ ابو معاویہ کو اکثر محدثین نے قبول کیا ہے۔ لیکن حاکم لکھتے ہیں۔

احتمال بہ التیضان وقد اشتہر عند القلاوے غلو التشیع۔ (میزان ج ۳) ۵۵۵
اس سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہے۔ لیکن ان سے غلو فی التشیع مشہور ہے۔ یعنی یہ غالی قسم کے متبع ہیں)

جو شخص غالی شیعہ ہو گا کیا وہ ابوبکر کے بارے میں ایسی روایت بیان کر سکتا ہے پھر ابو معاویہ نہ صرف غالی شیعہ ہے بلکہ مرجئی بھی ہے۔ اور امام وکیع نے اسی لئے اس کی ہمارے حجازہ تک نہیں پڑھی۔ (میزان ج ۳ ۵۵۵)

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر دور روایت میں اعش موجد ہیں۔ پہلی روایت میں اعش نے اسے ابو صالح کے ذریعہ ابوسعید سے روایت کیا تھا۔ اور اس روایت میں مجاہد کے ذریعہ ابن عباس کی جانب منسوب کیا۔ حالانکہ تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ اعش مدلس ہیں اور ابو صالح سے تدلیس کرتے ہیں۔ یعنی درمیان سے راوی گرا دیتے ہیں۔ اور جہاں تک مجاہد کا تعلق ہے تو مجاہد سے انھوں نے کوئی روایت نہیں سنی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات فرماتے، اور وہ اتنی عام ہوتی کہ متعدد صحابہ اسے نقل کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہ تو بقول مورخین بنو ہاشم اپنی خلافت کے لئے فاطمہؓ کے گھر جمع ہوتے، اور نہ انصار سقیفہ بنی سعدہ میں۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں براہِ نبی عاذیب، ابوسعید خدری، انس بن مالک اور ابوالدرداء یہ سب انصاری ہیں۔ ان حضرات نے انصار سے کیوں نہ یہ حدیث بیان کی۔ اور کیوں انھیں اس اقدام سے متنبہ نہیں کیا۔ محض روایت حدیث کو دیکھ کر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ تاریخی حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے کہ بعد میں کذابین نے بڑے بڑے ائمہ کے نام سے احادیث وضع کی ہیں۔ مثلاً امام احمد،

امام مخنی بن معین، امام مالک اور امام شعبہ وغیرہ۔ سابقہ صفحات میں اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

خطیب بغدادی نے پھر ابو ہریرہؓ کی روایت پیش کی جو اوپر گزر چکی ہے جس میں ابراہیم بن عبد اللہ الغفاری ہے جو کذاب ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں اس کی ایک شاہد اور بھی ہے۔ جو ہزار نے اپنی سند میں نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے واسطے سے ابن عمر سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ (الآلآی جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

افسوس یہ ہے کہ سیوطی نے پہلی روایت کے تحت خطیب کا قول نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابراہیم حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور عبد الرحمن متفقہ طور پر ضعیف ہے۔ اب اس کی روایت کیسے صحیح مان لی جائے گی۔ کیونکہ ابن عمر کی حدیث کے راوی بھی دوہی دونوں ہیں۔ کیا سیوطی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کیا جائے تو جھوٹ اور ابن عمرؓ کی جانب منسوب کیا جائے تو درست حالانکہ یہ مثل بھی تو مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ غفاری نے اسے کبھی ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کیا اور کبھی ابن عمرؓ کی جانب۔

سیوطی نے اس کے بعد بطور شہادت پھر وہی ابن عباسؓ کی روایت ابن شاہین کے حوالہ سے پیش کر دی جس میں ایک نیا راوی ابراہیم بن حماد بن اسحق بن اسمعیل بن حماد بن زید ہے۔ لیکن یہ راوی قطعاً مجہول ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں دارقطنی نے افراد میں محمد بن فضیل کے ذریعہ ابوالدرداء سے نقل کیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا جب مجھے معراج ہوئی اور میں عرش پر پہنچایا گیا۔ تو وہاں ایک سبز پتے پر سپید نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوکر صدیق دارقطنی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محمد بن فضیل کے علاوہ ابن جریر سے اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور محمد بن فضیل سے سری بن عاصم، اور عمر بن اسمعیل بن مجالد کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی دہیات میں نقل

کر کے کہا ہے کہ صحیح نہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ سری بن عاصم کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔ (اللائی ج ۱ ص ۲۹۵)

دارقطنی نے دعویٰ کیا ہے کہ محمد بن فضیل سے اسے سری بن عاصم اور عمر بن اسماعیل بن محمد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن جوزی نے سری کی روایت پر بحف کی ہے۔ لیکن عمر بن اسماعیل کی روایت پر کوئی بحف نہیں کی۔ غالباً سیوطی نے یہ تصور کر لیا ہے کہ عمر بن اسماعیل ثقہ ہے اور اس کی روایت درست ہے۔ لہذا ہم پہلے عمر بن اسماعیل کا حال میزان سے پیش کرتے ہیں۔ وہ ہیں لکھتے ہیں۔

عمر بن اسماعیل بن محمد بن سعید، ہمدان کا باشندہ ہے۔ اپنے باپ سے نقل نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے، نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چور ہے۔ اس نے ابو معاویہ کے واسطے سے ابن عباس سے یہ روایت بھی وضع کی۔ جو ابن جریر نے نقل کی ہے۔ ابن جریر میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے معراج کی رات ایک سیرنگہ اذیکھا جس پر اللہ اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق لکھا ہوا تھا۔ (میزان ج ۳ ص ۵۵۱)

جہاں تک سری بن عاصم کا تعلق ہے تو وہی لکھتے ہیں بھی ہمدان کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عاصم ہے۔ خلیفہ المعتز باللہ کا مکتوب تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ وہی انسلی ہے۔ حدیث چور تھا۔ ابن خراش کہتے ہیں کذاب ہے۔ وہی تو کہتے ہیں اسلام میں یہ بلا اسی کی نازل کر دہ ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۵۵۱)

اگر ہم سیوطی کی حمایت میں ان تمام احادیث کو نظر انداز کر دیں۔ بلکہ ان کذابین کو بھی ثقہ مان لیں تب بھی یہ روایت قطعاً صحیح نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ابوالدرداء سے اسے عطاء روایت کر رہے ہیں۔ راوی نے عطا کے باپ کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ عطاء نامی تابعین میں بیس سے کم نہیں ہیں جن میں سے بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔ پھر کوئی عطاء نامی ایسا نہیں ہے جس نے حضرت ابوالدرداء سے احادیث سنی ہوں۔ ایسی صورت میں یہ روایت قطعاً قابل قبول نہ ہوگی۔

۴۔ عطاء سے اسے ابن جریر نقل کر رہے ہیں۔ اور وہ حدیث میں مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ اور ما شاء اللہ اپنی حیات میں۔ امام احمد فرماتے ہیں ابن جریر صحیح متنوع روایات کو مرسل طور پر نقل کرتا ہے۔

سیوطی نے دہلی کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی ایک روایت بطور شہادت پیش کی ہے، جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

”کہ جب مجھے حجاج ہوئی تو میں نے دیکھا کہ عرش کے ارد گرد آیۃ الکرسی آخر تک لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ تحریر ہے۔ محمد رسول اللہ سورج اور چاند کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کئے گئے۔ اھ ان کے فوراً بعد ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہما) سیوطی نے اس پر بھی سکوت اختیار کیا ہے۔ یہ اس قسم کے تحلیلات ہیں جو شیوہ حضرت علیؑ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ غالباً یہ روایات شیعوں کے جواب میں وضع کی گئیں۔

اس روایت کے تحت سب سے پہلی عرض تو یہ ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے۔ جس کا تفصیلی حال اوپر گور چکا۔ اور جس کے بارے میں امام مالک نے فرمایا تھا یہ تو اپنے باپ کے نام سے حضرت نوح سے بھی حدیث نقل کر دے گا۔ یعنی یہ تمام جھوٹ اپنے باپ کے نام سے بولتا ہے امام مالک سے زیادہ کون اس کے حال سے واقف ہوگا۔ دونوں مدینہ کے باشندہ ہیں اور دونوں ہم عصر ہیں۔ امام مالک کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی جبکہ اس عبدالرحمان کی موت ۱۸۸ھ میں ہوئی۔ اور تمام محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں۔

اس عبدالرحمان سے یہ روایت عبدالنعم بن بشیر نقل کر رہا ہے۔ اس کی کنیت ابو انجر ہے۔ مصر کا باشندہ ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو انتہائی منکر قرار دیا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ انتہائی درجہ منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایت بطور دلیل پیش کرنا جائز نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں اس عبد المنعم کے پاس گیا۔ اس نے ابو داؤد کی دو سو احادیث نکال کر مجھے دکھائیں جو سب مجہول تھیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ سب روایات ابو داؤد سے سنی ہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں میں نے اس سے کہا اے شیخ اللہ سے ڈر۔ یہ تو ابو مودود پر کھلا جھوٹ ہے۔ اس کے بعد میں اُٹھ کر چلا آیا۔ اور میں نے اس کی کوئی روایت نہیں لکھی۔ (میزان ج ۲ ص ۲۶۹)

بس یہی فرق ہے متقدمین اور متاخرین میں کہ متقدمین اس قسم کے کذابوں کی روایات نقل کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور متاخرین اسے اپنا دین و ایمان بناتے اور ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

عبد المنعم سے نقل کرنے والا آخرین زفر ہے مجھے اس کا حال کہیں نظر نہیں آیا۔ اور نہ متقدمین نے اس سے کوئی روایت لی ہے۔

اس کے بعد تین راوی لگاتار مجہول ہیں۔ یعنی احمد، ابو منصور، اور ابراہیم بن محمد بن عبید بن جبینہ الشروزی۔ ایسی صورت میں یہ روایت رومی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔

سیوطی ایک اور شہادت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خُتلی نے دیاجہ میں ایک اور سند سے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرش کے پائے پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ان کے وزیر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہیں۔ (الآلی ج ۱ ص ۲۹۹)

قرآن جائے اس سادگی کے سیوطی خود الآلی ج ۲ پر تحریر کرتے ہیں۔

تفرد بہ محمد بن خالد الختلی وھو کذاب

اسے صرف محمد بن خالد الختلی روایت کرتا ہے اور وہ کذاب ہے

ایسی صورت میں ہم کیا عرض کر سکتے ہیں۔ جس روایت کا جھوٹ ہونا خود سیوطی کو قبول ہو۔ تو اگر ہم اس کے کذب کا ثبوت اپنے ذمہ لے لیں تو یہ مفت کی درد سہی ہے۔ لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ اگر یہ خُتلی اپنے وقت کے صدیق

بھی ہوتے تب بھی یہ روایت قبول نہ ہوتی۔ اس لئے کہ یہ مرسل ہے۔ اور حسن بصری کی مراسلات محدثین کے نزدیک تمام مراسلات میں سب سے بدترین ہیں۔
حاکم معرفۃ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔

اضعف المراسلات الحسن وعطاء بن ابی سباح

مراسلات میں سب سے زیادہ ضعیف حسن اور عطاء بن ابی رباح کی مرسلات ہیں حسن سے اسے نقل کرنے والا عبداللہ بن اسماعیل ہے۔ یہ بھی بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ بے عقلی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۳۹۵)
اس روایت کے بقیہ دوراوی یعنی نصر بن جریش اور ابو سہل مسلم الجراسانی مجہول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ خطیب نے ابن عباس سے مرقعاً نقل کیا ہے۔ مگر جب مجھے وحی کریمؐ معراج ہوئی تو میں نے عرش پر لکھا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق، عمر الفاروق، (الآل ج ۱ ص ۲۹۵)

کیا ہی اچھا ہوتا کہ شیعوں کی طرح اپنے کلمہ اور اذان میں اس کا اضافہ کر لیا جاتا۔ دراصل یہ ایک ایسی کڑوی گولی ہے جو ہمیں قطعاً ہضم نہیں ہو سکتی۔ خواہ اسے کتنا ہی چینی میں کیوں دلیٹ دیا جائے۔

خطیب نے اس پر کچھ کلام کیا ہے یا نہیں تو ان کی کتاب ہمارے پیش نظر نہیں لیکن ہمارا دل اسے ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جس روایت کی سند میں پورے چھ راوی مجہول ہوں اور خطیب اسے آسانی سے گوارا کر لیں۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے ایک ستر ٹکڑا دیکھا جس پر سپید نور کے قلم سے لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔

ابن جریری کا بیان ہے، ابن حبان کہتے ہیں۔ سری بن عاصم کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتشابہ فی احادیث اللواہیم ج ۱ ص ۱۶۴

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سرتی بن عاصم بن سہیل۔ اس کی کنیت ابو عاصم الہمدانی ہے۔ معتز باللہ کا مودب ہے اور کبھی اپنے دادا کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن خراشی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی نازل کردہ مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یہ ہے کہ جب میں معراج میں گیا تو میں نے عرش کے ارد گرد ایک پتے پر لکھا ہوا دیکھا محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصدیق۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱)

گویا ابن عدی، ابن جوزی اور ذہبی کے نزدیک یہ روایت سرتی بن عاصم کی وضع کردہ ہے۔ اگرچہ اس کے اور روایات بھی قابل اعتراض ہیں۔ لیکن ان حضرات کے نزدیک صرف سرتی بن عاصم کا وجہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کیلئے کافی ہے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عرش کے پائے پر لکھا ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔ (اللائ ج ۱ ص ۲۹)

ہماری پہلی عرض تو یہ ہے کہ ابن عساکر کی کتاب حدیث کی کتاب نہیں۔ بلکہ وہ تو ایک تاریخی کتاب ہے۔ اور اصول حدیث اور اصول تاریخ میں بڑی فرق ہے۔ مورخین کے نزدیک ایک یہودی اور ایک کذاب کی روایت بھی قابل قبول ہے۔ لیکن حدیث میں بجز عادل مسلم کے کسی کی شہادت قبول نہیں۔ اور ابن عساکر بھی متاخرین میں داخل ہیں۔

پھر اس روایت کی تو بسم اللہ ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت انس سے اسے نقل کرنے والا حارث بن زیاد ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت انس سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے مجہول ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۳۳)

اس کے بعد کے اکثر روایات مجہول ہیں۔ کیونکہ مورخ کو ان کی معرفت اور عدالت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے برادر بن عاذب سے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ عرش پر کیا لکھا ہے۔ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصديق عمر الفاروق، عثمان المشید، علی المرتضیٰ۔ (اللائی ج ۲۹۹)

سیوطی اور ابن عساکر نے حقیقتاً اپنے سنی ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ زمانہ میں اس میں عشرہ مبشرہ کا بھی اضافہ ہو جائے۔

حضرت برادر بن عازب سے اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اس سے بخاری و مسلم اور تمام اہل صحاح نے اس سے روایات لی ہیں یہ کیسی ہستی ہیں؟ ہم اس سلسلہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ لیکن ذہبی نے ان کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ پیش کئے دیتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

شیعوں کے عالم ہیں۔ شیعوں میں یہ واحد صادق انسان ہیں، شیعوں کے قصہ گو اور ان کی مسجد کے امام ہیں۔ اگر تمام شیعہ انہی جیسے ہوتے تو ان کی شرارت کافی کم ہو جاتی۔

مسعودی کہتے ہیں ہم نے عدی بن ثابت سے زیادہ صحیح بات کہنے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ (مسعودی ان سے زیادہ شیعہ ہیں۔ یہ ایک گھریلو شہادت ہے)

امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ اپنے نانا کی جانب منسوب ہیں (یعنی ثابت ان کے باپ نہیں بلکہ نانا ہیں) ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ابان بن ثابت بن قیس الخثیم الانصاری۔ ابن سعد نے ان کا یہی نسب بیان کیا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ثابت بن دینار۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نسب یہ ہے۔ عدی بن ثابت بن عبید بن عازب۔ اس آخری نسب کے لحاظ سے یہ حضرت برادر بن عاذب کے بھائی کے پوتے ہیں۔

یہ اپنے نانا عبداللہ بن یزید النخعی اور برادر بن عازب وغیرہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں غالی شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں غالی رافضی ہے لیکن ثقہ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں واہیات روایات بیان کرتا ہے۔ جو زجانی کہتے ہیں راو حق سے ہٹا ہوا ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۶۱)

کیا بعید ہے کہ بطور ترقیہ عدی نے یہ روایت بیان کی ہو یا اس کا مقصود ہی یہ ہو کہ اہل سنت کو راہ حق سے ہٹایا جائے۔ اس عدی سے اسے علی بن زید بن جہان نے روایت کیا ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ سچا انسان ہے۔ موسیٰ بن اسماعیل کہتے ہیں یہ حدیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ ابن خزمہ کہتے ہیں میں اس کے حافظ کی خرابی کے باعث اس کی روایت قبول نہیں کرتا۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ حماد بن زید کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلی کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے گریہ کرتے تھے۔ یزید بن زریع کا بیان ہے رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں جانتا۔ احمد ابی یحییٰ کہتے ہیں یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ ہمیشہ ہی سے کمزور ہے۔ امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات نکلی تھیں جو اچھی خاصی کتاب میں گئی تھیں۔ لیکن میں نے ان روایات کو احتیاطاً چھوڑ دیا۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص ۶۱)

اس کا ایک اور راوی عصام بن یوسف البلیخی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اور کوئی بیان نہیں کرتا۔ (میزان ج ۳ ص ۶۱)

عصام سے نقل کرنے والا محمد بن عبد بن عامر السمرقندی ہے۔ وہ بھی لکھتے ہیں یہ حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے۔ خطیب نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے کہ

یہ عصام بن یوسف وغیرہ سے باطل احادیث روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۶۳۳) ابن عساکر کی اس روایت کے بقیہ راوی مجہول ہیں۔

یہ وہ شہادتیں ہیں جو یقول سیوطی ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ حالانکہ وہ بھی جانتے ہوں گے کہ قرآن نے ہمیں تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اگر پانچ چھ صدی میں کوئی بات بیان کرنے والے سودو سو بھی ہو جائیں تو ان کی کیا حیثیت ہے۔ ہاں اگر پہلی صدی میں ان کی تعداد دس بیس بھی ہوتی تو صداقت کی کچھ توقع کی جاسکتی تھی۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قلم کی کہانیاں حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہیں۔ ان کی کثرت تعداد دیکھتے ہوئے انھیں کیوں قبول کیا جائے۔

حدیث معاذ بن جبل

حارث بن اسامہ نے اپنی سند میں حضرت معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عز وجل آسمان میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ زمین میں کوئی غلطی کریں۔ ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اسے ابو الحارث نصر بن حماد کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔ اور اسے کئی نے کذاب کہا ہے۔ فسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ مسلم کہتے ہیں اس کی روایت بے کار ہے۔ اور اس نے یہ روایت بکر بن ختیس سے نقل کی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں وہ متروک ہے اور اسے محمد بن سعید سے نقل کر رہا ہے۔ جو کذاب ہے۔ اور جسے پھانسی دی گئی۔ (اللائی - جلد ۱ ص ۳۳)

سیوطی فرماتے ہیں اس کی ایک اور بھی سند موجود ہے جو ابن شاپین نے مسند میں ابو یحییٰ الحمائی کی سند سے نقل کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو

یمن بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور عبد الرحمنؓ سعد کو جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا تم لوگ بھی اپنی اپنی رائے دو۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ آپ نے ہمیں کلام کی اجازت دی ہے تب بھی ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم آپ کے روبرو کلام کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جس معاملہ میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اس معاملہ میں میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں۔ لہذا تم بھی رائے دو۔ لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی۔ اور ابوبکرؓ نے بھی کلام کیا۔ اور لوگوں سے نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عز وجل آسمان میں اس امر کو برا سمجھتا ہے کہ زمین میں ابوبکرؓ کوئی خطا کریں۔

شیوطی کہتے ہیں اسے طبرانی نے بھی ابویحییٰ الحماتی سے نقل کیا ہے۔ اور ابویہعم نے طبرانی کے واسطے فضائل قرآن میں۔ (الآلی ج ۱ ص ۳) قارئین کرام یہ تصور نہ کر بیٹھیں کہ شیوطی نے جن روایات کا حوالہ دیا ہے۔ وہ متعدد روایات ہیں۔ بلکہ یہ صرف ایک ہی روایت ہے جو متعدد سندات کے ذریعہ ابویحییٰ الحماتی سے مروی ہے اور ابویحییٰ نے اسے ابوالعطوفؒ جرّاح بن مہنّال اور ابوصہین بن عطاء کے ذریعہ عبادة بن نسی سے نقل کیا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ پہلی روایت جس پر ابن جوزی نے کلام کیا تھا۔ وہ بھی اس عبادة بن نسی پر ختم ہو جاتی ہے۔ ابن جوزی نے اس مقام پر عبادة پر کلام نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے زیادہ خطرناک انسان موجود تھے۔ لہذا ان کی جانب اشارہ کر دیا۔ ہم آئندہ سطور میں بتائیں گے کہ اس ابو ضینؒ ابوالعطوفؒ اور ابویحییٰ کا کیا مقام ہے۔

ابویحییٰ کا نام عبد الحمید بن عبد الرحمن الحماتی الکوفی ہے۔ بخاریؒ ابو داؤد حمّٰدیؒ اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ یحییٰ بن معین کا ایک قول تو یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ ارجا کی دعوت دیتا تھا۔
 (یعنی عمل چھوڑ کر اللہ کے بھروسہ پر بیٹھ جاؤ) ابن سعد کہتے ہیں ضعیف محمد بن ابی
 حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور مرغی ہے۔ تقریباً
 ابویٰ کی یہ روایت ابو العطف سے نقل کر رہا ہے۔ یہ ابو العطف جرمیہ کا ہے
 والا ہے۔ اس کا نام جراح بن منہال ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث کے جراح تھے
 امام احمد فرماتے ہیں اس میں عقلیت کا مادہ بہت تھا۔ علی بن المدینی تو
 میں اس کی روایت نہ لکھی جانے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان
 کہتے ہیں یہ شراب پیتا تھا۔ اور حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۹)
 ممکن ہے کہ شراب کے نشہ میں ان روایات کا الہام ہوتا ہو۔

بخاری لکھتے ہیں۔ جراح بن منہال، ابو العطف الجوزی منکر الحدیث ہے۔
 ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص ۲۶۔

نسائی لکھتے ہیں۔ جراح بن منہال متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء
 اس کا ایک اور راوی ابو وھب بن عطل ہے۔ یہ نام ابو وھب نہیں۔ غلام
 الجوزیادہ چھپ گیا ہے۔ اس کا نام وھب بن عطا بن کنانہ ہے۔ دمشق کا باڑ
 ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن حافظ خراب تھا۔ (میزان ج ۱ ص ۲۹)
 انتقال ہوا۔ (تقریب ص ۳۶۹)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو کنانہ ہے۔ ابو داؤد اور
 نے اس سے روایات لی ہیں۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں ثقہ ہے۔ ابو داؤد
 میں حدیث میں اچھا ہے قدری ہے۔ جو تقدیر کا منکر ہو۔ ابن سعد کہتے
 ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں۔ اس کی احادیث کچھ اچھی ہوتی ہیں اور کچھ
 ویسے ایک عمدہ خطیب تھا۔ جوڑ جانی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث واہی

ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۳۳)

یہ تودہ مجروح راوی ہیں جو ابن شاہین، طبرانی اور ابونعیم کی سند میں

اور جو روایت ان کے علاوہ ہیں وہ اکثر مجہول ہیں۔ ایسی روایت کو شہادت میں پیش کرتا جس کا کوئی راوی جرح سے پاک نہ ہو کسی محدث کو زیب نہیں دیتا۔

معراج کی شب علیؑ کی خلافت کے لئے دعاء

ابوبکر جوزقی نے حضرت ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے، ارشاد رسول ہے کہ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا، تو میں نے دعا کی۔ اے اللہ میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب کو خلیفہ بنا دیجئے۔ میری اس دعا سے آسمان کا نپ اٹھے، اور فرشتے ہر جانب سے آواز دینے لگے۔ اے محمدؐ یہ آیت پڑھو۔

ماشاء اللہ الا ان یشاء اللہ اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر جو کچھ اللہ چاہے۔
ورائے یہ چاہتا ہے کہ آپ کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اور اس کا واضع یوسف بن جعفر ہے۔ (اللائی ج ۱ ص ۱۳۲)

سیوطی نے اس کی سند نقل نہیں کی۔ جہاں تک یوسف بن جعفر کا تعلق ہے وہی لکھتے ہیں کہ یہ خوارزم کا باشندہ ہے۔ متاخرین میں سے ہے۔ ابن جوزی نے ہر حدیث کے وضع کرنے کا الزام قائم کیا ہے۔ ابوسعید استعاش کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان ج ۴ ص ۴۴۳)

سیوطی کہتے ہیں ابوسعید خدری اس روایت کو دہلی نے بھی نقل کیا ہے۔ ان کے ظاہر ہیں کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے بعد کو خلیفہ بنا دیجئے جس پر فرشتے چیخ اٹھے، اور بولے اے محمد اللہ تعالیٰ چاہے کرتا ہے۔ اور تیرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ (اللائی ج ۱ ص ۱۳۲)

اگر معراج کے وقت یہ باتیں پیش آتیں، اور آسمانوں، اور عرش الہی پر ابوبکرؓ لکھا ہوتا۔ اور حضورؐ نے یہ سب کچھ بیان کیا ہوتا، تو کیا یہ ممکن تھا کہ وفات کے وقت صحابہؓ کرام مسئلہ خلافت میں اختلاف کریں، اور حضرت علیؑ کو یہ مشورہ دیں کہ حضور کے پاس چل کر خلافت لکھوا لو، نہ

حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بیت فاطمہؓ میں جمع ہو کر اپنی خلافت کے لئے کوشش کرتے۔ کیونکہ جو مسئلہ گیارہ بارہ سال قبل طے کر دیا گیا۔ اس کے لئے اب صحابہ کا اختلاف صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ان تمام صحابہ کو یا تو مخالفین رسول تسلیم کر لیا جائے یا جاہل مطلق۔ اعیانہ بالشہ گو یا رافضیوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہی سنیوں نے بھی اختیار کیا۔ اور منزل دونوں کی ایک رہی۔ افسوس کہ روایت پرستی کے مرض نے اچھے اچھے علماء کو عقل سے بیگانہ بنا دیا ہے۔

جب ہم دہلی کی اس روایت کی سند پر غور کرتے ہیں تو مزید حیرت یہ ہوتی ہے کہ اس کا ایک راوی عبد الرزاق بن ہمام ہے جو رافضی ہے۔ اور ایک رافضی کی زبان سے ایسی بات نکلنا خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔ پھر عبد الرزاق نے یہ روایت معمر سے نقل کی ہے۔ اور محمد ثنین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ عبد الرزاق معمر کی روایت میں غلطیاں کرتا ہے۔ پھر معمر سے سعید سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ سعید کون ہے۔ اس کے باپ کا نام قطعاً ظاہر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ امام معمر نے کسی سعید نامی شخص سے روایت نہیں لی۔ یہ تو اوپر کے ان روایات کا حال ہے جو اکثر محمد ثنین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن اس سند میں نیچے کے نگاتار چھ راوی مجہول ہیں جن کا تذکرہ مجھے کتب رجال میں کہیں نظر نہیں آتا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ سیوطی نے اسے بطور شہادت پیش کر کے خاموشی اختیار کی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنا لیا ہے کہ ہر مہمل کہانی کی تائید کرنی اور اسے ثابت کرنا ہے۔ جو متقدمین کے طریقہ کار کے قطعاً خلاف ہے۔

ابو جحیفہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین باریہ سوال کیا کہ اے اللہ علیؓ کو مقدم فرماؤ تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار فرمایا۔ اور ابو بکرؓ کو مقدم ماننے کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح تھیں اس روایت کے دوراوی علی اور کئی ہر دو مجہول ہیں (العلل المتناہی فی احادیث الہدیہ ۱۱) علی سے مراد علی بن الحسن ابکی اور کئی سے مراد کئی بن القریس ہے۔ اور یہ ہر دو راوی مجہول ہیں۔ ذہبی نے میر ان الاعتدال میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

گھوڑے کی سواری اور حلافت

بارون اور محمد المستمل نے عبداللہ بن جراد سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک گھوڑا لایا گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ پھر فرمایا اس گھوڑے پر وہ شخص سوار ہو گا جو میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ تو ابو بکرؓ اس پر سوار ہوئے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور عبداللہ بن جراد کچھ نہیں۔

سیوطی نے ابن عدی کا قول نقل کیا ہے کہ اس عبداللہ بن جراد سے بہت سی مشکرو روایات نقل کی گئی ہیں۔ اور اس کا دعویٰ تھا کہ اس کا چچا صحابی ہے حالانکہ وہ خود بھی اور اس کا چچا بھی دونوں غیر معروف ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ لوگ اس کے سامنے روایات وضع کر کے لاتے اور یہ انھیں لوگوں سے بیان کرتا۔ اور اسے خود کچھ خبر نہ تھی۔ ابوقسبر کا بیان ہے کہ ہم اس سے مذاق کیا کرتے تھے۔ دراصل یہ شخص بازاروں میں بھیک مانگتا۔ ہم اس سے از روئے مذاق پوچھتے کہ تیرے چچا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کچھ سنا ہے۔ یہ جواب میں کہتا۔ امام سفیان ثوری کی جامع اور امام مالک کی مؤطا اور کچھ فوائد۔ یعنی یہ حضرت عقل کل تھے۔

حافظ ابن حجر نے اصحاب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جراد تابعی دو شخص ہیں۔ ایک عبداللہ بن جراد بن مسقف بن عامر بن عقیل العامری العقیلی یہ تو صحابی ہیں بخاری نے ان کا صاحب میں تذکرہ کیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں ان سے ابوقتادہ شامی نے روایت

کی ہے۔ دوسرا شخص عبداللہ بن جراد بن معاویہ بن قحج بن خفاجہ ہے جس سے علی بن اشدق حدیث روایت کرتا ہے۔ اور یہ صحابی نہیں۔ اس طرح بخاری نے دونوں کے درمیان فرق واضح کیا۔ پہلے شخص کا شمار صحابہ میں کیا۔ اور دوسرے کا بعد کے لوگوں میں اور اس دوسرے کے بارے میں فرمایا۔ وہی انسان ہے۔ اس کی حدیث بیکار ہے۔ اور کوئی روایت اس کی ثابت نہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن جراد مجہول ہے۔ اس کی روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ یعلیٰ بن اشدق الکذاب سے روایات نقل کرتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ معروف نہیں اور نہ اس کی روایت صحیح ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

ذہبی نے یعلیٰ بن اشدق العقیلی کے تذکرہ میں وہ تمام باتیں نقل کیں جو یسوی نے بیان کی ہیں۔ مزید یہ تحریر کیا ہے کہ یہ یعلیٰ ہارون رشید کے دور تک زندہ تھا۔ یہ طائف کا باشندہ تھا۔ اور رقم میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نے تین اشخاص سے روایات لی ہیں۔ اور تینوں کو صحابی قرار دیا۔ عبداللہ بن جراد، رقاد بن ربیعہ اور کلب بن جری۔ حالانکہ یہ تینوں مجہول ہیں۔

ابوزرہ کہتے ہیں یہ اشدق کچھ نہیں۔ اس کی بات صحیح نہ سمجھی جائے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی کوئی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

ابوبکر و عمرؓ درجہ علیا میں ہوں گے

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوسعیدؓ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلند درجے والے اپنے درجے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے افق میں ستارہ دیکھتے ہو۔ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی درجہ علیا والوں میں ہوں گے۔ اور ان میں بہتر ہوں گے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن ہے۔ ایک دوسری سند سے بھی عطیہ کے ذریعہ ابوسعیدؓ سے مروی ہے۔ ابن ماجہ نے اسے دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ (ابن ماجہ ترجمہ ۱ ص ۱۱۱)

لیکن یہ تمام سندات عطیہ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث کی عدم صحت کا دار و مدار عطیہ پر موقوف ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ابوسعید سے مراد کون ہے۔ صحابہ کرام میں ابوسعید سے مراد حضرت ابوسعید خدری ہوتے ہیں۔ ابن ماجہ نے اسی لئے خدری کے لفظ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن یہاں صودت حال قطعاً ایسی نہیں ہے۔ جیسا کہ عطیہ کے حال میں اس کی وضاحت خود بخود سامنے آ جائے گی۔

اس عطیہ سے مراد عطیہ بن سعد العوفی الکوفی ہے۔ یہ مشہور تابعی ہے۔ ابن عباس ابن عمرؓ اور ابوسعیدؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں۔ اس کی روایت برائے تحقیق لکھ لی جائے۔ لیکن یہ ضعیف ہے۔ سالم المرادی کہتے ہیں یہ شیعہ تھلا امام احمد فرماتے ہیں۔ ضعیف الحدیث ہے۔ ہشتم اس پر جرح کیا کرتے تھے علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک ابویہارون العبدی بشر بن حرب اور عطیہ ضعف میں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ عطیہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر حاصل کرتا ہے۔ اور کلبی کذاب کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ جب بھی کلبی کذاب کی روایت بیان کرتا ہے تو اس کا نام لینے کے بجائے یہ کہتا ہے کہ ابوسعید نے ایسا کہا۔ یہ کام اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ دھوکہ کھا سکیں کہ ابوسعید سے مراد ابوسعید خدری ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص ۵)

جیسا کہ یہاں ترمذی اور ابن ماجہ نے دھوکہ کھایا ہے۔ سمعانی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آئی کہ جب بھی عطیہ ابوسعید کا نام لے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور وہ روایت کلبی کا جھوٹ ہوتی ہے۔ نسائی لکھتے ہیں کہ عطیہ العوفی ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی ص ۵۶)

کلبی کذاب

بہتر محسوس ہوتا ہے کہ آگے لکھنے سے قبل کچھ اس کلبی کا تذکرہ بھی کر دیا جائے۔

اس لئے کہ کلمی کا فساد اس دور میں بھی عام ہے۔ آج غری اور اردو میں تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے جو تفسیر ہزاروں میں پڑھایا جاتا ہے وہ اسی کلمی کی وضع کردہ ہے۔ اس نے تفسیر ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ کی جانب منسوب کی ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابن ماجہ اور کتب تفسیر میں پائی جاتی ہیں۔

اس کا نام محمد بن السائب ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے، ابو نضر کنیت ہے۔ مآہر انسب تفسر اور مورخ مانا جاتا ہے۔ امام شعبیؒ اور ابو صالحؒ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے اس کا بیٹا ہشامؒ اور ابو معاویہؒ الفریر روایات نقل کرتا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ کو فی فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز کلمی نے یہ بات بیان کی کہ مجھ سے ابو صالحؒ نے کہا تھا کہ میں نے ابن عباسؓ کے نام سے جتنی روایات تجھ سے بیان کی ہیں یہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنا (یعنی یہ علم سینہ بسینہ تھا۔ لیکن شاگرد اتنا بے غیرت نکلا کہ اس نے یہ علم باطن پوری دنیا میں پھیلادیا۔ اسی علم باطن کا نام تفسیر کلمی اور تفسیر ابن عباسؓ ہے۔)

ابو معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے کلمی کو کہتے سنا ہے کہ میں نے جتنے دن میں قرآن حفظ کیا اتنے دن میں روئے زمین پر کوئی حفظ نہ کر سکا۔ کیونکہ میں نے قرآن چھ یا سات دن میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جیسی بھولی مجھے واقع ہوئی ایسی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ میں نے اپنی منہی میں اپنی داڑھی اس ارادے سے پکڑی کہ نیچے سے کاٹوں گا۔ لیکن بھول کر اوپر سے کاٹ دی۔ (اسی طرح اس نے تاریخ و تفسیر اور احادیث کو بھی کاٹ کر پھینک دیا ہے۔)

اسی واقعہ کو امام یزید بن ہارون نے کلمی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے جو شے زندگی میں یاد کرنی چاہی میں اسے ضرور بھول گیا۔ ایک روز حجام کے دروہ میں نے اپنی داڑھی منہی میں لی اور اس سے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ نیچے سے کاٹنا لیکن بھول کر یہ کہہ دیا کہ اوپر سے کاٹ دو، اس نے داڑھی اوپر سے کاٹ دی۔ دراصل یہ ابتدائی دور تھا، تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ اپنے اس عیب کو

چھپانے کے لئے اس نے اپہانی وضع کی۔ گویا مسلمانوں میں ڈاڑھی کٹانے کی بنیاد
کلبی نے رکھی۔

یعلیٰ بن عبید کہتے ہیں کہ ایک روز امام سفیان ثوری نے فرمایا اس کلبی کی
روایات سے بچو، کسی نے عرض کیا۔ آپ بھی تو اس سے روایات لیتے ہیں۔ فرمایا
میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔

بخاری کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن مہدی نے کلبی کی روایت
نرک کی ہیں۔ پھر بخاری نے باند سفیان ثوری کی نقل کی ہے کہ کلبی سے اس کلبی نے یہ بات
خود کہی ہے کہ میں جو بھی حدیث ابوصالح سے نقل کرتا ہوں وہ خالص جھوٹ ہی
ہے (اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ تفسیر ابن عباس کے نام سے جو کتاب پائی جاتی
ہے وہ کذب و فریب کا ایک شاہکار ہے۔ اس لئے کہ اس میں تمام روایات کلبی نے
ابوصالح سے نقل کی ہیں۔ یہ سب خود کلبی کی وضع کردہ ہیں)

یعلیٰ کا بیان ہے کہ میں کلبی کے پاس جاتا اور اس سے قرآن پڑھتا تھا۔
اس نے ایک روز کہا کہ میں ایک بار بیمار ہو گیا تھا جس کے باعث میں سب
کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوکا۔ جس سے
مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ میں نے اسے جواب دیا۔ اللہ کی قسم اب میں تیری کوئی روایت
قبول نہ کروں گا۔ اور میں نے اس کی روایت ترک کر دی۔ تقریباً یہی واقعہ
امام زائدہ نے بیان کیا ہے۔

یہودیوں زریع کا قول ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ امام غمش کوئی فرماتے ہیں
اس کلبی سبائی سے بچو کیونکہ میں نے اپنے زمانہ میں جتنے لوگوں کو دیکھا ہے
وہ سب ان سبائیوں کو کذاب کہہ کر پکارتے تھے۔ (امام غمش رحمہ اللہ میں پیدا
ہوئے اور ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔)

امام سفیان بن عیینہ مکی شہبانی ہے کہ کلبی نے ابوصالح کا یہ قول مجھ سے
بیان کیا کہ مکہ کا کوئی فرد نہ ایسا تھا جس کو اور جس کے باپ کو میں جانتا ہوں۔

اس کبھی نے ابو صالح اور ابن عباسؓ کے واسطے سے حضورؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ کہ شراب جب تک نشہ پیدا نہ کرے حلال ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ کبھی سبائی تھا، اور ان لوگوں میں سے تھا جو اس کے قائل تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی۔ یہ لوگ جب کسی بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المؤمنین بادل میں تشریف لے چاہے ہیں۔

ہمام کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔ ابو حواہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبریلؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے تو اگر آپ بیت الخلا میں ہوتے تو جبریلؑ علیؑ پر وحی کر کے چلے جاتے۔

احمد بن زبیر کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کیا تفسیر کبھی (یعنی تفسیر ابن عباس) دیکھنا حلال ہے؟ انھوں نے جواب دیا نہیں۔ سخی بن معین کہتے ہیں یہ کبھی ثقہ نہیں ہے۔ جوزجانی کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی اور دیگر محدثین کہتے ہیں متردک ہے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ دین کے معاملہ میں اس کا جو مذہب ہے اور جس طرح اس کا جھوٹا ظہر من الشمس ہے، اس کے بعد اس کے حالات پر مزید بحث ایک مہل شے ہے۔

یہ شخص ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے تفسیر نقل کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالحؓ نے زندگی میں بھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا۔ اور اس کبھی نے ابو صالحؓ سے چند باتیں سنی تھیں۔ جب اس کبھی کو روایت گھڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ابو صالحؓ کو زمین کی گہرائیوں سے باہر نکال لاتا ہے۔ اس کی روایات کا کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ کچا کہ اس کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا۔

ہم نے یہ تمام تفصیل میزان الاعتدال ج ۳ ۵۵۶ تا ۵۵۹ سے نقل کی ہے۔
 امام بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر میں سفیان الثوری سے نقل کیا ہے کہ کلبی
 کہتا تھا کہ مجھ سے ابوصالح نے کہا تھا کہ میں تجھ سے جو بھی حدیث بیان کرتا ہوں وہ
 جھوٹ ہوتی ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص ۱۸۱ غالباً کلبی نے ابوصالح کے نام سے
 اپنی حقیقت ظاہر کی ہے۔ مسئلہ میں اس کا انتقال ہوا۔

یہ حقیقت اوپر واضح ہو چکی ہے عطیہ العوفی رافضی اس کلبی رافضی کا شاگرد ہے۔
 اور اس کلبی کا دو کنبہ ہیں۔ ایک کنیت ابوالنصر ہے جو مشہور ہے۔ اور دوسری کنیت
 ابوسعید ہے جو مشہور ہے۔ اور حبیب عطیہ یہ کہتا ہے کہ یہ حدیث ابوسعید سے مروی ہے
 تو اس سے مراد ابوسعید خدری نہیں ہوئے۔ بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ اور یہ روایت
 کلبی کی وضع کردہ ہوتی ہے اور عطیہ رافضی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اس پر پردہ
 ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے علاوہ کوئی حضورؐ کی جانب نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا

ترمذی نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
 صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پاس باہر تشریف لائے۔ یہ صحابہ بیٹھے ہوئے
 ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہوتے۔ ان صحابہ میں سے کوئی شخص نگاہ اٹھا کر آپ کی
 طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ دونوں حضورؐ کی جانب دیکھتے اور حضورؐ ان کی جانب
 یہ حضورؐ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضورؐ انھیں دیکھ کر۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے، اور حکم بن عطیہ کے علاوہ اسے کوئی نقل نہیں کرتا۔ اور حکم کے بارے میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ (ترمذی ص ۲۳۲)
 گویا اس حدیث کا دار مدار حکم بن عطیہ پر ہے۔ اگر وہ ثقہ ہے تو روایت بھی صحیح ہوگی۔ اور اگر غیر ثقہ ہے تو روایت بھی ضعیف ہوگی۔ ذہبی اس حکم کے حال میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوالولید کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے۔ لیکن یہ حجت نہیں۔ یہ اس روایت کو ثابت سے نقل کرنے میں تہاہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس حکم میں تو کوئی برائی نہیں۔ لیکن اس سے ابوداؤد منکر روایات نقل کرتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۵)

یعنی امام احمد کے نزدیک اصل عیب حکم میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس ابوداؤد میں پایا جاتا ہے جو حکم سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس روایت کو بھی حکم سے ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

یہ ابوداؤد طیالسی ہے جن کی حدیث میں ایک کتاب مسند مشہور ہے۔ یہ بخاری و مسلم کے استاد الاستاد ہیں۔ ان کا نام سلیمان بن داود ہے۔ حافظ الحدیث ہیں، ثقہ ہیں۔ لیکن انھوں نے کافی احادیث میں غلطیاں کی ہیں۔ حافظ ابراہیم بن سعید الجعفی فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار احادیث میں غلطیاں کیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں سچے ہیں لیکن غلطیاں بہت کرتے ہیں۔ (میران جلد ۲ ص ۲۳۲)

ہر صورت میں یہ روایت ضعف سے خالی نہیں۔ ہاں موضوع قطعاً نہیں ہے۔ لیکن دور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں قطعاً غیر مشہور رہی۔ اور صرف ایک ایک راوی اسے روایت کرتا رہا۔ لہذا اس پر ازروئے سند صحت کا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات سے جو قلبی تعلق تھا۔ اور جن کی دیگر احادیث صحیح بھی شہادت دے رہی ہیں۔ تو اس قسم کے حالات پیش آتا

بعید از عقل نہیں۔ جب کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بیشتر امور ان دو حضرات کے مشورے کے بغیر انجام نہ دیتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت صحت کے زیادہ قریب ہے۔

قیامت کے روز ابوبکرؓ و عمرؓ حضورؐ کے ساتھ اٹھا جائیں گے

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ مبارکہ سے باہر تشریف لائے، اور مسجد میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے دائیں بائیں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود تھے۔ آپ ان دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی ج ۲، صفحہ ۲۷۷۔ ابن ماجہ مترجمہ جلد ۱ ص ۱۷۸)

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کا راوی سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ لیکن یہ اور سند سے بھی نافع کے ذریعہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

یہ سعید بن مسلمہ، خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کا پوتا ہے یہ بھی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ بخاری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اسکی یہ روایت اور ایک اور روایت نقل کی کہ کہا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ قابل ترک نہیں۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۵۸)

نسائی لکھتے ہیں یہ اسمعیل بن امیہ سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔

(کتاب الضعفاء ص ۵۳)

بخاری لکھتے ہیں یہ اسمعیل بن امیہ سے روایت کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔

(کتاب الضعفاء ص ۵۳)

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ان تمام حضرات نے سجدہ پر جو کچھ بھی جرح کی ہے وہ دو روایات کے باعث کی ہے۔ ایک یہ روایت اور ایک یہ روایت کہ اگر کسی

جماعت کا کوئی معزز انسان ہمارے پاس آئے تو تم بھی اس کی دعوت کرو۔
 بظاہر ان روایات میں کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جس کے باعث سعید بن مسیب
 پر جرح کی جائے۔ اور نہ یہ محدثین اس کا کوئی عیب بیان کرتے ہیں۔ اس طرح
 یہ جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لہذا صحیح بات وہی ہے
 جو ابن عدی نے کہی ہے کہ اس کی روایت کے ترک کا کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ بھی ایک امکان ہے کہ چونکہ سعید اموی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور
 ایک خلیفہ کا پوتا ہے اور اس کے دور میں بنو امیہ پر باد ہوئے۔ اور بنو عباس
 نے انھیں بدنام کرنے کے لئے ہزار ہا قسم کے ہتھکنڈے اختیار کئے۔ اور چونکہ
 بنو عباس بنو امیہ کے دشمن تھے اس لئے امو یوں کی روایات سے گریز کیا
 گیا۔ جس کا شکار یہ سعید بھی بنا ہو۔

یہ بھی دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ ایک جا
 و فن ہیں۔ لہذا جب قیامت کے روز انھیں گے تو یک جا ہی انھیں گئے۔ اس میں
 تو کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اب اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو صرف
 اس بات پر ہو سکتا ہے کہ آیا قیامت کے روز حضور ان کے ہاتھ تھلے ہونگے
 یا نہیں، تا وقتیکہ اس کے خلاف کوئی روایت موجود نہ ہو تو یہ امر بھی خلاف
 عقل نہیں۔ لہذا اس روایت کو ضعیف قرار دینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

ترمذی نے عطیہ کے ذریعہ ابوسعید سے نقل کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کے دو آسمانی اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں۔ میرے
 آسمانی وزیر جبریلؑ و میکائیلؑ ہیں۔ اور زمینی وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ترمذی
 کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ اور اس کا ایک راوی ابوالحجاف ہے
 جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ اور سفیان ثوری اس کے بارے میں کہتے ہیں

کہ وہ مستندیدہ انسان تھا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۳۱)
 ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اس روایت
 کی سند میں اگر کوئی قابل اعتراض راوی تھا تو وہ صرف داؤد بن ابی عوف
 تھا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت کے متواتر تین راوی ایسے ہیں
 جو قطعاً ناقابل اعتبار ہیں۔

سب سے اول عطیہ بن سعید العوفی الرافضی ہے جو اسے ابو سعید سے نقل
 کر رہا ہے۔ اس کا تفصیلی حال اوپر گورچک ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جب یہ عن ابی
 سعید کہہ کر روایت کرتا ہے تو ابو سعید سے مراد ابو سعید خدری نہیں ہوتے بلکہ
 کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی کنیت بھی ابو سعید ہے۔ (جیسا کہ ہم گذشتہ
 صفحات میں لکھ چکے ہیں) اور عطیہ اس کا شاگرد خاص ہے۔ اور یہ کنیت
 صرف اس لئے استعمال کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ لگے۔ اور وہ یہ تصور
 کریں کہ یہ روایت حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔ جیسا کہ اس جگہ امام
 ترمذی کو بھی دھوکہ واقع ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے الفاظ ہیں عن عطیہ عن
 ابی سعید الخدری۔

گویا امام احمد کے نزدیک ہر وہ روایت جسے عطیہ ابو سعید سے نقل کرے
 وہ کلبی کذاب کی وضع کردہ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں نیچے کا راوی کتنا ہی معتبر
 کیوں نہ ہو یہ روایت باطل و موهوم ہے۔

رہا داؤد بن ابی عوف جس کی کنیت ابو الحجاج ہے اور ترمذی نے اسے
 مستندیدہ انسان قرار دیا ہے۔ تو اس کی ذات مختلف فیہ ہے۔ بے شک اکثر
 ائمہ حدیث نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ مثلاً یحییٰ بن سعید القطان، احمد بن حنبل
 نسائی اور ابو حاتم۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ میرے نزدیک قطعاً حجت نہیں۔
 یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ اس کے
 بعد ابن عدی نے اس کی کئی منکرات نقل کیں۔ مثلاً ”اے علی رضی اللہ عنہ تجھے چھوڑا“

اس نے مجھے چھوڑا، اور جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا، یا مثلاً اسے علی
تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۷)

ابو الحجاج سے اس روایت کو تلبہ بن سلیمان نے نقل کیا ہے۔ وہی نے
ابو الحجاج کے حالات میں ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھ ہے کہ یہ ساری
آفت تلبہ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس پر کذب کا اتہام ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۷)
امام احمد فرماتے ہیں یہ تلبہ شیعہ ہے۔ لیکن میں اس میں کوئی یرائی نظر نہیں آتی۔
یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنی
چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے
غلاموں میں سے کسی غلام کا لڑکا ادھر سے گزر رہا تھا۔ اس نے اس کے تیر مارا جس سے
تلبہ نیچے گر پڑا اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

ابو داؤد کہتے ہیں رافضی ہے، ابو یکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ خبیث ہے۔
(میزان جلد ۱ ص ۱۷۳)۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء ص ۲۶

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ رافضی ہے۔ ضعیف ہے۔ صالح جزرہ کا قول ہے
کہ لوگوں نے اس کا نام بلید (بے وقوف) رکھ دیا تھا۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ۱۹۷
میں اس کی موت واقع ہوئی۔ (تقریب ص ۱۹۷)

اس لحاظ سے اس روایت کے تمام راوی رافضی ہیں جو ابو یکرؓ و عمرؓ کو گالیاں
دیتے تھے آخر ان لوگوں کو حضرات ابی یکرؓ و عمرؓ پر اتنا پیار کیوں آیا جو ان کی
فضیلت میں بھی رطب اللسان ہو گئے۔ یہ خبیث یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہر نبی کے
دو زمینی وزیر گزرے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ایک نبی بھی ایسا
ثابت نہیں کیا جاسکتا جس کے دو وزیر گزرے ہوں۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ
حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت سلیمانؑ
حضرت داؤدؑ۔ ان میں سے کسی نبی کا ایک ہی وزیر ثابت کر دیا جائے۔ صرف ایک
موسیٰ علیہ السلام نہیں جنہوں نے اپنے وزیر کے لئے بارگاہ الہی میں درخواست کی۔ اور

حضرت ہارونؑ کو ان کا وزیر بنایا گیا۔ اور ہارونؑ خود نبی تھے۔ اور جب کسی نبی کے دو وزیر نہیں گزرتے تو عکس نقیض کے طور پر یہ خبیثیت یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کو حضورؐ کے بعد جو درجہ دیا جلد ہا ہے ہمیں وہ قابل قبول نہیں۔

حضرت سہیل بن سعد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت پر ابوبکرؓ کی محبت اور ان کا شکر واجب ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ روایت عمر بن الخطابؓ اور عمرؓ کی روایت نہیں کرتا۔ اور عمر بن ابیراہیمؓ کی روایت حدیث میں ردی انسان ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ عمر بن ابیراہیمؓ کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔
اعل الملتناہی فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۸

ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۸۱ پر عمر بن ابیراہیمؓ کی یہ روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت انتہائی منکر ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ عمر بن ابیراہیمؓ کذاب ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں۔ حافظ ذہبی ص ۱۹۸ پر لکھتے ہیں کہ یہ شخص منکر تک زندہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کو تمام ایمان لانے والوں کا ثواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کا ثواب عطا فرمایا ہے جو مجھ پر ایمان لائیں۔ اور یہ افراد آدم کی پیدائش سے اس وقت تک ہیں جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اٹھائے گا۔ اور اے ابوبکرؓ اللہ نے مجھے ان تمام لوگوں کا ثواب عطا فرمایا جو میری بعثت سے قیامت تک ایمان لائیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس میں حارث اعمود کذاب اور وضاح حجت نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹
 جہاں تک حارث کا تعلق ہے ہم پچھلی جلدوں میں اس کا تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں۔ ابو اسحاق اور ان کے بیٹے اسرائیل بھی اگرچہ جرح سے خالی نہیں لیکن حارث اعمود جیسے کذاب کی موجودگی میں کسی اور پر کلام کی ضرورت نہیں۔ لہذا یہ روایت انتہائی واہی اور ردی ہے۔ اور حارث اعمود نے سنیوں کو بیوقوف بنانے کے لئے یہ کہانی وضع کر دی۔ حالانکہ وہ فرقہ جعفریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس امر کا قائل ہے کہ علی بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور بادلوں کی گرج علی کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور اس امر کا قائل ہے کہ علی خیر البشر ہیں۔ جو ان کی فضیلت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ پہلے اس فرقہ کو فرقہ رجمیہ کہا جاتا تھا پھر اسی فرقہ کو بعد میں نصیریہ کہا جانے لگا۔ شام کی حکومت اسی کافر فرقہ کے قبضہ میں تھی۔ اور ہمارے پاکستان میں قلندری فرقہ اسی بات کا قائل ہے۔ اور دنیا کی تمام حکومتیں علی چلار ہے ہیں۔ یہ لوگ خط بسم اللہ کے بجائے علی کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں بسم اللہ لکھنے کے بجائے یا علی مدد کا نعرہ مارتے ہیں۔ عیاذ اللہ۔

نبی کریم حضرت ابوبکر صدیق کے احسانات

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا تیرا مال کتنا عمدہ ہے۔ اسی مال سے میرا مؤذن بلال آزاد ہوا ہے۔ میری وہ اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی۔ اور تو نے اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا۔ اور اپنی جان اور مال مجھ پر قربان کیا۔ گویا میں جنت کے دروازے کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ تو میری امت کی شفاعت کر رہا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا ردی ابان ہے جو

متروک الحدیث ہے۔ شعبہ کا بیان ہے کہ میں ابان بنی حدیث بیان کرنے سے زنا کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ فضل المختار یا ظل روایات بیان کرتا ہے۔ اعلیٰ المتناہیہ فی الحدیث الوابیہ ج ۱ ص ۱۹

جہاں تک ابان کا تعلق ہے تو ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہے۔ دراصل یہ راوی ابان بن ابی عیاش ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ دینار زاہد ہے۔ اس کی کثرت لمعاذ اللہ ہے۔ بصرفہ کارہنے والا ہے۔ ضعیف راویوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے درجے کا تابعی ہے۔ حضرت انس وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

شعیب بن حرب نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ گدھے کا پیشاب پینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں یہ کہوں کہ مجھے ابان بن ابی عیاش نے یہ بیان کیا۔ ابن ادریس وغیرہ کا بیان ہے کہ انھوں نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ آدمی کا زنا کرنا اس سے بہتر ہے کہ اس ابان سے کوئی روایت کرے۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں نے شعبہ سے بیان کیا کہ مجھ سے مہدی بن میمون نے بیان کیا اس نے سلم علوی سے نقل کیا کہ میں نے ابان بن ابی عیاش کو تاریکے ات میں حضرت انس کی روایات لکھتے دیکھا۔ اس پر شعبہ نے کہا کہ یہ سلم تو دوران پہلے چاند دیکھ لیتا تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ عباد بن عباد کہتے ہیں میں اور حماد بن زید شعبہ سے پاس گئے اور انھیں اس بات سے روکا کہ تم ابان بن ابی عیاش کے خلاف کچھ کہو۔ تو وہ چند دن خاموش رہے۔ اس کے بعد جب ہماری شعبہ سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے میں اس خاموشی کو جائز نہیں سمجھتا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ اور وکیع جب اس کی روایت بیان کرتے تو کہتے ایک شخص نے بیان کیا۔ اور اس شخص کا اس کے ضعف کے باعث نام نہ لیتے (اور ان کی مراد ابان بن ابی عیاش ہوتی۔)

یحییٰ بن معین نے بیان کیا کہ یہ شخص متروک ہے اور کبھی کہتے ضعیف ہے۔
ابو عوانہ کا بیان ہے جب بھی میں بصرہ میں کوئی حدیث سنتا تو میں ابان کے
پاس آتا۔ وہ مجھ سے وہ روایت حسن بصری کے ذریعہ بیان کر دیتا۔ حتیٰ کہ میں نے ان
روایات کا ایک مصحف تیار کر لیا۔ جن میں سے میں اب کسی روایت کا بیان کرنا بھی
حلال نہیں سمجھتا۔

ابو اسحاق السعدی الجوزجانی کا بیان ہے کہ یہ راوی ساقط الا اعتبار ہے۔ نسائی کا
بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ پھر ابن عساکر نے ابان کی بہت سی منکر روایات بیان کیں۔
یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ ایک روز شعبہ نے کہا میرا گھوڑا میرا گدھا مساکین
کے نام پر صدقہ ہے۔ اگر ابان بن ابی عیاض حدیث میں جھوٹ نہ بولتا ہو۔
عبدان نے اپنے باپ کے ذریعہ شعبہ سے روایت کیا ہے کہ اگر لوگوں کی شرم
نہ ہوتی تو میں اس ابان کی تاز جنازہ بھی نہ پرٹھتا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں نے اس ابان کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس نے
حضرت انس سے ایک حدیث روایت کی تھی۔ میں نے ابان سے دریافت کیا
کیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ابان نے جواب دیا
کیا حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے؟
معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ میں نے شعبہ سے دریافت کیا کہ تم جو ابان پر اعتراض
کرتے رہتے ہو کیا تم پر اس کی کوئی غلطی ظاہر ہوئی۔ فرمایا نہیں ظن ہے۔ لیکن یہ
ظن یقین کو پہنچا ہوا ہے۔

عبد اللہ بن احمد بن شیوہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا کہتے تھے کہ
ایک روز حماد بن زید نے کہا ہم نے شعبہ سے ابن ابی عیاض کے بارے میں سوال کیا۔
اور یہ سوال اس کی عمر اور اس کے اہل بیت کے باعث کیا۔ انھوں نے ہم سے وعدہ
کیا کہ اس کا خیال رکھیں گے۔ پھر ہم ایک جنازے میں جمع ہوئے۔ انھوں نے دھڑ دھڑا کر
ابو اسماعیل میں اپنی بات کہی۔ اس زبان روکنا حلال نہیں کیونکہ یہ معاملہ دین کا۔

کسی نے سفیان ثوری سے دریافت کیا۔ تم ابان کی روایات بہت کم لیتے ہو۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ انھوں نے فرمایا وہ حدیث کو بہت بھولتا تھا۔

احمد بن حنبل نے عفان سے روایت کیا ہے کہ ابان بن ابی عیاش کو سب سے پہلے ہلاک کرنے والا ابو عوانہ ہے۔ دراصل ابو عوانہ نے حسن کی روایات جمع کی تھیں وہ انھیں لیکر ابان کے پاس گیا اور اسے حسن کی روایات سنائیں۔

محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ اور عبد الرحمن کو کبھی ابان بن ابی عیاش کی روایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔

علی بن محمد المسهر کا بیان ہے کہ میں نے ابو حمزہ الزیاتی نے ابان بن ابی عیاش کی پانچ سو کے قریب روایات لکھیں۔ پھر میری حمزہ سے ملاقات ہوئی۔ اور میں نے اس سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے آپ کے رو بہ ابان کی روایات پیش کیں تو آپ نے ان روایات میں سے پانچ یا چھ احادیث سہجائیں (یعنی ایک فی صدر درست اور باقی غلط تھیں)

عقیلی نے حافظ احمد بن علی الابار سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ ابان بن ابی عیاش سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ابان بہت عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ ساری رات قیام کرتا اور دن میں روزے رکھتا۔ اس نے حضرت حسن سے چند روایات سنیں تھیں۔ پھر حسن بصری کے ساتھ بیٹھنے لگا۔ حسن کی باتیں سن کر یاد رکھتا۔ اور جب حدیث بیان کرتا تو حسن بصری کو حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتا۔ اور یہی نہ جانتا تھا کہ یہ کس کا قول ہے۔ اور شاید اس نے حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈیڑھ ہزار روایات کیں لیکن ان میں سے اکثر روایات بے اصل ہیں۔

سیمان بن حرب کا بیان ہے کہ انھوں نے حماد بن زید سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ میرے پاس ابان بن ابی عیاش آیا اور کہنے لگا میں یہ جانتا ہوں کہ

شعبہ میرے خلاف کچھ نہ بولیں۔ حماد کا بیان ہے کہ میں نے اس موضوع پر شعبہ سے بات کی۔ وہ چند روز خاموش رہے۔ اور اس کے بعد رات کو میرے پاس آئے اور بولے کہ اس ابان سے زبان روکنا حلال نہیں۔ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ (یہ صوفیاء کا ہمیشہ دستور رہا ہے)

ابن حبان نے ابان کی وہ روایات گنائیں جو اس نے حسن بصری سے سنی تھیں پھر انہیں حضرت انس کے ذریعہ حضور سے منسوب کر دیا۔ اس سلسلہ میں ایک ستور روایت ہے جو زیر بحث ہے۔ اور ایک روایت جبریل کا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دنا۔ اور پھر حسین کی موت کی خبر سنانا اور ایک حضرت انس سے منسوب حضور کا یہ ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم بتدے کا یہ قول ہے۔

”اللہم انی اسألت بان لك الحمد لا اله الا انت بديع السموات والارض والجلال والاكرام“

انے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سب تعریف تیرے ہی لئے ہے آپ کے علاوہ کوئی الہ نہیں۔ آپ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے ہیں اور جلال و اکرام والے ہیں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یہ سب حسن بصری کے اقوالی تھے جو صوفی ابان نے حضرت انس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کئے (اللہ تعالیٰ ہمیں ان صوفیاء کے شر سے محفوظ رکھے)۔ میزان الاعتدال۔ ج ۱ ص ۱۷۷

فضل بن الحنفیہ۔ ابان بن ابی عیاش سے یہ کہانی نقل کرنے والا فضل بن الحنفیہ ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اس کی کینیت ابوہل البقری ہے۔ ابو ذؤنب وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی۔ باطل روایات بیان کرتا ہے۔ اذہبی بیان ہے کہ شیخ انہما سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عطا کا قول ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا پھر ذہبی نے اس کی متعدد اور منکر روایات نقل کیں۔ (میزان ج ۳ ص ۳۵)

اس روایت کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے سابقہ روایات بھی بہت ہیں انھیں حضورؐ کی روایات ماننا بھی جائز نہیں۔

حضرت ابوبکر کا بلا حساب جنت میں داخلہ

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جبریلؑ مجھے آسمان کی جانب لیکر چلے تو میں نے جبریلؑ سے عرض کیا: کیا میری امت پر حساب ہے۔ انھوں نے فرمایا تیری تمام امت پر حساب ہے، بجز ابوبکر صدیقؓ کے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ابوبکرؓ سے کہا جائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا تو ابوبکرؓ عرض کریں گے۔ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک ان لوگوں کو جنت میں داخل نہ کیا جائے جو مجھ سے دنیا میں محبت کرتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا۔ جب تک وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہو جائیں جو مجھ سے دنیا میں محبت کرتے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس روایت کا ایک راوی داؤد بن صفیر ہے جو مجروح ہے خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ داؤد بن صفیر ضعیف ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے (العلل المتناہیہ) ۱۹۱ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا نام داؤد بن صفیر بن شیب ہے۔ ابو عبد الرحمن اس کی کثیت ہے اور داؤد شامی کا کوئی وجود نہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اسی داؤد نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نے اعش، ابو عبد الرحمن النوار الشامی اور سلیمان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اس سے اسحاق بن سنین اور فضل بن مجملہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اور یہ شخص ضعیف تھا سلسلہ تک باقی رہا۔ (میران ج ۲ ص ۹)

ابن جوزی کا بیان ہے۔ ”رہا کثیر النوار تو نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے“
 عدی کہتے ہیں۔ غالی قسم کا شیوعہ ^{۱۹} العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹
 اس کثیر النوار کا تحصیل اصل سابقہ جلدوں میں ہیں یہ جا چکا ہے اس عادیہ کی ضرورت نہیں۔
 ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس راوی نے کس قسم کی روایت بیان کی ہے۔ اور
 میرا خیال ہے کہ یہ تمام ^{۱۹} العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹
 روایت کو وضع کیا ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹)
 میرا گمان ہے کہ یہ روایت کثیر النوار کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ وہ کٹر افضی
 ہے۔ اور افضیوں کے نزدیک جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی غلطی پکڑنے پر الشریؓ کی پسندیدگی

حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ آسمان میں یہ بات ناپسند فرماتا ہے کہ کوئی شخص زمین
 میں ابو بکرؓ کی غلطی پکڑے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اور ابو الحارث بن حماد الجلی
 بکر بن خنیس سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ کئی کا قول ہے کہ نصر کذاب ہے
 مسلم بن الحجاج کا بیان ہے کہ اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ ابو ذرؓ کہتے
 ہیں کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی بکر بن خنیس متروک ہے۔
 ابن جوزی کہتے ہیں کہ محمد بن سعید سے مراد محمد بن سعید المصلوب ہے
 جو کذاب تھا اور اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے روایت وضع کیا کرتا تھا۔

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹

ذہبی میزان الاعتدال جلد چہارم میں رقم طراز ہیں۔

نصر بن حماد الوراق۔ اس کی کنیت ابو الحارث
 اس نے بغداد میں شعبہ وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ نسائی کا
 بیان ہے یہ شخص ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ ابن
 عدی نے اس کی متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔

مسلم کہتے ہیں یہ شخص حدیث میں ردی ہے۔ صالح جزره کا قول ہے کہ اس
 کی روایت نہ لکھی جائے۔ عبد اللہ بن داؤد نے یہ بھی بمعین سے نقل کیا ہے کہ یہ
 نصر بن محمد کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۲۵۷)

بکر بن خنیس، یہ کوفہ کا ایک عبادت گزار شخص تھے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجہ
 نے روایات نقل کی ہیں۔ اور یہ بغداد میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ یہ ثابت الیسانی اور
 یوسف بن ابی سلیم اور ان کے ہم عمر لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے وکیع
 طاہوت بن عباد اور آدم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ شخص کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ شخص ضعیف
 ہے اور ایک بار فرمایا یہ شخص نیک آدمی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ نسائی وغیرہ
 کا بیان ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابو حاتم کہتے
 ہیں یہ شخص نیک آدمی ہے۔ قوی نہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص اہل بصرہ اور اہل کوفہ سے موضوع روایات
 نقل کرتا ہے۔ اور دل اس بات کی جانب متوجہ ہوتا ہے کہ یہ روایات خود اس
 وضع کی ہیں (یہ وضع حدیث تصوف کی ایک خصوصیت ہے)

اس بکر بن خنیس نے حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جس شخص
 نے اپنے بھائی کے مارنے کا اہتمام کیا اور اسے اتنا کھانا کھا یا کہ اس کی
 بھوک ختم ہو گئی اور اس کو اتنا پانی پلایا کہ وہ سیراب ہو گیا تو اس کے
 لئے جنت واجب ہو گئی۔

قیام اہل کی ترغیب

ترمذی نے یحییٰ بن معین کے ذریعہ حضرت بلال سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر رات کا قیام لازم کر لو۔ کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی۔ یہ عبادت گناہوں سے روکتی ہے، برائیوں کو دور کرتی ہے اور جسم سے بیماریوں کو رفع کرتی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ اور یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ میں نے محمد (یعنی بخاری) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ محمد قرشی سے مراد محمد بن سعید الشامی ہے جس کی حدیث متروک کر دی گئی ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۳۷۷)

محمد بن سعید (مصلوب) یہ شخص شامی ہے۔ اس کا تعلق اہل شام سے ہے۔ یہ ہلاک کرنے والا شخص ہے اس پر زندیق ہونے کا الزام ہے اسی بات پر اسے پھانسی دی گئی۔ واللہ اعلم۔ یہ شخص کھول کے شاگردوں میں داخل تھا۔

اس نے زہری۔ عبادۃ بن نسی اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن عجلان، ثورسی، مروان، خزازی، ابو معاذ یہ اور محارب بن وثیر سے روایات نقل کی ہیں۔

لوگوں نے اس شخص پر پردہ ڈالنے کے لئے اس شخص کے نام کو بہت تبدیل کیا ہے۔ کسی نے اسے محمد بن حسان کہا۔ اور اسے اس کے دادا کی جانب منسوب کر دیا۔ کسی نے اس کا نام محمد بن ابی قیس رکھا۔ کسی نے محمد بن ابی حسان۔ کسی نے محمد بن ابی سہل۔ کسی نے محمد بن الطبری۔ کسی نے محمد بن ابی ہاشم۔ کسی نے محمد بن ابی ہاشم۔ اور کسی نے محمد الشامی۔

سعید بن ابی الیوب نے ابن عجلان سے اس کا نام محمد سعید بن حسان بن قیس نقل کیا۔ کسی نے محمد بن زینب۔ کسی نے محمد بن ابی زکریا۔ کسی نے محمد بن الحسن۔ کسی نے ابو عبد الرحمن الشامی حتیٰ کہ بعض نے عبد الرحمن اور بعض نے عبد الکریم وغیر

نام تجویز کیا یہاں تک کہ اس شخص کے اتنے نام تجویز کئے گئے جو پوری مخلوق کو وسیع ہو گئے۔

نسائی کا بیان ہے کہ محمد بن سعید کو ابن سعد بن حسان بن قیس اور اسے ابن ابی قیس ابو عبد الرحمن بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شخص ثقہ نہیں ہے، مامون نہیں ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص مصلوب ہے اسے ابن ابی ہریرہ بھی کہا جاتا ہے۔ عقیلی کو یہ وہم ہوا کہ یہ شخص عبد الرحمن بن ابی خلیلہ ہے، لیکن یہ بخاری کا وہم ہے۔ ابوالاحمد الحاکم کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کرتا تھا۔ ابو زرہ دمشقی نے سند کے ذریعہ اس محمد بن سعید سے نقل کیا ہے کہ جب بات اچھی ہو تو اس کے لئے سند وضع کر کے اسے حضور سے منسوب کر دیا جائے۔

یحییٰ بن یونس نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص کذاب ہے۔ ابو زرہ دمشقی نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص کذاب ہے۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اس محمد بن سعید کو زندقہ کے الزام میں ابو جعفر نے پھانسی پر چڑھایا تھا۔ حسن بن رشیق نے نسائی سے نقل کیا کہ وضع میں جو لوگ مشہور کذاب ہیں وہ ابن ابی کحی مدینہ میں، داقد عیداد میں، مقاتل بن ابی سلیمان خراسان میں اور محمد بن سعید شام میں۔

دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ شخص محمد بن سعید الشامی منکر الحدیث ہے۔ یہ شخص صرف منکر الحدیث نہیں بلکہ اسے زندقہ کے باعث پھانسی دی گئی۔

ابوداؤد نے احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ یہ شخص عمداً احادیث وضع کرتا تھا۔

مروان بن معاویہ نے اس محمد مذکور کے ذریعہ ابو سعید خدری سے روایت

فعل کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا رک جاتا کہ تجھے دکھاؤں کہ بکری کی کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان داخل کر دیا۔

حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ بعل تک پہنچ گیا۔ پھر فرمایا ایسے کھال اتار دے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خون اور گوبر میں بھر گیا۔ پھر حضورؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ نے اپنا ہاتھ دھویا اور نہ کپڑوں پر جو خون اور لید لگ گئی تھی وہ دھوئی۔

داہن الجوزی کہتے ہیں جو شخص کسی کذاب راوی کی تدلیس کرتا ہے اس شخص پر گناہ لازم ہے۔ کیونکہ اس شخص نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ اس قسم کی لغو کہانیوں کے ذریعہ شریعت باطل ہو جائے۔ اس شخص سے بکر بن خنیس نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے ہم سے ابو عبد الرحمن الشامی نے حدیث بیان کی۔ حالانکہ یہ ابو عبد الرحمن الشامی وہی محمد بن سعید المصلوب ہے۔

اس محمد بن سعید سے یحییٰ بن سعید الاموی نے بھی حدیث روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے مجھ سے محمد بن سعید بن حسان نے بیان کیا۔ اس محمد بن سعید سے سعید بن ابی بلال نے بھی حدیث روایت کی۔ وہ کہتا ہے مجھ سے محمد بن سعید الاموی نے حدیث روایت کی۔

عبد اللہ بن احمد بن سواد کا بیان ہے کہ اس محمد بن سعید نے سوتاموں سے زیادہ اپنے ناموں کو تبدیل کیا جو میں نے ایک کتاب میں جمع کر دئے ہیں حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ بخاری نے بھی اس سے کئی جگہ روایات لے لی ہیں۔ وہ بھی اسے متعدد دلاوی سمجھ بیٹھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶۳)

حضرت ابو بکرؓ کی عزت پر سورج طلوع ہونا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز

ابوالدرداء کو دیکھا جو ابو بکرؓ کے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے ابوالدرداء سے ارشاد فرمایا کہ تو ایسے شخص کے آگے چل رہا ہے جس کی عزت پر سورج طلوع ہوتا ہے۔
 بن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی اسماعیل بن یحییٰ الیمیمی ہے جو ضعیف ہے اور اسے عطاء سے روایت کرتا ہے۔ اور عطاء ابوالدرداء سے اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

ذہبی میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۲۵۳ پر لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن یحییٰ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق۔ اس کی کنیت ابو یحییٰ الیمیمی ہے۔ یہ شخص ابوسنان، شیبانی ابن جریرؒ اور معمر سے باطل کہانیاں روایت کرتا ہے۔
 صالح بن محمد بن جریر کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کرتا تھا۔ ادنیٰ کا بیان ہے کہ یہ شخص جھوٹوں کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس سے روایت نقل کرنا بھی حلال نہیں۔

ابن عدی نے اسی اسماعیل بن یحییٰ کے ذریعہ حضرت عبد اللہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار کپڑا بننے والے ہوں گے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔
 اس اسماعیل بن یحییٰ نے ابن ابی ملیکہ کے ذریعہ ابن مسعود سے اور عطیہ کے ذریعہ ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی والدہ نے عیسیٰ کو ایک خط لکھتے ہوئے کے پاس بٹھایا۔ اس نے عیسیٰ سے کہا لکھو بسم اللہ۔ عیسیٰ نے پوچھا بسم اللہ کا کیا مطلب۔ اس استاد نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ عیسیٰ نے کہا یا تو اللہ کی ہے سین سنار اللہ کا ہے۔ میم سے مراد اس کی ملکیت ہے۔

ذہبی کا بیان ہے ابوجار نے اس کو اس طرح بیان کیا۔

ابوجار سے مراد وہ یہودی ہے جس نے ابجد، ہوز، کلین، سحفص، قرشت، شخص، مضطلع کلمات وضع کئے۔ جو آج تک بچوں کے بغدادی قاعدے میں پڑھائے

جاتے ہیں۔ انہی کلمات سے تاریخ نکالی جاتی ہے۔ گویا یہ تاریخ نکالنے کا فن یہودیوں کی ایجاد ہے (جسے ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے اپنا ورثہ بنا لیا ہے) ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی ستائیس روایات بیان کیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص کی عام روایات باطل ہوتی ہیں۔ حافظ ابو علی النیسابوری لکھتے ہیں دارقطنی اور حاکم کا بیان ہے کہ یہ شخص گذاب ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے متروک ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اس شخص کی بلاؤں میں سے ایک بلا وہ ہے جو اس نے حارث اعود کے ذریعہ حضرت علیؑ سے نقل کی کہ جس شخص نے سورہ یسین سنی تو وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے اللہ کی راہ میں دینا خرچ کئے اور جس شخص نے سورہ یسین کی تلاوت کی تو وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے بیس حج کئے۔ اور جس شخص نے سورہ یسین لکھی اور اس کو پی لیا تو اس کے پیٹ میں ایک ہزار یقین۔ ایک ہزار نور۔ ایک ہزار رکتیں۔ ایک ہزار رحمتیں اور ایک ہزار رزق عطا کئے جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص سے ہر قسم کا کینہہ اور بدرائی دور کر دی جاتی ہے۔ اس روایت کو عباس بن اسماعیل الرقی نے روایت کیا ہے اور وہ اس روایت کو عیسیٰ بن یحییٰ سے نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی موجودگی میں دوسری آیت جائز نہیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابو بکر ہوں اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی شخص ان کی امامت کر سکے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ یحییٰ بن یعین کا بیان ہے کہ احمد بن ابی ثمر موقوف ہے۔ اور عیسیٰ بن مامون منکر الحدیث ہے جس کی روایت کو

حجت سمجھنا جائز نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ۔ ج ۱ ص ۱۹۴)
 ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں احمد بن بشیر اور عیسیٰ بن مامون کے
 ذریعہ نقل کیا ہے۔ اور فرمایا یہ روایت غریب ہے۔ (جامع ترمذی ۲۷۲ ص ۲۳)
 احمد بن بشیر الکوفی۔ اس سے بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل
 کی ہیں۔ یہ شخص ہشام بن عروہ اور اعش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس
 سے عروہ عرفہ۔ سلم بن جناد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔
 محمد بن عبد اللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ یہ شخص سچا تھا۔ لوگوں کے ساتھ
 جو حالات گزرے ہیں انھیں ابھی طرح پہچانتا تھا۔ اچھے فہم کا مالک تھا اور
 ان معاملات میں فرقہ شعیبیہ کا مالک تھا۔ اس معاملہ میں لوگوں سے جھگڑتا رہتا
 اور اس نے یہ بات لوگوں کے سامنے رکھی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ شعیبیہ وہ فرقہ تھا جو اہل عجم (یعنی ایرانیوں) کو
 عربوں پر فضیلت دیتا (گویا یہ کٹرایہ لٹی تھا) الزورعہ کا بیان ہے کہ یہ شخص سچا
 ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ لیکن اس کی روایت کا اعتبار کیا جائیگا۔
 نسائی کا قول ہے کہ یہ شخص قوی نہیں۔

(میرے نزدیک جو شخص اس کا قائل ہو کہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی وغیرہم اہل
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایرانی بہتر ہیں مجھے تو اس کے ایمان میں شبہ ہے
 کجا کہ اس شخص کو سچا مانتا)

اس احمد بن بشیر نے حضرت جابر کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ایک
 شخص اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا، ایک روز بارش ہوئی جس سے ہر طرف
 سبزہ اگ آیا۔ اچانک اس نے اپنے گدھے کو دیکھا جو چہرہ ہاتھ تو عرض کیا
 اے (خدا) اگر تیرا بھی گدھا ہوتا تو میں اسے بھی اپنے گدھے کے ساتھ چراتا
 (الغلق سے احمد بن بشیر نامی کوئی گدھا تھا)

عثمان دارقطنی کا بیان ہے کہ احمد بن بشیر متروک ہے۔

ذہبی میزان الاعتدال میں مزید لکھتے ہیں کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا انتقال ۱۹۷ھ میں ہوا۔
 عیسیٰ بن میمون القرشی المدنی۔ یہ شخص اپنے مالک قاسم بن محمد سے روایت نقل کرتا ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی کا بیان ہے میں نے اس کے پاس جانے کی تیاری کی تھی اور میں نے دل میں سوچا تھا کہ اس سے سوال کروں گا کہ قاسم کے ذریعہ تم نے جو حضرت عائشہ سے روایات نقل کی ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے لیکن میں جاتہیں سکا۔ پھر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اب اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔

بخاری کہتے ہیں یہ شخص منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ اور ایک دفعہ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔
 بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے کچھ نہیں۔

فلاس کہتے ہیں متروک ہے۔
 ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی شخص بیان نہیں کرتا۔
 نسائی کا قول ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق روایات

قیامت کے دن حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے اعمال نامہ کا دیا جانا

خطیب بغدادی نے حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس امت میں سب سے اول جس شخص کے واسطے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا وہ عمر بن الخطاب ہوں گے۔ ان کے آگے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں ہوں گی۔ آپ سے عرض کیا گیا، تو پھر ابو بکرؓ کہاں ہوں گے، آپ نے فرمایا فرشتے انھیں جنت میں پہنچانے کی تیاری کرتے ہوں گے۔ خطیب لکھتے ہیں یہ روایت عمر بن ابراہیم بن خالد الکردی کی وضع کردہ ہے۔

(الاقالی ج ۱ ص ۳۷)

ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع و منکر قرار دیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ زیادہ تر ابو بکرؓ و عمرؓ کے فضائل میں ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب (میزان) اس عمر بن ابراہیم یہ روایت مرحوم بن الطیبان کے ذریعہ عاصم اللہ احوال سے نقل کی ہے لیکن میں نے ”لسان المیزان“ ”میزان الاعتدال“ ”تاریخ“ ”کبیر بخاری“ ”البحر والتعذیل“ ”الابن ابی حاتم“ ”تقریب التہذیب“ کتاب الضعفاء للبخاری“ اور کتاب الضعفاء للنسائی میں اس کا حال تلاش کیا جو مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لحاظ سے میرے خیال میں قطعاً مجہول ہے۔ جہاں تک عاصم بن سلیمان الاحول کا تعلق ہے تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ کمزور تھا۔ اور حضرت زید بن ثابت سے انھوں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس طرح یہ روایت منقطع بھی ہے۔

عمر بن ابراہیم الکردی سے اس روایت کا ناقل اسحاق بن ابراہیم بن یحییٰ

حاکم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ضعیف ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن المنادی کہتے ہیں کہ سنہ ۲۸۳ میں اس کی وفات ہوئی۔ (میزان ج ۱ ص ۱۸۱)

میرے بعد نبوت ہوتی تو عمرؓ نبی ہوتے

ابن عدی نے حضرت بلالؓ بن رباح الحبشی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں تم میں نبی نہ بنا کر بھیجا جاتا تو عمرؓ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی زکریا بن یحییٰ الوقار کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (اللائی ج ۱ ص ۳۱)

ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عتبہؓ بن عامر سے بھی مروی ہے۔ اس کے بھی یہی الفاظ ہیں ”کہ اگر میں نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو عمرؓ نبی بنا کر بھیجے جاتے“ ابن عدی کہتے ہیں اس کا ایک راوی عبد اللہ بن واقد متروک ہے۔ اور دوسرا راوی مشرح بن ہاعان قابل حجت نہیں۔ (اللائی ج ۱ ص ۳۱)

سیوطی اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زکریا بن یحییٰ الوقار کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور عبد اللہ بن واقد کو یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور مشرح بن ہاعان سچا ہے۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے (لہذا یہ دونوں روایات صحیح ہیں)

ابن حبان بعض ایسے راویوں کو بھی ثقہ قرار دیتے ہیں جنہیں انھوں نے کتاب الضعفاء میں ضعیف قرار دیا ہو۔ اسی لئے روایت پرست لوگ جھوٹی روایات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان کا سہارا لیتے ہیں مذکور یا یحییٰ الوقار کو صرف ابن عدی نے کذاب قرار نہیں دیا۔ بلکہ صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ ہم سے زکریا بن قلاں روایت بیان کی۔ اور وہ بڑے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ اسی سال زمرہ رہا۔ اس نے ایک حلقہ بنا رکھا تھا۔ مصر کے نہایت

نیک اور عبادت گزاروں میں اس کا شمار تھا۔ یعنی یہ پکے صوفی تھے۔ حدیث میں ضعیف ہے۔ جب خلقِ قرآن کا مسئلہ اٹھا تو گرفتاری کے خوف سے طرابلس الغرب بھاگ گیا۔ عقلی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۷۸)

حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس زکریا کو ثقہ قرار دیا ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ غلطیاں کرتا اور ثقہ راویوں کے خلاف روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے متعدد روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ ابن یونس کہتے ہیں یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ عقلی کہتے ہیں کہ اس نے بشر بن بکر سے باطل روایت نقل کی ہے۔ (یعنی جو اوپر گزری ہے) ابوالعرب الیتمی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بہت کمزور ہوتی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کی بعض روایت درست ہوتی ہیں۔ لیکن بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ اور ان کے گھڑنے میں الزام ہے۔ کیونکہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اور نیک لوگوں میں بیشتر فضائل اعمال میں جھوٹی احادیث روایت کرتے رہے ہیں۔ اور ان روایات کے گھڑنے کا انہی پر الزام ہے۔ (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۸)

حضرت بلال بن رباح کی روایت میں صرف یہی زکریا قابلِ اعتراض نہیں۔ بلکہ بشر بن بکر اور ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم بھی ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتے ہیں۔ (میزان ج ۲ ص ۳۸)

دوسری روایت یعنی عقبہ بن عامر کی حدیث تو اس کا راوی مشہور بن ہاشم بن عمار ہے۔ جسے کئی بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن حبان کہتے ہیں یہ عقبہ بن عامر صحابی کے نام سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جنہیں دوسرا بیان نہیں کرتا۔ عقلی کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جو حجاج بن یوسف کے ساتھ شریک تھا اور جس نے کعبہ پر یحییٰ بن یحییٰ سے حملہ کیا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں جس روایت میں یہ منفرد ہو بہتر یہ ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے۔ (میزان جلد ۴ ص ۱۱)

سیوطی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ یہ روایت صحیح ہے۔
لیکن اگر اس روایت کا دارودار صرف شرح کی ذات پر ہوتا تب تو یہ دعویٰ
درست ہوتا، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس روایت کی سند میں متعدد
روایات ناقابل قبول ہیں۔

اس کا ایک راوی عبد اللہ بن واقد ہے جس کے بارے میں سیوطی کا دعویٰ ہے
کہ اسے یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ ایک صریح دھوکہ ہے۔
کیونکہ یحییٰ بن معین سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ عباس بن محمد الدوری نے یحییٰ بن معین
سے نقل کیا ہے کہ ابو قتادہ حرافی یعنی عبد اللہ بن واقد ثقہ ہے۔ لیکن دواہی نے
عباس دوری کے ذریعہ یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن واقد کچھ نہیں غلطیاں
بہت کرتا ہے۔

امام احمد کا قول یہ ہے کہ اس راوی میں کوئی بُرائی نہیں، نیک آدمی ہے۔
لیکن بسا اوقات غلطیاں کرتا ہے۔ اور امام احمد نے یہ بات بلا وجہ نہیں فرمائی۔
بلکہ اس وقت کہی جب ان سے یہ کہا گیا کہ یعقوب بن اسماعیل بن صبیح اسے کذاب
کہتے ہیں۔ تو گویا امام احمد نے کذب کی نفی کی۔ اور نفی کذب سے یہ لازم نہیں آتا کہ
اس کی روایت کو حجت تسلیم کر لیا جائے۔ اور علی الخصوص ایسی صورت میں جبکہ
اس پر کذب کا الزام ہو۔

ابو ذرعمہ اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت
بیکار ہے۔ یعقوب بن اسماعیل کہتے ہیں کذاب ہے۔ اہل حرام متفقہ طور پر اس کی روایت
قبول نہیں کرتے۔ جو زحانی کہتے ہیں متروک۔ ابن حبان کہتے ہیں اس کا شمار جریر
کے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا۔ اسی عبادت کے باعث حدیث کی جانب توجہ
سے غافل ہو گیا۔ اور اس کی روایات میں منکرات داخل ہو گئیں۔ اس کی خبر کو
حجت سمجھنا جائز نہیں۔ گویا اس کا اصل مرض تصوف ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۵۱۵)
ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے منکر اور موضوع قرار دیا ہے۔

جن میں سے ایک روایت حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کے سلسلہ میں ہے۔ اور خود سیوطی نے اللآلی ج ۱ ص ۳۹ پر اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ بن واقد متروک ہے۔ یہ عجیب و غریب فیصلہ ہے کہ ایک مقام پر عبداللہ بن واقد کو متروک اور دوسرے مقام پر ثقہ تسلیم کیا جائے۔ ذہبی اس کی ایک روایت پر فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے اور عبداللہ بن واقد ایک آفت ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۵۱۹)

بخاری لکھتے ہیں کہ محدثین نے اس عبداللہ بن واقد کی روایت ترک کر دی ہے (کتاب الضعفاء للنسائی ص ۶۷)

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم رازی سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ ینکر الحدیث ہے۔ اور اس کی حدیث ردی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرہ رازی سے اس عبداللہ کے بارے میں دریافت کیا۔ کیا یہ عبداللہ ضعیف الحدیث ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ نہ تو اس سے روایت لی جائے۔ اور نہ اس کی کوئی روایت ہمیں پڑھ کر سنائی جائے۔ الجرح والتعریل ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۹۳

سیوطی کے استاد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن واقد خراسانی لائل ہے۔ متروک ہے۔ اگرچہ امام احمد نے اسے اچھا کہا ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اور حدیث میں تدلیس سے کام لیتا تھا۔ (تقریب التہذیب ص ۱۹۳)

اسی وجہ سے صحاح کے مصنفین میں سے کسی نے بھی اس کی روایت نہیں لی۔

سیوطی کو نہ معلوم حضرت عمرؓ کی نبوت سے کیوں دلچسپی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان دور روایات یعنی حضرت بلالؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کے علاوہ ایک روایت عبداللہ بن جبہ الحضریؓ سے بھی مروی ہے جسے ابو العباس الرزینی نے کتاب شجرة العقل میں نقل کیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ سیوطی نے

اس کی جو سند بیان کی ہے اس میں بھی یہ عبداللہ بن واقد موجود ہے۔ اور اس کی سند میں دو راوی یعنی علی بن الحسین اور محمد بن عقیبہ قطعاً منجول ہیں۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت دلیلی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ کہ اگر میں نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو تم میں عمر نہ نبی بنا کر بھیجے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی مدد کے لئے دو فرشتے معین کر رکھے ہیں جو اسے سیدھی راہ پر چلاتے رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی غلطی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے غلطی سے ہٹا کر سیدھی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ (الآلی ج ۱ ص ۳)

ہمیں اس بات کا احساس نہ تھا کہ سیوطی روایت پرستی کے مرض میں اس حد تک آگے بڑھ جائیں گے کہ پورے علم الرجال کو بھی خیر باد کہہ دیں گے حالانکہ اس کی سند میں ایسے متعدد راوی موجود ہیں جو اپنی زبان حال سے یہ دعوے کر رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارا جھوٹ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عطاء بن ابی مسلم الخراسانی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے۔ لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اور تدلیس سے کام لیتا ہے۔ (تقریب ص ۲۳)

ابن حبان کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں۔ یہ بلخ کا باشندہ تھا۔ اس کا شمار بصرہ میں ہوتا ہے۔ یہ کچھ زمانہ تک خراسان میں رہا اس لئے خراسانی مشہور ہوا۔ یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھا۔ لیکن اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا تھا۔ حدیث میں غلطیاں کرتا تھا۔ اور اسے اپنی غلطی کا علم تک نہ تھا۔ نتیجہً جب اس قسم کی کہانیاں عام ہوئیں تو اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا باطل ہو گیا۔ گویا یہ ایک پیچھے ہوئے صوفی تھے (میزان جلد ۳ ص ۱۷۷)

اس کی اکثر صحابہ سے روایات مرسل ہیں۔ یعنی اس نے بہت کم صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور درمیان سے واوی گرا دیتا ہے۔

اس عطاء سے یہ روایت نقل کرنے والا اسحاق بن نجیح الملقب ہے۔ اس کا تفصیل

حال مذہبی کی زبانی سنئے۔

اس کی کنیت ابو صلح ہے۔ عطاء الخرسانی اور ابن جریر سے روایات نقل کرتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ جھوٹوں میں سب سے جھوٹا ہے۔ کئی کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے میں مشہور زمانہ ہے۔ یعقوب الفسوی کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ تو کھلم کھلا احادیث وضع کرتا تھا۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابو حنیفہ کے قول کو عثمان بنی اور حسن بصری کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ کئی بن معین کہتے ہیں یہ اسحاق کذاب ہے۔ خبیث ہے، اللہ کا دشمن ہے، بدترین انسان ہے۔

عبداللہ بن علی المدینی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد علی بن المدینی سے اس کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو موهوع قرار دیا ہے۔ اس نے ایک وصیت نامہ ابو سعید خدری کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ جس میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو وصیتیں فرمائی ہیں اور ان تمام وصیتوں میں عورتوں سے جماع کے طریقہ تعلیم دیئے گئے ہیں بحیثیت ابواللہ یعنی اس کی نظر میں نبوت کی یہ حیثیت ہے۔ ایسا شخص کوفت اہل قتل ہے۔ نہ کہ اس کی روایت کو حجت سمجھا جائے۔ (میزان ج ۱ ص ۱۸۱) نسائی لکھتے ہیں کہ اسحاق بن نجیح متروک الحدیث ہے۔ (کتب الضعفاء للنسائی ص ۱۹) سیوطی کے استاد ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس اسحاق نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب ص ۲۸)

ایسی روایت کو بطور شہادت پیش کرنا اور پھر اس پر سکوت اختیار کرنا یہ اہل علم کو ذیہ نہیں دیتا۔ سیوطی چونکہ کثرت تصنیف کے مرض میں مبتلا تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں وہ خود فریبی کا شکار ہوئے، وہاں انھوں نے خرافات کو صحت کا جامہ پہنا کر ایسے رئیس میں پیش لیا کہ بعد کے آنے والے اہل بدعت نے انھیں اپنا

امام تصور کر لیا۔ اگر وہ یہ تصنیفات نہ فرماتے تو امت پر ان کا یہ بہت بڑا احسان ہوتا۔ اپنی دانت میں انھوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ ابن جوزی، ابن عدی، ابن حبان اور خطیب بغدادی کا رد ہو گیا۔ اور اسی غرور میں وہ آخر تک مبتلا رہے۔ ہم اس کے علاوہ اور کیا عرض کر سکتے ہیں۔ ”چند نیت خاک را با عالم پاک“

آسمانوں میں عمرؓ کی فضیلت

حسن بن عرفہ نے حضرت عمارؓ یا سر سے نقل کیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے پاس ابھی جبریلؑ آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ عمرؓ کی آسمان میں جو فضیلت ہے وہ بیان کرو۔ انھوں نے جواب دیا اے محمدؐ اگر میں عمرؓ کی وہ فضیلت بیان کروں جو ان کی آسمان میں ہے تو نوحؑ اپنی قوم میں جتنی مدت تک رہے یعنی ساڑھے نو سو سال تو اس مدت میں بھی عمرؓ کے فضائل کا شمار نہ ہو سکے گا۔ حالانکہ عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ موضوع ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس کا راوی اسماعیل بن عبید بن نافع کون ہے۔ ازوی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ایسی منکر روایات نقل کرتا ہے جن کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (اللاتی ج ۱ ص ۳۰۳)

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۳۳۸)
ابن حجرؒ لکھتے ہیں یہ روایت باطل و موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے بھی اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان ج ۱ ص ۱۲)

حسن بن عرفہ نے سعید بن المسیب کے ذریعہ ابی بن کعب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ جبریلؑ مجھ سے اکثر عمرؓ کا تذکرہ کرتے ہیں ان سے ایک روز کہا کہ عمرؓ کا اللہ کے نزدیک جو مقام ہے اور ان کے جو فضائل

مجھ سے بھی بیان کرو۔ انھوں نے کہا کہ اگر میں اتنے سال تک بیٹھا عمر کے فضاں بیان کرتا رہوں جتنی حضرت نوح کی عمر ہوئی ہے تب بھی یہ پورے نہ ہوں گے۔ اور اے محمد تیری موت کے بعد اسلام عمر پورے گا۔

سینوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ عبداللہ الاسلمی کچھ نہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں یہ سندات اور روایات میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ابن ماجہ کا راوی ہے۔ (الآلی جلد ۱ ص ۳)

گویا یہ عبداللہ الاسلمی ابن ماجہ کا راوی ہے۔ اس لئے اس کے تمام جراح قابل غنو ہیں۔ لیکن افسوس تو اس پر ہے کہ اگر عبداللہ کو معاف بھی کر دیا جائے تو یہ روایت تب بھی منقطع ہے۔ اس لئے کہ سعید بن مسیبؓ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابی کا انتقال ۳۸ء میں ہوا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس عبداللہ کی حالت کا نتیجہ ہے۔

عبداللہ بن عامر الاسلمی مدینہ کا باشندہ ہے۔ زہری اور تاج وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ امام احمد، نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کچھ نہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کافی احادیث بیان کرتا ہے۔ قرآن کا قاری ہے۔ لیکن ضعیف سمجھا جاتا ہے بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس کے حافظ پر اعتراض ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۴۹)

نسائی لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عامر ضعیف ہے۔ (کتاب المضعفاء للنسائی ص ۶۱) اس کی سند میں اور متعدد راوی محمد بن رزق اللہ ثانی، محمد بن عبد الحمید الواسطی، مجہول اور ابو بکر محمد بن الحسین کذاب ہے۔

سینوطی کہتے ہیں کہ عمار کی حدیث طبرانی نے ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے لیکن اتفاق سے اس میں وہی اسمعیل بن عبید اور ولید بن الفضل کذاب موجود ہیں سینوطی کہتے ہیں کہ تمام نے اپنے قوائد میں ابی کی روایت ایک اور سند کے ذریعہ امام مالک سے نقل کی ہے۔ لیکن خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہی میزان میں فرماتے ہیں کہ

اسے حسان بن غالب نے امام مالک سے روایت کیا ہے جو متروک ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حسان مصر کا ایک شیخ تھا۔ احادیث میں تبدیلیاں کرتا ہے۔ اور اپنی بکو اس کو ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ حاکم کہتے ہیں یہ امام مالک کے نام سے موضوع روایا نقل کرتا ہے۔ (الآلی جلد ۳) ابن حبان مزید فرماتے ہیں اس کی روایت بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ (میزان ج ۱ ص ۴۷)

حافظ ابن حجر یہ تمام اقوال بیان کر کے مزید لکھتے ہیں کہ اودی کا قول ہے کہ حسان منکر الحدیث ہے۔ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں امام مالک سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے اور ضعیف ہے۔ پھر دارقطنی نے اس کی یہ روایت اور ایک اور روایت نقل کر کے کہا ہے کہ یہ دونوں روایات موضوع ہیں۔ بلکہ یہ امام مالک پر بھی جھوٹ ہے۔ (لسان المیوان ج ۲ ص ۱۹)

سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ روایت حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے۔ یہ دونوں روایات ابن عساکر نے تحریر کی ہیں۔ لیکن حضرت زید بن ثابت والی روایت کی جو سند پیش کی ہے اس میں محمد بن یونس الکدیری ہے جو قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔

یہ محمد بن یونس القرظی الکدیری البصری ۱۵۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے گیارہ سو محدثین سے احادیث سنی ہیں۔ امام علی بن المدینی سے کہا کرتا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم بھی نہیں جانتے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ اس نے بہت سے ایسے حضرات سے روایت حدیث سننے کا دعویٰ کیا۔ جن کو اس نے زندگی میں بھی نہ دیکھا تھا۔ عام محمدین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابو عبیدہ الأجرى کا بیان ہے کہ امام ابو داؤد، امام موسیٰ بن ہارون اسے بر ملا کذاب کہتے۔ بلکہ قاسم بن ذکریا المطرز تو یہاں تک کہتے کہ کل جب میں

اللہ کے رد و پیش ہوں گا تو اس وقت اللہ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ کہہ سکی
تیرے رسول اور علماء پر تھوٹ بولتا ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۷۸)
جہاں تک ابوسعید کی روایت کا تعلق ہے تو اس کی سند میں بھی یہ محمد
بن یونس موجود ہے۔ نیز اس کی سند میں اس کے علاوہ متعدد راوی مجہول ہیں
اور داؤد بن سلیمان الحارسانی انتہائی ضعیف ہے۔

سیوطی اتنی شہادتیں پیش کرنے کے بعد فیصلہ دیتے ہیں کہ ان تمام روایات
میں سب سے بہتر پہلی عمار والی روایت ہے۔ لیکن وہابی نے اسے بھی باطل قرار
دیا ہے۔ (الآلی ج ۱ ص ۳۷۸)

جب بقول سیوطی یہ تمام روایات باطل تھیں تو انہیں بطور شہادت پیش
کرنے کی کیا ضرورت تھی جو فضول اتنے صفحات سیاہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ سے مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا

حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
یہ جبریلؑ مجھے اللہ کی جانب سے خبر دے رہے ہیں کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے منکفی مؤمن کے
علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا اور بدعت منافی کے علاوہ کوئی یقین نہیں کر سکتا۔
اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مالک الانصاری ہے۔ ابن عدی
کہتے ہیں اس کی حدیث موضوع ہوتی ہے۔ ابن عدی نے اس کی دو حدیثیں بیان
کر کے انہیں منکر قرار دیا۔ (میزان ج ۱ ص ۳۷۸)

اس ابراہیم سے یہ روایت احمد بن عیسیٰ انتخاب نے نقل کی ہے۔ وہابی
کہتے ہیں یہ عمدہ راوی نہیں ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔
دارقطنی کا قول ہے کہ احمد بن عیسیٰ قوی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں ضعیف ہے
ابن طاہر کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے۔ احادیث موضوع کیا کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ کو بُرا کہنے والا عنقریب فقیر ہو جائیگا

اجلح کا بیان ہے کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ جو ابو بکرؓ و عمرؓ کو بُرا کہے وہ فقیر ہو جائے گا۔ اور قتل ہو کر مرے گا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ اجلح بن عبد اللہ کوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو جحیمہ الکندی ہے واربع میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ شعبی اور ان کے ہم عصروں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ثوری اور قطان وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بن معین اور عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ احمد کا قول ہے کہ اجلح اور قطر بن ضلیفہ ایک جیسے ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یہ بد مذہب تھا۔ یحییٰ القطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شبہات ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں ہے تو سچا لیکن شیعہ ہے۔ جو زجانی کا قول ہے یہ اجلح تو جھوٹ گھڑنے میں ماہر ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۱۸۷)

اجلح سے یہ کہانی شریک نے نقل کی ہے۔ اور اپنے دور کارئیس الشیم ہے۔

حضرت عمرؓ سے بغض رکھنا ایسا عجیبانہی سے

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے عمرؓ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی میں جہاں بھی ٹھہروں عمرؓ میرے ساتھ ہوں گے۔ اور عمرؓ جہاں ٹھہریں گے میں عمرؓ کے ساتھ ہوں گا۔

اس کا راوی احمد بن بکر الباسی ہے۔ اس کو ابن بکر وہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے منکر کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابوالفتح الازدی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان ج ۱ ص ۱۸۷)

ایک روایت کا ایک اور راوی حجاج بن ارطاط ہے جو ناقابل قبول ہے۔

اور تیس کا حال پہلے گزر چکا۔

نبی کے نور سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا پیدا ہونا

ابولہٰثم نے اپنی امال میں حضرت ابوبکرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور پھر میرے نور سے ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے نور سے عمرؓ پیدا کئے گئے اور عمرؓ کے نور سے میری امت پیدا کی گئی۔ اور عمرؓ اہل جنت کے چرلے ہیں۔ ابولہٰثم یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اس لئے کہ یہ کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ پھر ابولہٰثم نے اس کے راویوں پر بلا فائدہ بحث کی اور کہا ابومعشر مٹروک ہے شیخین نے اس سے روایت نہیں لی۔ اسی طرح ابوشعیب بھی متفقہ طور پر مٹروک ہے۔ یہی حال بیہم بن جمیل کا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس افسانہ کا واضع احمد بن یوسف المنہی ہے جو مجہول ہے۔ اور یہ روایت سراسر جھوٹ ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۱۶۷)

حضرت عمرؓ کی نیکیاں ستاروں کے برابر

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کوئی ایسا بھی شخص ہے جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ عمرؓ ہیں۔ حالانکہ ان کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اس کا راوی تیریہ بن محمد ہے جو یہ روایت اسمعیل الصفاری سے نقل کر رہا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کذاب ہے۔ اور یہ روایت اسی نے وضع کی ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں اسی سند سے اس کی متعدد روایات پیش کر کے انھیں منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اور تیریہ کے علاوہ سب ثقہ ہیں۔ خطیب کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات باطل اور موضوع ہوتی ہیں اور اس کا متن

بہت ہی منکر ہوتا ہے۔ میرے نزدیک عبدالرزاق را فضی ہے۔ اور زہری پر بھی اعتراضات ہیں۔

نبی اکرم کے بعد حضرت علیؑ کا خلیفہ ہونا

زہیر بن عوام کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریمؐ کو فرماتے سنا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔ پھر اختلاف واقع ہو جائے گا تو ہم علیؑ کو بتانے گئے۔ اور انھیں بتایا۔ وہ بولے کہ زہیر نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ آفت عبدالرحمن بن عمرو بن جبہ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اس نے یہ کہانی بشر بن حرب البزج سے نقل کی ہے۔ جو انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۳)

اسی ہزار فرشتوں کا حصہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کیلئے استغفار کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابو بکرؓ و عمرؓ سے محبت کریں وہ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور اسی ہزار فرشتے ایسے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھنے والوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(ابو سعید العدوی) اس روایت کا اصل راوی حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو ابو سعید العدوی کی کنیت سے مشہور ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کا لقب ذہب ہے سلمہ میں پیدا۔ اور سلمہ میں مرا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے قرآن کے واسطے حضرت انسؓ سے چودہ احادیث روایت کیں اور ایسے اشخاص سے بھی روایت کرتا ہے جن سے کوئی واقف تک نہیں

اور ثقہ راویوں کے نام سے جھوٹی اور باطل کہانیاں بیان کرتا ہے۔
خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ بصرہ کا یا خندہ تھا۔ بغداد میں مقیم ہو گیا تھا۔
دارقطنی اور ابن شاذان وغیرہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔

خطیب کا بیان ہے کہ یہ ابو سعید عدوی کہتا تھا کہ میرا ایک بار بصرہ جانا ہوا
تو ایک چکی پر مجھے ایک مجمع نظر آیا تو میں بچوں کی طرح اچھل اچھل کر دیکھنے لگا۔ وہاں
وہاں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا جس کے ارد گرد یہ مجمع لگا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں
سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ حضرت انسؓ کا خادم خراش نامی ہے
جس کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ میں اندر مجمع میں گھس گیا۔ لوگ اس سے احادیث
لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص کے ہاتھ سے کلمہ لیا۔ اور تیرہ احادیث حضرت
علیؓ کی قضیلت میں لکھیں (چوتے کے تلے میں) اور یہ واقعہ ۲۲۲ھ کا ہے۔

ابو احمد الحاکم کہتے ہیں اس عدوی پر اعتراض ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اس کی اکثر احادیث موضوع ہوتی ہیں۔ اور
ہمیں یقین ہے کہ یہ افسانے سب اسی نے وضع کئے ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ اس نے ثقہ راویوں کے
نام سے ایک ہزار سے زیادہ موضوع احادیث روایت کی ہیں۔

حمزہ السہمی فرماتے ہیں۔ یہ عدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ
بولتا ہے۔ اور آپ کی جانب وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔
اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ ہم سے یہ سب روایات حضرت انسؓ کے خادم خراش نامی
نے بیان کیں۔ اور اس نے انسؓ سے سنی (خلا نکہ خراش نامی شخص جسے حضرت
انسؓ کا خادم بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی اسی کا وضع کردہ ایک فرضی ہیرو ہے۔
جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہ تھا۔ (میران ج ۱ ص ۱۷۵)

یقیناً آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت
کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور دوسرے آسمان میں انہی

ہزار فرشتے ایسے ہیں جو ان لوگوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ کو
عمرؓ سے بغض رکھیں۔

ذہبی یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں۔ یہ شخص کتنا بے حیا ہے کہ یہ بھی نہیں
سوچتا کہ وہ کس قسم کا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔ یعنی جھوٹ بولنے کے لئے بھی ہنر کی
ضرورت ہوتی ہے۔

ان دونوں روایتوں کے اور راویوں پر بحث کی چنداں ضرورت نہیں
کیونکہ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ یہ کہانیاں ابوسعید العدوی الموسوم حسن بن علیؓ زکریا
کی وضع کردہ ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا

حضرت ابوبکرؓ پر یہ کہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف
لائے اور آپؐ علیؓ پر ٹھیک لگاتے ہوئے تھے۔ اتنے میں سامنے سے
ابوبکرؓ و عمرؓ آگئے۔ آپؐ نے علیؓ سے مخاطب ہو کر سوال کیا کہ اے
علیؓ کیا تو ان دونوں شیخوں سے محبت کرتا ہے۔ علیؓ نے جواب دیا۔ جی
ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ان دونوں سے محبت کیا کر جنت میں داخل ہو جائیگا۔
ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا ناقل حسن بن علیؓ ہے۔ جس نے
معتبر راویوں کی جانب یہ کہانی منسوب کی۔ (میزان ج ۱ ص ۵۲۷)

حضرت عمرؓ کے ذکر سے اپنی محفلوں کو زینت دو

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اپنی مجلسوں کو زینت دو۔ اول رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اور دوسرے عمرؓ بن الخطابؓ کا ذکر کر کے۔
ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر و موقوف ہے اس کا داہج حسین بن عبد الرحمن
الاصطیاطی ہے۔

علی بن المدینی کہتے ہیں تینوں نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔
 خلیفہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔ اس کا راوی حسی بن عبد الرحمن بن عباد بن العیثم
 ہے جو ابو علی الاصبغی کی کثرت سے مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام حسن ہے۔
 مردزی لکھتے ہیں یہ روایات میں خلط ملط کرتا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۳۹)

حضرت عمرؓ کی اونٹوں کے خریدنے کی کہانی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ بیچنے کے لئے آیا۔ عمرؓ نے
 انھیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔ ان اونٹوں کو پیرا پیرا تے تاکہ اونٹ
 اٹھ جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس کا دل کیسا ہے۔ اونٹ والا بولا
 میرے اونٹوں کو چھوڑ دے۔ تیرا باپ نہ ہو لیکن عمرؓ باز نہ آئے اونٹ
 والا بولا۔ میں تجھے ایک بہت بڑا آدمی سمجھتا ہوں۔ جب عمرؓ اس کام سے
 فارغ ہو گئے تو عمرؓ نے وہ اونٹ خرید لے۔ اور پھر فرمایا یہ اونٹ لے چلو
 اور قیمت لے لو۔ اعرابی بولا۔ میں پہلے ان کی کاٹھی اور ان کا سامان اتار
 لوں۔ عمرؓ بولے میں نے تو اونٹ ان کے کجاووں کے ساتھ خریدے ہیں۔
 اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ ابھی یہ دنوں
 جھگڑا ہے تجھے کہ اتنے میں علیؓ آگئے۔ عمرؓ بولے کیا تو اس پر راضی ہے کہ
 میرے اور تیرے درمیان یہ شخص فیصلہ کر دے۔ اس نے جواب دیا ہاں
 اور اس شخص کے سامنے دونوں نے قصص بیان کیا۔ تو علیؓ بولے اے
 امیر المؤمنین اگر آپ نے کاٹھی اور رسیوں کی قیمت کی شرط لگائی تھی تو
 یہ سب چیزیں آپ کی ہیں۔ ورنہ یہ شخص اونٹوں کی قیمت میں ان چیزوں کا
 اضافہ کر سکتا ہے۔ (الحديث)

اس کا راوی حفص بن اسلم الاصفہی ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ بخاری لکھتے

ہیں۔ اس سے سلیمان بن حرب اور خزامی بن عمارہ نے عجیب و غریب افسانے نقل کچھیں۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کہانیاں اس نے خود وضع کی ہیں۔ (میزان ج ۱ ص ۵۵)

حضرت ابو ہریرہؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعزابی سے ایک مدت معینہ کے لئے چند اونٹ خریدے اس نے کہا اگر آپ پر اللہ کا حکم آگیا تو میں کہاں جاؤں۔ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ کے پاس جانا وہ میرا قرض ادا کر دے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا۔ اس نے کہا اگر ابو بکرؓ مر گئے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ کے پاس جانا۔ وہ اس کی برابر ہی کہے گا اور اس کی جگہ کھڑا ہوگا۔ اور اللہ کے معاملہ میں کسی طاعت کرنے والے کی طاعت کا خوف نہ کرے گا۔ وہ بولا اگر عمرؓ بھی موت آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تجھ سے مرنا ممکن ہو تو بھی مر جانا۔

اس کا راوی خالد بن عمرو القرشی الاموی السعیدی ہے۔ یہ حضرت سعید بن العاص کی اولاد میں سے تھا۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔

احمد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کی رائے ہے کہ اس نے یہ احادیث وضع کی ہیں۔ کیونکہ خالد بن عمرو نے یہ روایت لیث سے نقل کی ہے۔ اور امام لیث سے یحییٰ بن بکر و قتیبہ، زعنبہ اور یزید بن ابی سب نے جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ میرے پاس تحریر شدہ موجود ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ روایت نقل نہیں کی۔ (میزان جلد ۱ ص ۶۳۵)

گویا جہاں یہ روایت جھوٹی ہے وہاں اس کی سند بھی جھوٹی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حق تعالیٰ عمرؓ سے مصافحہ کریں گے۔ اور سب سے اول عمرؓ کو سلام کریں گے اور عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اسے ابن ابی عامر نے کتاب السنن میں ذکر

کیا ہے۔ (یہ روایت ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔)
اس کا راوی داؤد بن عطاء الدنی ہے جس کی کفایت ابوسلیمان ہے۔ آل بکر
غلام ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں بہ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۲
ابن کثیر جامع المسانید میں فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ
موضوع ہو۔ اور یہ تمام آفت اس داؤد بن عطاء کی ڈھائی ہوئی ہے۔
ذہبی تلخیص المستدرک میں لکھتے ہیں (مستدرک کا خلاصہ) یہ روایت موضوع
ہے۔ اور اس کا ایک راوی کذاب ہے۔

اس میں ایک عیب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع بھی ہے۔ اس لئے کہ سعید بن
المسیب نے یہ روایت ابی بن کعب سے نقل کی ہے۔ سعید ^{۲۳}ؓ میں پیدا ہوئے
جب کہ ابی بن کعب کا انتقال ^{۲۴}ؓ میں ہوا۔ یعنی جھوٹ گھڑنے والے کو یہ بھی
معلوم نہیں کہ ابی بن کعب کی پیدائش سے چھ سال قبل انتقال کر چکے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بلالؓ
باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے بلالؓ سے فرمایا لوگوں میں اعلان کروے
کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوں اور ان کے بعد عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے
بعد فرمایا۔ اے بلالؓ چلو۔ اللہ کے اس کے علاوہ اور امور سے انکار کر دیا

خطیب نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا
راوی سعید بن عبدالملک بن واقد الحارثی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام
ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے جھوٹی احادیث روایت کی ہیں۔ (میزان ج ۲ ص ۲۸)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا قیامت کے روز نبیؐ کے ٹھکانے کا اٹھایا جانا

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل
ہوئے۔ آپؐ کی داہنی جانب ابوبکرؓ اور بائیں جانب عمرؓ تھے۔ آپؐ نے

ارشاد فرمایا قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

معمولی سے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ روایت سنن ابن ماجہ مترجمہ پہنچا کر بھی موجود ہے۔

اس کا راوی سعید بن مسلمہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان الاموی ہے۔

اعمش اور اسماعیل بن امیر سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور

ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے

ہیں میرا خیال ہے کہ یہ اتنا ضعیف نہیں کہ اس کی روایت ترک کی جائے۔ (میزان ج ۲ ص ۱۵۵)

ترمذی نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک ہی نہیں۔

ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمرؓ تو میرا دنیا میں بھی ولی

ہوگا۔ اور آخرت میں بھی میرا ولی ہوگا۔

ابویعلیٰ سے یہ روایت ابن عدی نے نقل کی ہے۔

اس کا ایک راوی طلحہ بن زید الرقی ہے۔ یہ شخص کوئی بھی کہلاتا ہے اور شامی

بھی کہلاتا ہے۔ واسط میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ خاندان کے لحاظ سے قرشی ہے۔

بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان

لکھتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ اس کی بیان کردہ روایت بطور دلیل پیش کرنا بھی حلال نہیں۔

علی بن المدینی کا قول ہے کہ شخص ہند جب (شیم) تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا

تھا۔ صالح جزیرہ کہتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان ج ۲ ص ۳۳۵)

اس کا ایک اور راوی عطاء الکبخاری ہے جو قطعاً مجہول ہے۔ ایک اور راوی

عبیدہ بن حسان ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ

احادیث وضع کر کے معتبر راویوں کی جانب منسوب کرتا۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف (میزان ج ۲ ص ۳۳۵)

اس کی سند میں ایک اور راوی واصل بن حسان ہے۔ فسوی کا قول ہے

کہ یہ ایک مغفل انسان تھا یعنی اسے تو کسی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ (میزان ج ۲ ص ۳۳۵)

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 سب سے پہلے زمین میری پھٹے گی۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی
 پھر عمر رضی اللہ عنہ کی۔ الحدیث

اس کی سند میں عاصم بن عمر بن حفص العمري۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ
 میں پائی جاتی ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان
 کہتے ہیں اس کی روایت بطور دلیل پیش کرنا جائز نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ
 عاصم متروک ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اگرچہ عاصم ضعیف ہے۔ لیکن اس کی احادیث بھی ہوتی ہیں (میزان)
 اس عاصم سے یہ روایت عبداللہ بن نافع نے نقل کی ہے۔ یہ ابوبکر بن نافع اور عمر
 بن نافع کا بھائی ہے۔

ابن الدہبی کہتے ہیں اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں
 منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے کچھ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں
 متروک ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان حشر کیا جاؤں گا۔ پھر میرے پاس اہل مکہ
 اور اہل مدینہ آئیں گے۔

خطیب نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا ایک
 راوی عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری ہے۔ وہ کمزور ہے۔ اور تلمیذ کرتا ہے۔

دہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہیں۔ ابن حبان
 کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات
 ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا۔ یعنی دنیا سے نرالی۔ دارقطنی
 کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہوتی ہے۔ ابن عدی نے اس کی دو روایات حضرت

ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت میں نقل کیں۔ اور دونوں کو باطل قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ روایت ہے۔
 حاکم ابو عبد اللہ کہتے ہیں یہ ضعیف راویوں کی ایک ٹولی ہے موضوع اصرار نقل کر کے بیان کرتا ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۳۳)

اہل آسمان کا حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خوشیاں مناتا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبریلؑ نازل ہوئے اور بولے اے محمدؐ۔ اہل آسمان عمرؓ کے اسلام سے خوشی منارہے ہیں۔

اس کا راوی عبد اللہ بن فراس بن حوشب ہے جو اپنے چچا خواص بن حوشب سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ عبد اللہ بن فراس ضعیف ہے۔ ابوزرعه کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث ردی ہے۔ یہ عبد اللہ شہاب کا بھائی ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔

ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی عام روایات محفوظ نہیں ہوتیں (میزان ج ۲) اتفاق سے یہ روایت عبد اللہ بن عباسؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ ابن عباسؓ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے سات آٹھ سال بعد پیدا ہوئے گویا یہ عبد اللہ بن فراس جھوٹ بولنے کے فن سے بھی ناواقف تھا۔

میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہوگا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرؓ مجھ سے ہیں اور میں عمرؓ سے ہوں اور میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہوگا۔

در اصل یہ ایک طویل کہانی کا ایک جز ہے۔ تفصیلی کہانی اس طرح ہے۔
 حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے بھائی فضل سے نقل کیا ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں آپ کے لئے باہر نکلا۔ اس
 وقت آپ سخت بخاریں مبتلا تھے۔ آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔
 آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ آپ لوگوں کے
 سامنے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا لوگوں کو آواز دو۔
 میں نے لوگوں کو جج کر جمع کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔
 اما بعد۔ میں تیری جانب اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے علاوہ
 کوئی الٰہ نہیں۔ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ میں نے جس کی کمر پر
 کوڑے بجالائے ہوں تو یہ میری کمر موجود ہے۔ وہ مجھ سے قصاص لے لے۔
 اور جس سے میں نے مال لیا ہو تو یہ میرا مال موجود ہے۔ وہ اس میں سے
 مال لے لے اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی جانب سے کچھ سس سے ڈرتا ہوں۔ اتنی بات کہہ کر آپ
 منبر سے نیچے اتر آئے۔ اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے اپنے مقالہ کا
 اعادہ شروع فرمایا۔

اس روایت کا تمام ترداد و رد و شخصوں پر ہے۔ ایک عثمان بن صالح اور ایک
 ابن ابیہم پر۔ عثمان نے یہ روایت ابن ابیہم سے نقل کی ہے۔ اس لئے پہلے کچھ عثمان
 بن صالح کا تذکرہ ہو جائے۔

عثمان بن صالح۔ یہ شخص بنو سہم سے تعلق رکھتا ہے۔ لیث اور ابی ابیہم سے
 احادیث سے روایت کرتا ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات
 پائی جاتی ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن احمد بن صالح المصری نے اسے ضعیف
 قرار دیا ہے۔ کیونکہ احمد بن محمد بن جلعج بن رشد بن کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن صالح

سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کا ذکر چھوڑو۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ احمد بن محمد بن جھلج کے نزدیک متروک ہے۔ ۲۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ سعید بن عمرو البرقی کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرہ سے ذکر کیا کہ مصر میں عثمان بن صالح کی سورتايات پائی جاتی ہیں جو سب اس نے ابن ابیہ سے نقل کی ہیں۔ پھر میں نے ابو زرہ کے سامنے لیک روایت پیش کی۔ فرمانے لگے میرے نزدیک جھوٹ تو نہیں بولتا تھا۔ لیکن یہ خالد بن نجیح کے ساتھ روایات لکھتا۔ لوگوں نے اسی روایت لکھوائیں جو انھوں نے شیخ سے نہیں سنی تھیں۔ گویا اس طرح اسے دھوکہ دیا۔

برقی کہتے ہیں میں نے ایک دوسری روایت پیش کی تو ابو زرہ کے کاموں ابو حاتم نے فرمایا یہ روایت جھوٹ ہے۔ میں نے ایک اور روایت پیش کی۔ انھوں نے اس پر بھی فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ (میزان ۳۶ ص ۳۹)

لیکن اس امر کی وضاحت نہیں ہو سکی کہ یہ جھوٹ عثمان بن صالح نے اپنے باگل پن میں بولا ہے یا جھوٹ ابن ابیہ نے بولا تھا جو عثمان بن صالح کا استاد ہے۔ لہذا آئیے اب ابن ابیہ کا چہرہ بھی دیکھ لیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر سہرہ اٹھ جائے۔ ابن طہیہ۔ اس کا نام عبداللہ بن ابیہ بن عقبہ الحضری ہے۔ اس کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ مصر کا قاضی اور وہاں کا مشہور عالم تھا۔ اس کی روایات ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ترمذی نے اسے خود اپنی کتاب میں ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری و مسلم نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ نسائی نے اپنی سنن میں اس سے صرف ایک روایت لی ہے۔ اور کتاب التعلقات میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس کی حدیث حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔ عبدالرحمان بن ہمدی کہتے ہیں ابن ابیہ کی بیان کردہ حدیث کو کچھ نہیں سمجھتا۔ جب تک ابن ابیہ سے ابن المبارک حدیث روایت نہ کریں۔

نیز ابن مہدی کہتے ہیں میں اس کی کوئی روایت قبول نہیں کرتا۔ (میزان ۲۷)
ابن تہیہ کا تفصیلی حال مناقب علیؑ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس طرح اس حدیث کے دونوں راوی ناقابل اعتبار قرار پائے۔ اور روایت
منکر ہوئی۔

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن واقد ہے جو ناقابل اعتبار مذہبی لکھتے ہیں۔
عبداللہ بن واقد اس کی کنیت ابو قتادہ الحمرانی ہے۔ ۶۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔
بخاری لکھتے ہیں محدثین نے اس کی روایت کو ردی کہا ہے۔ ابو قتادہ اور دارقطنی کہتے ہیں
ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت ردی ہوتی ہے۔

عبداللہ بن احمد اور عباس الدوری نے بھی بن عیین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ کچھ
نہیں غلطیاں بہت کرتا تھا۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ کیا کہ یعقوب بن اسماعیل
بن صبیح کہتے ہیں عبداللہ بن واقد جھوٹ بولتا ہے۔ میرے والد پر یہ بات بہت
شاق گذری اور فرمانے لگے کہ اہل قرآن اس پر اعتراضات کرتے ہیں۔ میں تو اسے
سچا سمجھتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن واقد نیک آدمی ہے
لیکن غلطیاں کرتا ہے۔

جوڑ جانی کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ عبداللہ بن واقد جزیرہ کے عبادت گزار لوگوں
میں سے تھا۔ کثرت عبادت کے باعث حفظ حدیث سے غافل ہو گیا۔ اس طرح
اس کی روایات میں منکر اسے داخل ہو گئیں۔ میں اس کی روایت کو جھٹ سمجھتا
جاگز نہیں سمجھتا۔

ذہبی نے اس کی ایک روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اس کی
ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن واقد ایک آفت ہے۔ (میزان ۲۷)
عبداللہ بن واقد سے اسے نقل کرنے والا مصعب بن سیدہ بھی لکھتے ہیں۔

مصعب بن سعید۔ اس کی کنیت ابو خثیمہ ہے مصعبہ کا رہنے والا ہے۔
ابن عدی لکھتے ہیں۔ دراصل یہ قرآن کا باشندہ تھا۔ حصیہ میں سکونت
اختیار کر لی تھی۔ یہ منکرات بیان کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا۔
اور روایت میں تبدیلیاں کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی تین منکر روایات
پیش کیں۔ ذہبی ان روایات کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ روایات تو اچھی خاصی
بلائی ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص ۱۹)

حضرت مسیح کا دنیا میں دوبارہ آنا اور شادی کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، پھر شادی کریں گے۔ اور
ان کے بچے ہوں گے۔ اور دنیا میں پینتالیس سال ٹھہریں گے۔ پھر
مریں گے۔ اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ اور میں اور عیسیٰ
ابوبکر و عمرؓ کے درمیان ایک قبر سے کھڑے ہوں گے۔
حضرت عیسیٰ قبر میں حضورؐ کے ساتھ دفن ہوں گے یہ اس وقت ممکن ہے جب
ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ دنیا میں کوئی یہ جاننے والا بھی باقی نہ رہے کہ یہاں قبر
رسولؐ ہے۔ لہذا عیسیٰ کو دفن کرنے کے لئے پہلے حضورؐ کی قبر کا مٹنا شرط ہے۔
ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ ایسی روایت ہے جو برداشت بھی نہیں کی جاسکتی۔ اس کا ایک
راوی عبدالرحمان بن زیاد بن النعمان الافرقی ہے۔

عبدالرحمن بن زیاد بن النعمان۔ یہ افریقہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو ایوب
ہے۔ قبیلہ شعبان سے تعلق رکھتا ہے۔ افریقہ میں رہتا تھا۔ بہت نیک شخص تھا۔
ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔
یہ عبدالرحمان بن زیاد خلیفہ منصور کے پاس گیا۔ اسے نصیحت کی اور اسے
ڈانٹا کہ تم لوگ ظالم ہو۔ بخاری انھیں ضعیف کہا کرتے تھے۔ اسی لئے بخاری نے

کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن ابوبکر بن ابی مریم سے بہتر ہے۔ اس کی روایت میرے نزدیک ساقط الاعتبار نہیں۔

احمد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ہم اس سے روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں قوی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا اور انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ دراصل عبدالرحمان محمد بن سعید المصلوب جیسے زندقہ سے روایات لیستا اور اس کا نام چھپا کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن سعید کو کہتے سنا ہے کہ یہ عبدالرحمان ثقہ ہے۔ لیکن ابن مہدی کی رائے یہ ہے کہ یہ اس لائق نہیں کہ اس سے کوئی روایت نقل کی جائے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں اور کوئی نقل نہیں کرتا۔ احمد بن صالح کا بیان ہے کہ یہ عبدالرحمان الافرقی روم میں قید تھا پھر رومیوں نے اسے اس خیال سے آزاد کر دیا کہ یہ خلیفے کے کہہ کر ہیں کچھ فائدہ پہنچائے گا۔ یہ رہا ہو ابو جعفر منصور کے پاس آیا۔ اس کے پاس جو لکھی ہوئی روایات ہیں وہ صحیح ہیں ابو داؤد کہتے ہیں میں نے احمد بن صالح سے دریافت کیا۔ کیا اس کی حدیث کو حجت سمجھا جائے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔

اسماعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ عبدالرحمان خلیفہ منصور کے پاس عامل کی شکایت کرنے گیا۔ ایک ماہ تک خلیفہ کے دروازے پر پڑا رہا۔ جب اسے اجازت ملی تو خلیفہ نے سوال کیا کیسے آنا ہوا؟

اس نے جواب دیا ہمارے شہروں میں حاکموں کا ظلم بڑھ چکا ہے۔ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں وہاں کے حالات بتاؤں۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ ظلم کا سرچشمہ تو تیرا گھر ہے۔

منصور غصہ میں بھر گیا۔ پہلے تو اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر دربار سے نکلوانے پر اکتفا کی۔

ابن ادریس نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ افریقی کہتے ہیں میں نے منصور سے کہا امیر المؤمنین ظلم عام ہو گیا ہے۔ اور لوگ برائیوں میں مبتلا ہیں۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ چونکہ دار الخلافہ فاصلہ پر ہے اس لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن جتنا جتنا اختلاف کے قریب پہنچتا گیا۔ اتنا ہی ظلم بڑھتا گیا۔ منصور کا فی دیر تک سر جھکائے رہا۔ پھر مجھ سے سوال کیا۔ آخر میں لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟ میں نے جواب دیا کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ حاکم کی مثال ایک بازار کی طرح ہے جہاں مال آتا اور جاتا رہتا ہے۔ منصور پھر سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن مجھے اس کے وزیر ریح نے اشارہ کیا یہاں سے جاؤ۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ اور اس کے بعد کبھی منصور کے پاس نہیں گیا۔

فلاں کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس عبدالرحمن بن اعم سے روایت نہیں لیتے تھے۔ اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں ہوا۔ اس کی عمر کافی ہوئی (میزان ج ۲ ص ۵۶)

اس تمام گفتگو سے یہ امر تو واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ عبدالرحمان لا فریقی نیک آدمی تھا لیکن اس کی روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ایک آدمہ فرد کے علاوہ کسی نے بھی اس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔

عبدالرحمان بن زیاد بن اعم لا فریقی سے یہ روایت محمد بن یزید نے نقل کی ہے تلا شش بسیار کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کونسا محمد بن یزید ہے جو اس کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکے۔ ذہبی نے محمد بن یزید نامی سترہ افراد گنائے ہیں۔ جن میں سے بعض کذاب اور بعض بنی بنی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ محمد بن یزید مجہول ہے۔

ابوبکر و عمرؓ سے کوئی مؤمن بغض نہیں کر سکتا

حضرت جابرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے کوئی مؤمن بغض نہیں کر سکتا اور کوئی منافق ان دونوں سے محبت نہیں کر سکتا۔

اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن مالک بن مغول ہے۔ قویٰ لکھتے ہیں۔

عبدالرحمن بن مالک بن مغول۔ اعش اور اپنے باپ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

احمد اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کذاب ہے۔ اور ایک بار

فرمایا احادیث وضع کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ یہ روایت معلیٰ بن ملان نے

بھی اعش سے نقل کی ہے۔ لیکن وہ تو مسلمہ کذاب ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۵۸۵)

اس لحاظ سے تو یہ جھوٹ ہے کہ حضورؐ نے ایسی کوئی بات فرمائی۔ لیکن جس شخص نے

بھی یہ بات کہی ہے اپنی جگہ اس کی بات صحیح ہے۔

اسی عبدالرحمن نے ابن عمرؓ کی جانب سے روایت منسوب کی ہے۔ سید لکھول

اہل الجنت۔ ابوبکر و عمر۔ اہل جنت اور حیدر عمر کے لوگوں کے سردار ابوبکر و عمرؓ ہوں گے۔

عبداللہ بن عباس نے اللہ کے قول وصال المؤمنین کے بارے میں فرمایا

کہ اس سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

اس کا راوی عبدالوہاب بن مجاہد ہے جو اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے۔ یحییٰ بن

معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں اس کی روایت دکھی جائے۔ احمد کہتے ہیں ضعیف ہے کچھ

نہیں۔ دیکھتے ہیں لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کے کچھ نہیں سنا۔

ن عدی کہتے اس کی عام بیان کردہ روایات ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی ان کی

حضرت عمرؓ کی رضا رحمت ہے اور ناراضگی عذاب

حضرت ابو ہریرہؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں کہ عمرؓ کی رضا

رحمت ہے اور عمرؓ کی ناراضگی عذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ یہ آفت عثمان بن فائد کی ڈھائی ہوئی ہے۔

عثمان بن ناٹک۔ اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ جعفر بن برقان

سے حدیث روایت کرتا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کی حدیث صحت نہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس عثمان کی روایت پر اعتراض ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے

قریش سے تعلق رکھتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ شخص وضع حدیث میں متہم ہے۔ اور بخاری جب یہ کہتے ہیں کہ

فلاں پر نظر ہے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ متہم ہے۔

ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی عام روایات

محفوظ نہیں ہوتیں۔ (میزان ج ۳ ص ۵۱)

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ خلافت کے امام

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے بعد خلافت کے امام ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

یہ روایت حافظ نعیم نے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں علی بن صالح نامی شخص مجہول

اسے کوئی بھی نہیں جانتا اور یہ روایت باطل ہے بلکہ اسی علی بن صالح نے

یہ روایت وضع کی ہے۔ کیونکہ بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

معراج کی رات ایک لوح پر قوم تھا لا الہ الا اللہ البکر الصدیق عمر الفاروق

ابن جریر طبری نے ابوالدرداء سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں نے معراج کی رات ایک سبز پتہ دیکھا جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ البکر الصدیق۔ عمر الفاروق۔

طبری نے یہ روایت عمر بن اسماعیل بن محالد بن سعید الہمدانی سے نقل کی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عمر بن اسماعیل کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث چوری کرتا تھا۔ یعنی ایک کی روایت لے کر دوسرے کی جانب منسوب کر کے اسے پھیلاتا۔ (میزان ج ۳ ص ۸۶) اس روایت میں یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسے عمر بن اسماعیل نے محمد بن فضیل بن غزوان سے نقل کیا ہے جو بقول امام ابوداؤد ایک آگ لگالے والا شیعہ ہے۔ اور پھر عمر سے نقل کرنے والا ابن جریر ہے جو مشہور مؤرخ اور مشہور مفسر ہے اور مسلمہ شیعہ ہے۔ غالباً یہ روایت سنیوں کو بے وقوف بنانے کے لئے بطور تفتیح بیان کی گئی ہوگی۔ تاکہ دین کے نوحوں پر عمل ہو سکے۔

بقول حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کافاجر ہونا؟

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ ”اور ان کی قوم کو جہنم میں جگہ دی۔“ اس سے قریش کے دو فاجر یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ مراد ہیں۔

حضرت علیؓ سے ان کا یہ قول عروذ و مرثیہ نقل کیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ معروف ہے۔ اس سے ابواسحاق السبئی نے روایت لی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں یہ ابواسحاق السبئی کے ان استادوں میں سے تھا جو جمہول ہیں۔ (میزان ج ۳ ص ۲۹۲) بشرطیکہ ان کا کوئی وجود بھی ہو۔ اور پھر اصحاب

علیؑ تو از اول تا آخر سبھی کذاب ہیں
 عمرو دوسرے نقل کرنے والا ابواسحاق سبھی ہے مشہور ثقہ تابعی ہے لیکن بڑھاپے
 میں ایک تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ دوسرے یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے
 اہل کوفہ میں مرض تدلیس کو پھیلا یا ہے۔ بقول محدثین اہل کوفہ کو دو شخصوں نے اس مرض
 میں مبتلا کیا۔ ایک ابواسحاق سبھی دوسرے اعمش

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ چکدار ستاروں کے مانند

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلندی
 والوں کو نیچے والے لوگ ایسے ہی دیکھیں گے جیسے تم چکدار ستارے کو آسمان
 کے کنارے میں دیکھتے ہو۔ اور ابو بکرؓ و عمرؓ انہی میں سے ہیں۔ اور اچھے
 لوگ ہیں۔ میں نے عطیہ سے پوچھا انعاما ہو کا کیا مقصد ہے عطیہ (رافضی)
 بولا اور مبارک۔

یہ روایت ابویعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں غسان بن الربیع سے نقل کی ہے۔ جیسی
 کہتے ہیں۔ اس غسان سے احمد، یحییٰ، ابویعلیٰ اور ایک مخلوق نے احادیث روایت
 کی ہیں آدمی بہت نیک اور پرمہیزگار تھا۔ لیکن حدیث میں حجت نہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۲۳)

ان راہد اور متقی لوگوں نے اپنی عدم توجہ کے باعث جھوٹ کی اشاعت میں
 جو نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آئے گی۔
 غسان بن الربیع نے اس روایت کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیا ہے۔ ورنہ یہ روایت
 اس نے ابواسامیٰ کے واسطے عطیہ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ نے ابوسعید
 سے۔ یہ ابواسامیٰ اور عطیہ کون ہیں؟ اور ابوسعید سے کیا مراد ہے۔ ہم وہ ذیل
 میں پیش کئے دیتے ہیں۔

عبدالحسین شرف اللہ بن موسیٰ اشاعری اپنی کتاب المراجعات میں شیعہ

راویوں کے حالات میں تحریر کرتا ہے۔

اسماعیل بن خلیفۃ الملالی الکوفی۔ اس کی کنیت ابو اسریل ہے۔ اور کنیت ہی سے مشہور ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی اپنی المعارف میں اسے رجال شیعہ میں شمار کیا ہے ذہبی لکھتے ہیں یہ بغض بھرا شیعہ تھا۔ اور ان غالی لوگوں میں سے تھا جو عثمانؓ کو کافر کہتے تھے۔ پھر ذہبی نے بہت سی ایسی باتیں بیان کیں جن کے بیان کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (المراجعات ص ۷)

عبدالحسین تیرانی جن امور پر پردہ ڈالنا چاہ رہا ہے ہم وہ پیش کئے دیتے ہیں۔ ابن المبارک قمر مارتے ہیں یہ بھی اللہ کی مسلمانوں پر ایک نعمت ہے کہ اس نے ابو اسریلؓ کا حافضہ اچھا نہیں بنایا۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن حجت نہیں ہو سکتی۔ غلطیاں کرتا ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں ہے تو سچا لیکن اپنے مذہب میں بہت غالی ہے۔

بخاری کہتے ہیں عبد الرحمن بن مہدی نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ محدثین اس کی حدیث نہیں لکھتے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔

یہز بن اسد کا بیان ہے کہ میں نے اسے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتے سنا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ عثمانؓ حالت کفر میں قتل کئے گئے۔ اور عثمانؓ نے ان تمام احکام کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے تھے۔

اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ (میزان ج ۳ ص ۴۴) اب آئیے اور عطیہ کا حال بھی عبدالحسین تیرانی کے ذریعہ سنئے۔ وہ اپنی کتاب ”المراجعات“ نامی میں لکھتا ہے۔

عتیقہ بن سعد بن جنادۃ العونی ابو الحسن الکوفی مشہور تابعی ہے۔ ذہبی نے میزان میں سالم المرادی سے نقل کیا ہے کہ عطیہ شیعہ ہے۔ امام ابن قتیبہ نے ”معارف“ میں محدثین کے حالات میں اس عطیہ کے پوتے یعنی قاضی حسین بن حسن بن عطیہ کے حال میں لکھا ہے کہ

عطیہ بن سعد حجاج کے زمانہ میں فقیہ تھا۔ اور یہ شیعہ تھا۔

ابن قتیبہ نے باب الفرق من المعارف میں شیعہ راویوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ان شیعوں راویوں میں عطیہ۔ المتوفی بھی داخل ہے۔

ابن سعد نے طبقات کی چھٹی جلد میں اس کے تشیع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا باپ سعد بن جنادہ اصحاب علیؑ میں داخل تھا۔ حضرت علیؑ کو قہ میں تھے تو یہ سعد بن جنادہ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور بولا اے امیر المؤمنین میرے ایک لڑکا ہوا ہے۔ اس کا نام رکھ دیجئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا یہ اللہ کا عطیہ ہے۔ لہذا اس کا نام عطیہ رکھ دیا گیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں اس عطیہ نے ابن اشعث کے ساتھ شامل ہو کر حجاج کے خلاف

بغادت کی۔ جب ابن اشعث کے لشکر کو شکست ہو گئی تو یہ فارس بھاگ گیا۔

حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ عطیہ کو طلب کر کے اس سے کہو کہ وہ حضرت علیؑ پر لعنت بھیجے ورنہ اس کے چار سو کوڑے لگاؤ۔ اور اس کا سر اور داڑھی مونڈ دو۔ محمد بن قاسم نے

عطیہ کو طلب کیا۔ اور حجاج کا خط پڑھ کر سنایا۔ عطیہ نے انکار کر دیا۔ محمد بن قاسم

نے اس کے چار سو کوڑے لگائے۔ اور اس کا سر اور داڑھی منڈوا دی جب قتیبہ

خراسان آیا تو عطیہ اس کے پاس چلا گیا۔ یہ اس وقت تک خراسان میں رہا جب تک

عمر بن ہبیرہ کو عراق کی گورنری نہیں مل گئی۔ عطیہ نے ابن ہبیرہ کو لکھا کہ اے عراقی آنکلی

اجازت دی جائے۔ اجازت ملنے کے بعد یہ عراق چلا گیا۔ اور وہیں السلام میں مرا۔

عبد الحمین موسوی لکھتا ہے اس کی تمام اولاد شیعیان آل محمد میں داخل ہے

اس کی اولاد میں متعدد افراد محدث گزرے ہیں۔ اور بنو عباس کی جانب سے

قاضی بنائے گئے۔

عطیہ کی روایات ترمذی اور ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں۔ اس نے ابوسعیدؓ

ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایات نقل کی ہیں۔ (المراجعات ص ۱۱۱)

یہ تو عبد الحمین موسوی ایرانی المتوفی ۳۱۱ھ کا بیان تھا اب ابو عبد اللہ

محمد بن احمد بن عثمان الدہلی المتوفی ۳۱۱ھ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

عطیہ بن سعد العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے ضعیف ہے۔ ابو سعیدؓ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن ضعیف ہے۔ سالم المرادی کہتے ہیں عطیہ شیعہ تھا۔

ابن معین کہتے ہیں نیک آدمی ہے۔ احمد کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔
ہشیم بھی اس عطیہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔

ابن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میرے نزدیک عطیہ، ابو ہارون اور بشر بن حرب ایک درجہ کے ضعیف ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ عطیہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر سنتا۔ اور کلبی کذاب کی کنیت ابو سعید تھی۔ جب عطیہ یہ کہتا ہے

کہ ابو سعید نے یہ کہا اس سے مراد کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور عطیہ اس کی کنیت بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ یہ روایت حضرت ابو سعید مروی ہے۔

نسائی اور ایک جماعت کہتی ہے عطیہ ضعیف ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۴۹)
امام احمد کے قول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب عطیہ یہ کہتا ہے کہ فلان رقا

ابو سعید سے مروی ہے اس سے مراد ابو سعید خدری نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ اتفاق سے یہ روایت بھی عطیہ نے ابو سعید سے نقل کی ہے یعنی کلبی کذاب

سے۔ آئیے اب اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرمائیں۔
شبه ہوتا ہے کہ کلبی کا تعارف پہلے بھی ہو چکا ہے تحقیق کر لیں۔

مورخ کلبی۔ اس کا نام محمد بن السائب ہے۔ قبیلہ بنو کلب سے تعلق رکھتا ہے
ابو النضر اس کی کنیت ہے مشہور مورخ، مفسر اور ماہر انساب ہے۔ تفسیر میں اس کا

کتاب آج کل تفسیر ابن عباس کے نام سے مشہور ہے جو بقول کلبی کے اس ابو النضر
سے سنی ہے۔ ابو صالح نے ابن عباسؓ سے۔

اس کلبی کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔

سفیان ثوری نے کلبی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابو صالح نے ایک بار کہا تو مجھ سے ابن عباسؓ کی جو روایات بیان کرتا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

ابو معاویہ کہتے ہیں۔ میں نے کلبی سے سنا ہے جتنا جلد میں نے قرآن یاد کیا ہے اتنا جلدی قرآن کسی نے یاد نہیں کیا۔ میں نے چھ یا سات روز میں قرآن یاد کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی اور کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ میں نے اپنی داڑھی اپنی مٹھی میں اس ارادے سے لی کہ نیچے سے کاٹوں گا۔ لیکن اوپر سے کاٹ دی۔

یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ مجھ سے کلبی نے کہا۔ کہ جو چیز بھی میں یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ ایک بار حجام آیا۔ میں نے داڑھی مٹھی میں پکڑی کہ نیچے سے کٹاؤں گا۔ لیکن اس سے یہ کہہ بیٹھا کہ اوپر سے کاٹ دو۔

سفیان ثوری کہتے ہیں اس کلبی سے بچو۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ بھی تو اس سے روایت لیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچان لیتا ہوں۔ بخاری کہتے ہیں اس ابو النضر انکلی کو یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمن بن مہدی نے چھوڑ دیا ہے۔ اور یحییٰ بن سعید نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے مجھے خود یہ بات بتائی کہ ابو صالح کے نام سے میں نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں (یعنی تفسیر ابن عباسؓ تو خالص جھوٹ ہوئی۔ کیونکہ اس میں سب روایات ابو صالح کے واسطے سے ہیں)

یحییٰ بن یعلیٰ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں کلبی کے پاس جاتا۔ اور اس سے تفسیر قرآن پڑھتا۔ ایک روز میں نے اسے یہ کہتے سنا کہ میں ایک بار سخت بیمار ہو گیا۔ اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب کچھ بھول گیا۔ میں آٹل محمدؐ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے میرے منہ میں تھوکا جس سے مجھے سب کچھ بھولا ہوا یاد آ گیا۔ یعلیٰ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد قسم کھالی کہ میں کلبی سے کوئی روایت نہیں لوں گا۔ اس کے بعد میں نے اس سے روایت ترک کر دی۔

کاش کبھی ہمیں یہ تو بتا جاتا کہ اس کے مُنہ میں کن کن اشخاص نے تھوکا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ دوبارہ بھول گیا ہے۔ ہاں ہیں حیرت اس پر ہے کہ عبد الحمید ایرانی ایسی اونچی ہستیوں کا اپنی کتاب میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ کہیں یہ عبد الحمید تو نہیں بھول گیا۔ کیونکہ اس دور میں اس طریقہ علاج سے بڑی دشواری پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ آجکل ہر شیعہ آل محمد ہے۔ اس طرح اسے کروڑ ہا افراد سے تھکوانا ہوگا۔ ہاں اگر اسے یہ ممکن نظر نہ آئے تو سینوں میں سید اور شاہ جی بہت سے موجود ہیں ان سے تھکوا لے کیونکہ دم درد کے نام سے انہوں نے یہی ہمیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ آدم برسر مطلب۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کبھی سبائی تھا۔

اعمش کہتے ہیں ان سبائیوں سے بچو۔ کیونکہ میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے وہ انہیں کذاب کہا کرتے تھے۔

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی سے سنا وہ کہتا تھا کہ مجھ سے ابوصالح نے کہا کہ مکہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جسے اور جس کے باپ کو میں نہ جانتا ہوں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں خاص طور پر وہ روایت جو ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے نقل کرے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ کبھی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو اس کے دعویدار تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اور وہ دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے اور دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ یہ لوگ جب کوئی بادل دیکھتے تو کہتے کہ امیر المؤمنین اس میں متشریف فرما ہیں۔

یعنی امام غائب اور مہدی کی آمد کا چکر تو ایک فریب ہے۔ بلکہ خود حضرت علیؓ تشریف لائیں گے۔ اور ابھی اس بات کے منتظر ہیں کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جائے تو میں جاؤں۔ یہاں کا بادلوں میں گھومتا۔ اس مسئلہ کو سائنس دانوں سے حل کرایا جائے۔ اور جتنا جلد حل کر لیا جائے اچھا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ امریکہ یا روس کے

ہتھے چڑھ جائیں۔

ہمام کا بیان ہے کہ کبھی کہا کرتا تھا میں سبائی ہوں۔

کبھی اس کا دعویٰ کرتا تھا کہ جبرائیلؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آئے لیکن حضورؐ اگر بیت الخلا تشریف لے جاتے تو وہ علیؑ پر وحی کر کے چلے جاتے۔

سوال یہ ہے کہ ایسا حادثہ روز بروز ہوتا تھا یا گاہ بگاہ۔ اور چونکہ کبھی مؤرخ بھی ہے اس تاتے وہ یہ بھی بتا دے کہ حیات رسولؐ میں گھروں میں بیت الخلا ہوتے تھے یا نہیں۔

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا۔ کیا کبھی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؓ) کا مطالعہ جانکر ہے۔ فرمایا نہیں۔

ابن عیین کہتے ہیں کبھی ثقہ نہیں۔ جو زجانی کہتے ہیں کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت کہتی ہے متروک ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کا مذہب بھی ظاہر ہے۔ اور اس کا جھوٹا ہونا بھی ظاہر ہے۔ یہ ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے تفسیر روایت کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالح نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ اور کبھی نے ابو صالح سے دو چار باتیں ہی سنی تھیں اس کبھی کو جب جھوٹ بولتا ہوتا ہے تو ابو صالح کو قبر کی گہرائیوں سے باہر نکال لاتا ہے۔ اس کا کتاب میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ کجا کہ اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کرنا۔ (میزان ج ۳ ص ۵۵۵)

اس لحاظ سے یہ روایت ابو سعیدؓ یعنی کبھی کذاب کا ایک جھوٹ ہے۔

تین درہم کی کہانی

ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کیا میں نے تین درہم دھوکے سے رکھ لئے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ دھوکہ سے کیوں رکھے تھے۔ اس نے عرض کیا میں محتاج تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے فضل اسے یلو۔

اور دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ کے ذمہ میرے تین درجہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہم کسی کہنے والے کو جھوٹا نہیں کہتے اور نہ اس سے قسم لیتے ہیں۔ اے فضل اسے تین درجہ دیدہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں بہت جھوٹا ہوں، بہت بدکار ہوں اور بہت سوتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے اللہ سے صداقت عطا فرما۔ اور اس سے نیند کو دور فرما۔

پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا میں بہت جھوٹا ہوں اور میں منافق ہوں۔ اور کوئی شے ایسی نہیں جو میں نے نہ کی ہو۔

حضرت عمرؓ بولے تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کی رسوائی اے عمرؓ آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ اے اللہ سے صداقت اور ایمان عطا فرما اور اسے خیر عطا فرما۔

ابن عباسؓ سے یہ کہانی عطار نے نقل کی ہے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں عطار بن ابی رباح اور عطار بن یسار سے تو یہ روایت مروی نہیں۔ مجھے ڈر ہے یہ عطار الخراسانی ہے کیونکہ ابن عباسؓ سے یہ مرسل روایت نقل کرتا ہے۔ اور عطار الخراسانی قابل قبول نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اِدھر اُدھر سے لے کر ایک جھوٹی کہانی تیار کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی قاسم بن یزید بن عبد اللہ بن قبیط ہے۔ اس کی یہ روایت منکر ہے عقیلی نے اسے محمول قرار دیا ہے۔ (میزان جلد ۳ ص ۳۸)

مجالد کا بیان ہے کہ میں ابو الوداک پر گواہی دیتا ہوں اور ابو الوداک نے ابو سعید پر گواہی دی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں۔

اہل جنت کا علیین کو ستاروں کے مانند دیکھنا

آپ نے ارشاد فرمایا اہل جنت علیین کو ایسے ہی دیکھتے ہیں۔ جیسے تم ستاروں کو دور کے کنارے دیکھتے ہو۔ اور ابو بکرؓ نے فرمائی ہیں کہ تمہیں اور وہ بہت اچھے ہیں۔

یہ روایت ابن حبان نے نقل کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ اسمعیل کا بیان ہے کہ وہ قتالہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے یہ روایت بیان کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے عطیہ سے سنا اور عطیہ نے گواہی دی کہ اس نے ابوسعید سے اور ابوسعید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔

اس کا ایک راوی قتالہ بن سعید الہمدانی ہے۔ کمزوری کے باوجود مشہور محدث ہے۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ وہ روایات جو عام محدثین مثل طور پر پیش کرتے ہیں یہ انھیں مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اشع کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے تھے۔ اور عبد الرحمن بن مہدی اس کی روایت نہیں لیتے تھے۔

فلاس کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر تو یہ چاہے کہ قتالہ تمام روایات اس ایک سند سے بیان کرے۔ عن اشع عن مسروق عن عبد اللہ تو وہ تمام احادیث اسی سند سے بیان کر دے گا (یعنی اسے بڑا جھوٹ بولنے میں کوئی باک محسوس نہ ہوگا)

قتالہ الطحان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو فہ گئے۔ لیکن آپ نے قتالہ سے کوئی روایت نہیں لکھی۔ اس کی کیا وجہ؟ انھوں نے فرمایا اس لئے نہیں لکھی کہ اس کی داڑھی لمبی تھی (یعنی داڑھی طویل ہونا حاکم کی دلیل ہے۔ اس کا صحیح جواب تو غیر مقلد بن ہی دے سکتے ہیں۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۴۳۳)

آسمانوں میں زمرہ اور عقیق کے گھوٹے

حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

نقل کیا ہے کہ جب جبرائیلؑ مجھے آسمان میں لے کر گئے وہاں دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے جن کے نگام لگی ہوئی تھی وہ گھوڑے زلید کرتے تھے اور نہ پیشاب۔ ان کے سر یا قوت کے تھے۔ ان کے کھڑسبز زمرہ کے تھے اور ان کے بدن زرد عقیق کے بنے ہوئے تھے۔ ان سب کے پر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا۔ یہ گھوڑے کس کے لئے ہیں۔ جبرائیلؑ نے بتایا یہ ابوبکر و عمر سے محبت کرنے والوں کے لئے ہیں۔ جن سوار ہو کر یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کی زیارت کریں گے۔

اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن مرزوق ہے۔ جو اس کی کوئی پردہ نہیں کرتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے عفان کی جانب منسوب کر کے یہ جھوٹ بیان کیا ہے۔ (میزان ۳۶۰ ص ۶۳۸)

فضائل عمرؓ کی کثرت

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس ابھی ابھی جبرائیلؑ آئے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ اے جبرائیلؑ آسمان میں جو عمرؓ کے فضائل ہیں وہ مجھ سے بیان کرو۔ جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ اے محمدؐ آسمان میں جو عمرؓ کے فضائل ہیں اگر میں تجھ سے بیان کروں تو نوحؑ اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال ٹھہرے تو اتنی عمر بھی عمرؓ کے فضائل بیان کرنے میں کم ہوگی۔ حالانکہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی پائی ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ ابوالفتح الازدیری کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی سمیع الضیف ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ دلیہ مجہول ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ولید ایسی منکر روایات بیان کرتا ہے جو کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔
(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہمہ ج ۱ ص ۱۷۱)

ابن حبان نے جس ولید کا ذکر کیا ہے وہ ولید بن الفضل العززی ہے۔ اس سے حسن بن عرفہ نے روایت لی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ راوی موضوع عروایات بیان کرتا ہے۔ اس کی روایات کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی مذکورہ روایت ابن عرفہ نے اسمعیل بن عبید سے نقل کی ہے۔ اور اسمعیل بن عبید ایک ہلاک کرنے والا شخص ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ (میزان جلد ۴ ص ۳۳۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ایک روز عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا تو نے یہ بات کہی۔ لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سورتِ عمر سے بہتر کسی انسان پر طلوع نہیں ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں عبد الرحمن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اور عبد الرحمن کی اس روایت کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔

رباعی عبد اللہ بن داؤد تو ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ انتہائی منکر ہے بشایہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔
اعل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ جلد ۱ ص ۱۹۵

ترمذی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس سند کے علاوہ اس کی کوئی اور سند نہیں جانتے اور اس روایت کی یہ سند کچھ نہیں۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۳)

محشی اعل المتناہیہ لکھتے ہیں اس روایت کو عقیلی نے اپنی ضعفوں ذکر کیا ہے۔ اسے ترمذی نے جلد دوم اور حاکم نے جلد سوم پر بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی حاکم کے اس قول پر اعتراض کیا۔ اور کہا اس عبد اللہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا۔ اور عبد الرحمن پر

کلام ہے۔ اور یہ روایت موضوع کے مشابہ ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ یہ روایت جھوٹ ہے۔

اس کا ایک راوی عبدالرحمن ابن اخی محمد بن اعنکدر ہے۔ اسے کوئی نہیں پہچانتا اور نہ کوئی اس کی روایت نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت عبداللہ بن داؤد التمار نے نقل کی ہے۔ اور عبداللہ بن داؤد تو ایک آفت ہے۔ پھر ذہبی نے مذکورہ روایت پیش کی۔ (میزان الاعتدال۔ ج ۲ ص ۶۴)

عبداللہ بن داؤد التمار۔ یہ شخص واسطہ کار ہونے والا ہے۔ اس لئے اسے واسطی کہا جاتا ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں اس کی روایات میں منکرات لاتعداد ہوتی ہیں۔ ابن حبان اور ابن عدی نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔

ابن عدی اس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ یہ عبدالرحمن ابن اخی محمد بن المنکدر کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ پھر ابن عدی نے یہ روایت نقل کی۔

پھر ذہبی نے اس کی چند روایات نقل کرنے کے بعد یہ روایت نقل کی کہ اس عبداللہ بن داؤد نے حاد کے ذریعہ مختار بن مفل سے نقل کیا ہے۔ اس نے حضرت انس سے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے اور اس میں سورت فاتحہ اور پندرہ بار اذکار الزلزلت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر اور قیامت کے روز خطرناکیوں سے بچا دے گا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انشاء اللہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ بلکہ اس میں ہر برائی موجود ہے۔ اور یہ روایت اس کا جوت

پیش کر رہی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ اور بخاری یہ بات سوائے اس شخص کے کسی کے لئے نہیں بولتے جسے وہ مہتمم کرنا چاہتے ہو۔

حضرت عمر کا غضب اللہ کا غضب ہے

حضرت علی بن ابی طالب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اے لوگو عمرؓ کے غضب سے بچو کیونکہ اللہ اس وقت غضبناک ہوتا ہے جب عمرؓ
غضبناک ہوتے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح
طور پر ثابت نہیں۔

ابو بکر الخطیب کا بیان ہے کہ ابونعمان کا نام محمد بن عبد اللہ الخفاس ہے۔
جو ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ۱۹۶)
حضرت عقیقہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ
تعالیٰ عرفہ کی شام عمرؓ کے ذریعہ فخر فرماتا ہے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا ایک راوی مشرح
بن عابدان ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ رہ گیا ابن کثیرہ تو اس کی روایت
انتہائی ردی ہوتی ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی
روایت کو دلیل میں پیش کیا جائے۔ رہ گیا بکر بن یونس بخاری اور ابو حاتم کا بیان
ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی
ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۶)
ابن کثیرہ کا حال سابقہ جلدوں میں گزر چکا لیکن اس وقت بکر بن یونس اور
مشرح بن عابدان کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

مشرح بن عابدان مصری ہے۔ عقیقہ بن عامر سے روایات کرتا ہے۔ اس کی
روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابی ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ صدوق ہے۔ ابن
حبان نے اسے کمزور قرار دیا۔ عثمان بن سعید نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ
ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی کثرت ابو مصعب ہے۔ عقیقہ سے منکر

روایات نقل کرتا ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اس سے لیث اور ابن ابیہ نے روایت لی ہے۔

عقیلی نے کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا اور اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ شخص مجال کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنے آیا تھا اور اسی نے کعبہ پر چلانے کے لئے یغین نصب کی تھی۔ (میزان ج ۴ ص ۳۸۸)

بکر بن یونس۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ موسیٰ بن علی اور لیث سے روایات نقل کرتا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان نے اسے ضعیف قرار دیا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی بیان نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے مشروح والی روایت نقل کی ہے جو انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۳)

عرفہ کے روز اللہ تعالیٰ عمر پر فخر کرتا ہے

حضرت عقبہؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام کو عمرؓ کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی منکر ہے۔

اس کا راوی بکر بن یونس بن بکر ہے جو ابن ابیہ سے یہ حدیث روایت کر رہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ اکثر ایسی روایات بیان کرتا ہے جو اور کوئی نہیں کرتا۔ (میزان جلد ۳ ص ۳۴۸)

بکر بن یونس بن بکر کا استاد عبد اللہ بن ابیہ بھی ناقابل اعتبار ہے۔ جس کا حال پہلے حصوں میں بیان کیا جا چکا۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عرفہ کے روز لوگوں پر فخر کرتا ہے۔ اور خاص طور پر فخر کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس کا راوی موسیٰ بن عبد الرحمن دجال ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ موسیٰ بن عبد الرحمن الشافعی الصنعائی (المعلل المتنبیہ فی احادیث الوابیہ ج ۱ ص ۱۹۴)

معروف شخص ہے لیکن ثقہ نہیں ہے۔ ابن حبان اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہ شخص دجال ہے۔ اس نے ابن جریر جرح اور عطا کے واسطے ابن عباس سے ایک کتاب تفسیر میں وضع کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ یہ شخص ابو محمد المفسر کے نام سے مشہور ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔

”میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔“

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

موسیٰ بن عبد الرحمن نے یہ روایت ابن جریر جرح سے نقل کی ہے۔ جس کا نام عبد الملك بن عبد العزیز ابن جریر ہے۔ ابو خالد اس کی کینیت ہے کہ کا باشندہ ہے۔ مشہور ایک ثقہ فرد ہے۔ حدیث سے کام لیتا ہے۔ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔ سب اس کے ثقہ ہونے پر متعلق ہیں۔ (لیکن) انھوں نے اپنی زندگی میں ستر متع فرمائے تھے اور یہ متع جائز سمجھتے تھے۔ اور یہ اپنے زمانہ کے اہل مکہ کے فقیہ ہیں۔ عبد اللہ بن یحییٰ احمد کا بیان ہے کہ ابن جریر جرح روایات کو مرسل بیان کرتا نہیں میرے والد موضوع قرار دیتے۔ اور کہتے یہ ابن جریر جرح تو اس کی بھی پرواہ نہ کرتا کہ روایت کہاں سے نقل کر رہا ہے۔

(ہم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو فقیہ مکہ ہو اور مشہور متع باز ہو)

یہ ابن جریر جرح مرسل ہے اور مدلس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی چچ

عن کے ذریعہ روایت کمرے (اور یہ روایت بھی عن سے مروی ہے)

اللہ تعالیٰ کا حشر عمر بن مسعودؓ کے جنت میں داخل کرنا

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق تعالیٰ سب سے اول عمر بن الخطابؓ سے تین بار مصافحہ فرمائیں گے۔ اور سب سے اول عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ داؤد بن عطاءؓ کہتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اسے کسی حال میں پیش کرنا حلال نہیں۔ اس کی ایک اور بھی سند ہے۔ جس میں ابوالنضر سی ہے جو کذاب ہے اور محمد بن ابی حمید کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔

۱۹۶

(العلل المتناہیۃ فی احادیث الہادیۃ ۱۴۰)

میں نے مسند میں سنن ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا جو قرآن محل میں چھپا ہوا ہے۔ وہاں بھی میں نے اس حدیث پر کلام کیا تھا۔ آج دوبارہ مختصر کلام کئے دیتا ہوں۔ داؤد بن عطاء المدنی۔ اس کی کینت ابوالیمان ہے۔ زبیر کے غلاموں میں سے ہیں۔ صرف ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ اسے داؤد بن ابی عطاء بھی کہا جاتا ہے۔ زید بن اسلم اور صالح بن کیسان سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے اوزاعی جو اس کے شیخ بھی ہیں۔ ابراہیم بن المنذر اور عبد اللہ بن محمد الاوزعی روایات نقل کرتے ہیں۔

امام احمد کا بیطن ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ پھر ذہبی نے یہ روایت نقل کر کے اسے منکر قرار دیا۔

جہاں تک دوسری سند کا تعلق ہے تو اس میں ابواللیثی مشہور کذاب ہے اور اس کی سند میں محمد بن حمید بھی ہے۔ جو مشہور دوسرے ہے اور کذاب ہے۔

نسائی کا بیان ہے یہ شخص ثقہ نہیں۔ اس سے ابوطاؤ، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ شخص یعقوب ثنی سے روایات نقل کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ شخص منکرات نقل کرتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض

ہے۔ (اس ابن حمید کا تفصیلی حال پہلے کسی حصہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ وہاں

دیکھ لیں)

نبی کریم و حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر بچہ کی نافذ میں اس مٹی کا اثر ہوتا ہے جس سے وہ انسان پیدا کیا گیا ہے جب انسان بڑھا پلے کو پہنچ جاتا ہے تو اسے اس مٹی کی جانب پہنچایا جاتا ہے۔ اور وہ اس میں دفن کیا جائے گا۔ اور میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ہم اسی ایک مٹی میں دفن ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ وار قطنی کہتے ہیں۔ اس روایت میں موسیٰ بن سہل ضعیف ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ موسیٰ بن سہل بن ہارون الرازی۔ اس نے اسحاق ازرق سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۸)

حضور نبی کریمؐ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ زمین اور آسمان میں

سب سے بہتر ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ اولین میں بھی بہتر ہیں اور بعد میں آئے والوں میں بھی بہتر ہیں اور تمام آسمان والوں میں بھی بہتر ہیں۔ اور تمام زمین والوں میں بھی۔ بجز انبیاء و کرام اور رسولوں کے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے اور جبرون کو کوئی نہیں چاہتا

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۹)

ذہبی لکھتے ہیں۔ جبرون بن واقد لاسلمی۔ اس سے محمد بن داؤد القنطری نے مذکورہ روایت نقل کی ہے اور ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ اللہ کا کلام میرے

کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔ یہ ہر دو روایات موضوع ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۸)

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نبی کریمؐ کے لئے ایسے ہیں جیسے حضرت ہارونؓ غرت موسیٰ کے لئے

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابو بکرؓ و عمرؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے ہارونؓ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس روایت کے وضع کرنے والا شاعر ہے (شاعر سے مراد ابو القاسم علی بن الحسن بن علی بن زکریا الشاعر ہے) ابو حاتم کا بیان ہے کہ قرعہ بن سوید حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں مضطرب الحدیث (اعل التناہیہ فی حدیث الواہیہ ج ۱ ص ۱۹۹)

ذہبی رقم طراز ہیں

قرعہ بن سوید بن حجر الباہلی البصری۔ یہ شخص اپنے باپ محمد بن المنکدر اور ابن ابی اللیثک سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے قتیبا اور مستد نے روایا نقل کی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ شخص قطعاً قوی نہیں۔ ابن معین کے اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک بار انھوں نے ثقہ کہا۔ اور ایک بار ضعیف کہا۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ شخص مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت حجت میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ نسائی کہتے ہیں یہ شخص ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اسے مہمل قرار دیا ہے اور اس کی سابقہ منکر روایت نقل کی جس کے پورے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو دوست بناتا لیکن تمھارے اس ساتھی نے اللہ کو دوست بنالیا ہے اور ابو بکرؓ و عمرؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰؑ کی جگہ ہارونؓ تھے۔ (میزان ص ۳۹)

محمد بن جریر بن یزید الطبری۔ امام ہے، مشہور مفسر ہے۔ ابو جعفر اس کی کثرت ہے۔ مشہور تصانیف کا مصنف ہے۔ اس کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔

ایک تفسیر اور ایک تاریخ۔ سلسلہ میں اس کا انتقال ہوا۔
 ذہبی کا بیان ہے۔ ثقہ ہے، سچا ہے اس میں تشیع ہے اور اہل بیت کی
 ایسی محبت پائی جاتی ہے جو کسی کو ضرر نہ پہنچائے۔ حافظ احمد بن علی
 السیستانی نے زیادتی کی جو یہ فرمایا کہ یہ شخص رافضیوں کے لئے
 روایت وضع کرتا تھا۔ یہ ایک اتہام ہے جو بدگمانی کے باعث کیا جا رہا
 ہے بلکہ ابن جریر بڑے ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ علماء کا ایک دوسرے پر کلام۔
 بہتر ہے کہ اس سے سچا جائے اور اتنے بڑے امام کے باریں۔ (میزان ص ۴۹۹)
 ابن جریر کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امام الکفر و
 الطغیان ہے۔ اسے مسلم کہنا بھی ایک گناہ عظیم ہے۔

سنت کو لازم پکڑنے والا اہل سنت ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جس شخص
 نے میری سنت کو لازم پکڑا وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 سنت کیا شے ہے۔ فرمایا تیرے باپ اور اس کے ساتھی عمرؓ کی محبت۔
 یہی کا بیان ہے۔ کہ عمرؓ مولیٰ غفرہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ روایات
 میں تبدیلیاں کرتا رہتا تھا اس کی حدیث حجت نہیں اور سعید بن رحمہ کی روایت
 حجت ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ۔ ص ۲۱)
 ذہبی کا بیان ہے۔ کہ

عمرؓ مولیٰ غفرہ۔ حدیث کا باشندہ تھا، کافی عمر والا شخص تھا۔ اس نے ابن عباسؓ
 سے حدیث روایت کی ہے۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ ابن عباسؓ سے اس نے ملاقات کی
 ہے یا نہیں۔ نیز ابن عمرؓ۔ انس بن مالک۔ سعید بن المسیب اور محمد بن کعب وغیرہ
 روایات نقل کی ہیں۔ اس سے بشر بن الفضل، عیسیٰ بن یونس اور ابن شالبور نے حدیث
 روایت کی ہے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کی اکثر احادیث مرسل ہوتی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے ثقہ ہے بہت سی روایات کا ناقل ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ اسی طرح تسانی نے کہا کہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس سے لیٹ بن سعد اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شخص روایات میں تہدلی کرتا رہتا تھا یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مطابق نہیں ہوتیں۔ اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں اور نہ کتابوں میں اس کا ذکر کرنا جائز ہے۔

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے عمر مولیٰ غزوہ سے سوال کیا۔ کیا تو نے ابن عباس سے کوئی روایت سنی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کا زمانہ پایا ہے۔

زہبی کا بیان ہے کہ یہ بات اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سنی بلکہ ابن عباس سے اس کی سب روایات مرسل ہوتی ہیں۔ مسئلہ میں اس کا انتقال ہوا۔

سعید بن رحمۃ بن نعیم المقیصی۔ ابن المبارک سے روایت نقل کرتا ہے اور ابن المبارک کی کتاب الجہاد کا ناقل ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی روایت حجت میں پیش کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ (میزان صفحہ ۱۳۵)

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنے والا مومن و متقی اور بغض رکھنے والا منافق ہے

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبریل ہیں جنہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دی ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے وہی شخص محبت کر سکتا ہے جو مومن و متقی ہو۔ اور ان دونوں سے بد بخت

منافق کے علاوہ کوئی شخص بغض نہیں رکھ سکتا اور جنت مسلمان کی اتنی مشتاق ہے جتنے مسلمان اس کے مشتاق ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابراہیم بن مالک الانصاری کے سلسلہ میں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔

احمد بن عیسیٰ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۲)

ذہبی کا بیان ہے کہ ابراہیم بن مالک الانصاری البصری حماد بن سلمہ وغیرہ

سے روایت کرتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہوتی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک اس ابراہیم سے مراد ابراہیم بن ابرار

ہے۔ لوگوں نے اس کے نام میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اسے باپ کے بجائے

دادا کی جانب منسوب کر دیا۔ (میزان ص ۵۲)

ذہبی ابراہیم بن البراء بن النضر بن انس بن مالک الانصاری کے حال میں

رقم طراز ہیں۔

ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔ باطل روایات بیان

کرتا ہے۔ عقیلی نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے۔ نیز عقیلی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں

سے باطل کہانیاں نقل کرتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی تین باطل روایات

گنائیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ ابراہیم بن البراء بن النضر بن انس کی اولاد میں سے

ہے۔ یہ بوڑھا شام کے چکر لگاتا اور ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل

کرتا۔ اس کا ذکر بجز اس صورت کے جائز نہیں کہ اس پر جرح کی جائے۔

(میزان الاعتدال ص ۳۳)

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کو جو ثواب ملے گا میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔

عنیہ الخولانی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد جن لوگوں کو اسلام پر ثواب دیا جائے گا وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔ اور اگر میں اس ثواب کو بیان کروں جو اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ و عمرؓ کو عطا فرمائیں گے تو میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور دارقطنی کا بیان ہے کہ خلیلہ ضعیف ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ گدیہی احادیث وضع کرتا تھا۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الوابیہ طبع ۲۱۰)
خلید بن دعلج۔ اس کی کنیت ابو جلیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی کنیت ابو عمرو ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ بیت المقدس میں مقیم ہو گیا تھا جسٹن بصری اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے نفیلی اور ابو توبہ الحلیی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ شخص ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے، یہ مضبوط نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن میں دو سرے لوگ بھی روایت کرتے ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ شخص بہت غلطیاں کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ اور صحاح کے مصنفین نے اس کی روایت نہیں لی۔ (میزان ص ۶۳)

گدیہی۔ اس کا نام محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی الکدیری ہے یہ شخص بصرہ کا رہنے والا ہے۔ حافظ ہے لیکن اس کا شمار متروکین میں ہوتا ہے یہ شخص طیالسی۔ خربہ بنی اور اس طبقہ کے لوگوں سے روایات لیتا ہے۔ اور اس سے ابوبکر

قطیفی اور ایک گروہ نے روایات نقل کی ہیں۔

کدیمی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک روڑ علی بن المدینی نے کہا۔ کہ تیرے پاس وہ روایات ہیں جو میرے پاس نہیں۔

کدیمی کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار ایک سو راویوں سے روایات نقل کی ہیں اور میں نے حج کیا۔ اور میں نے عبدالرزاق کو دیکھا ہے لیکن اس سے کوئی روایت نہیں سنی۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کدیمی اچھی معرفت رکھتا تھا۔ اس پر کوئی اعتراض نہ تھا لیکن شاذ کوئی کی صحبت سے اعتراضات شروع ہوئے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کدیمی پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن جان کہتے ہیں اس کدیمی نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کا قول ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے روایات سننے کا دعویٰ کیا جنہیں کبھی دیکھا تک نہیں۔

ابو عبیدہ الآجری کا بیان ہے کہ میں نے ابو داؤد کو دیکھا کہ وہ کدیمی کو مطلقاً جھوٹا کہتے تھے۔ اسی طرح موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز نے اسے کذاب کہا اور اسمعیل خطیبی نے حالت کا ثبوت پیش کیا جو یہ کہا کہ یہ ثقہ ہے۔ میں نے اسکی مجلس سے زیادہ محبوق کہیں نہیں دیکھی۔ سو سال سے زیادہ کی عمر میں شہید ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ۲۵۶ھ

دارقطنی سے اس کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ اس کے بارے میں اچھی بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو اس کے حال سے واقف ہو۔

دارقطنی کا یہ بیان بھی ہے کہ مجھ سے ابو بکر احمد بن المطلب البہامی نے بیان کیا ہے کہ ہم ایک روز قاسم بن زکریا المطرز کے پاس بیٹھے تھے وہ اپنی کتاب میں کدیمی کی ایک روایت پر سے گزرے تو انھوں نے اس روایت

کی قرأت نہیں کی تو محمد بن عبد الجبار کھڑے ہوئے۔ اور یہ محمد کدیبی کی اکثر روایا
نیستے۔ انھوں نے شیخ سے کہا اے شیخ آپ پر لازم ہے کہ آپ ہمارے روبرو
کدیبی کی روایات بھی بیان کریں تو قاسم بن زکریا المطرز نے انکار کر دیا اور
بولے میں کل جب قیامت کے روز اللہ کے سامنے پیش ہوں گا تو کہوں گا
اے اللہ یہ کدیبی تیرے رسول اور علمائے پر جھوٹ بولتا تھا۔

امت میں سے سب سے پہلے ابو بکرؓ و عمرؓ جنت میں داخل ہوں گے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا۔ اس امت
سب سے اول جنت میں ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہ کے ساتھ
حساب کے لئے رُکا ہوا ہوں گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ عقلی کا قول ہے کہ اصبح مجہول ہے اور اس کی
حدیث محفوظ نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۱۱)
اصبح کا حال ہم پہلے کسی حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ یہی حال سدی کا ہے
یہ ہر دو اشخاص کذاب ہیں۔

جنت میں ایک درخت کے پتوں پر محمد رسول اللہؐ ابو بکر صدیقؓ عمر الفاروقؓ عثمانؓ ذو النورینؓ کا لکھا ہونا

عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت
میں ایک درخت ہے جس کے پتے پر لکھا ہوا ہے۔ محمد رسول اللہؐ ابو بکر صدیقؓ
عمر الفاروقؓ عثمانؓ ذو النورینؓ۔

ابن الجوزی کا دعویٰ ہے۔ ابو حاتم بن حبان کا قول ہے کہ یہ روایت باطل
اور موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن جمیل ہے۔ وہ احادیث وضع کرتا۔

اس سے روایت نقل کرنا بھی حلال نہیں۔ ابو احمد بن عدی کا بیان ہے کہ جریر سے اس علی بن جبیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور علی ثقہ لوگوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور چوری کرتا ہے۔ اس سے ایک شخص نے یہ حدیث چوری کی جس کا نام معروف بن ابی معروف البغنی تھا۔ پھر اس سے اور لوگوں نے یہ روایت چوری کی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی۔ تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان وداؤد بن مظلم قتل کئے جائیں گے۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ابو بکر الصوفی اور محمد بن نجیب دونوں کذاب ہیں۔ یحییٰ بن معین کا دعویٰ یہی ہے۔

(میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت جعفر نے اپنے باپ محمد کے واسطے اپنے دادا زین العابدین سے نقل کی ہے۔ اور زین العابدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بلکہ چاروں خلفاء کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہو سکتا ہے کہ ابو بکر الصوفی کے علاوہ کچھ اور بھی صوفی ہوں۔ کیونکہ اتنا صریح جھوٹ صوفیوں کے علاوہ کوئی نہیں بولتا۔) (الموضوعات ص ۳۳)

حضرت عثمان غنیؓ متعلق روایات

حضرت عثمانؓ کا حضرت ابراہیمؑ کے مماثل ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم عثمانؓ کو اپنے باپ ابراہیمؑ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طود پر ثابت نہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ عمر بن صالح نقل حدیث میں مچھول ہے۔ کوئی شخص اس کی حدیث کی متابعت نہیں کرتا۔ (میراث الاعتدال ص ۲۶۳)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ عمری کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے ابن حبان کہتے ہیں اس پر عبادت کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ یہ شخص خبریں اور احادیث یاد کرنے سے غافل ہو گیا۔ اور اس کی روایات میں منکرات داخل ہو گئیں۔ اس لحاظ سے یہ متروک ہونے کا مستحق ہوا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث اللہ ص ۲۱۲)

حافظ ذہبی رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی یہ شخص عبید اللہ کا بھائی ہے۔ سچا ہے لیکن اس کے حافظ میں خرابی ہے۔ اس نے نافع اور ایک جماعت سے حدیث روایت کی ہے۔

احمد بن مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دارمی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ جب یہ عبداللہ بن عمر نافع سے روایت کرتا ہے تو کیسا ہے۔ انھوں نے جواب دیا نیک ہے فقہ ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی کوئی روایت نہ لیتے۔
 احمد بن حنبل کا کہنا ہے نیک ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ نسائی وغیرہ کا قول
 ہے کہ یہ شخص قوی نہیں۔ امین عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص فی نفسہ سچا ہے۔ احمد
 بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ عبداللہ نیک آدمی تھا۔ جب تک اس کا بھائی عبید اللہ
 زندہ رہا لوگ اس سے حدیث کا سوال کرتے۔ لیکن ابو عثمان کی حیات میں یہ
 کچھ نہ رہا۔

ابن المدینی کا بیان ہے کہ یہ شخص عبداللہ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے
 کہ اس شخص پر نیکی اور عبادت کا غلبہ ہوا۔ حتیٰ کہ یہ روایات کی یادداشت سے
 بھی غافل ہو گیا۔ اور جب اس کی خطائیں زیادہ ہو گئیں تو متروک قرار دیا گیا۔
 ۳۱۰ء میں اس کا انتقال ہوا۔

اس نے سالم کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے میں قبر سے اٹھایا جاؤں گا پھر ابوبکرؓ
 پھر عمرؓ پھر میرے ساتھ اہل بیت قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں حرمین
 میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کو ابن جوزی نے العلل المتناہیہ میں نقل
 کیا ہے۔ اور اسے روایت کرنے والا عبداللہ بن نافع ہے جو ایک وہابی انسان تھا۔
 اور یہ روایت انتہاء سے زیادہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۲۲)

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ میں حفظ مراتب کی ترتیب

حضرت سہل بن ابی حشمہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص
 سے بیعت لی۔ جب وہ شخص آپ کے پاس سے باہر آگیا تو علیؓ نے سوال کیا کہ
 اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر جائیں تو تو اپنا حق کس سے لے گا۔ اس نے
 جواب دیا میں نہیں جانتا۔ علیؓ نے کہا اچھا وہاں جاؤ اور پھر سوال کرو۔ وہ شخص

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ سے۔ جب وہ شخص واپس لوٹا تو علیؓ نے اس سے کہا اچھا واپس جاؤ۔ اور سوال کرو کہ اگر آپؐ بھی مجھیں اور ابو بکرؓ بھی مرجائیں تو میں پھر کس سے حق لوں۔ آپؐ نے جواب دیا عمرؓ سے سوال کرو جب وہ شخص یہ جواب لے کر آیا تو علیؓ نے اس سے کہا جا اور واپس جا کر سوال کرو کہ اگر عمرؓ بھی مرجائیں تو میں پھر کس کے پاس جاؤں۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا۔ آپؐ نے جواب دیا عثمانؓ سے۔ علیؓ نے اس سے کہا کہ اگر عثمانؓ بھی مرجائیں تو تو کس سے سوال کرے گا؟ اچھا تو جا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو کہ اگر عثمانؓ بھی مرجائیں تو میں کس کے پاس جاؤں۔ اس نے آکر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر عثمانؓ بھی مرجائیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو نبیؐ مرجانا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کی سند درست نہیں۔ اس کا ایک راوی (صوفی) سلم بن میمون الخواص ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کو سلم بن میمون کے علاوہ کوئی زوایت نہیں کرتا۔ عقیلی کہتے ہیں۔ سلم بن میمون منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور کوئی شخص اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سلم جو روایات کرتا ہے اس میں یہ قطعاً حجت نہیں۔ (العلل المتبابہ فی احادیثہ) ذہبی رقم طراز ہیں۔

سلم بن میمون الزاہد الرازی الخواص۔ امام مالک اور ابن عیینہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سلم سے محمد بن عوف اور سعد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے روایات نقل کی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متعدد احادیث مختلف سنداً تبدیل کر کے بیان کرتا ہے۔ اور ان سنداً کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس کا شمار صوفیاء کبار میں ہوتا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ اہل شام کے بڑے زاہدوں میں شمار ہوتا تھا۔

اس پر نیکی کا غلبہ ہوا۔ حتیٰ کہ حدیث یاد رکھنے کی جانب سے غافل ہو گیا۔ ۱۔
یہ شخص حجت نہیں۔

پھر ذہبی نے اس کی مذکورہ روایت پیش کی
عقلی کہتے ہیں یہ شخص منکر احادیث نقل کرتا ہے جنہیں کوئی بیان نہیں کرتا
(گویا یہ سب خود ساختہ ہوتی ہیں جو صوفیاء کا ہمیشہ کا مرض رہا، ابو حاتم کہتے
ہیں اس کی کوئی روایت نہ لکھی جائے۔ (میزان حجت ۱)

ہرنی کی اُمت میں اس کا ایک دوست ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
ہرنی کا اس کی اُمت میں ایک دوست ہوا کرتا ہے۔ اور میرے دوست عثمانؓ
بن عفان ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں
احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اسحاق بن نجیح لوگوں میں سب سے جھوٹا انسان ہے
یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ یہ شخص جھوٹ بولنے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر جھوٹ گھڑنے میں مشہور ہے

جہاں تک زید بن مروان کا تعلق ہے تو بھی کہنے میں یہ مشہور کذاب ہے۔
ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ اسے
کسی حال میں حجت نہیں مانا جا سکتا۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ مشکم
حافظ ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

اسحاق بن نجیح الملقب۔ یہ شخص عطاء الخراسانی اور ابن جریر وغیرہ سے
روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی کثرت ابوصالح ہے اور ایک ضعیف قول یہ ہے
کہ اس کی کثرت ابو زید ہے۔ اس سے علی بن حجر سدید بن سعید۔ احمد بن
بشار الصیرفی۔ محمد بن منصور الطوسی۔ حسین بن ابی زید الدباغ اور ابراہیم بن

راشد الدینی نے روایات نقل کی ہیں۔

امام احمد کا بیان ہے کہ یہ لوگوں میں سب سے جھوٹا انسان ہے یہ بھی کا بیان ہے کہ یہ شخص جھوٹ بولنے اور احادیث گھڑنے میں مشہور ہے۔ یعقوب نسوی کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ فلاس کہتے ہیں یہ شخص تو کھلم کھلا احادیث وضع کرتا تھا۔

یزید بن مروان الخلال نے اسحاق بن نجیح کے ذریعہ گذشتہ حدیث روایت کی۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کے باطل ہونے پر یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے ”کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو دوست بنانا تو ابو بکرؓ کو اپنا دوست بناتا“

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اس اسحاق سے اس کا بیٹا عبد اللہ نقل کرتا ہے یہ اسحاق بن نجیح سب سے جھوٹا انسان ہے۔ یحییٰ اور ابن سیرین سے ابو حنیفہ کی رائے نقل کرتا ہے۔

احمد بن محمد بن القاسم بن المحرز کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا کہ اسحاق بن نجیح الملقیٰ کذاب ہے۔ اللہ کا دشمن ہے اور ایک بہت بُرا آدمی اور خبیث انسان ہے۔

عبد اللہ بن علی المدینی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے اسحاق مطلق کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا۔ یہ کچھ نہیں۔

پھر ابن عدی نے اس کی متعدد متکرات نقل کیں اور فرمایا یہ سیاسی کی وضع کردہ ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے ابو سعید خدری سے ایک وصیت نامہ بھی نقل کیا ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے طریقے سکھا۔ ذہبی اس دجال پر غور کر کہ یہ کس قسم کی جرأت کر رہا ہے۔ (میزان ص ۳۱۲)

یزید بن مروان الخلال۔ مالک اور ابن ابی الزناد وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ شخص کذاب ہے عثمان دارمی کا بیان ہے میں نے

میں نے اسے بڑھاپے میں دیکھا ہے۔ اور یہ شخص ضعیف ہے اور بات وہی ہے جو
 یحییٰ نے کہی ہے۔ (میزان ۱/۳۹۹)

حضرت عثمانؓ کیلئے جنت کی پیش گوئی

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی منبر پر چڑھتے اور
 اترتے تو فرماتے کہ عثمانؓ جنت میں جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ عقلی کہتے ہیں حفص بن عمرؓ سے
 باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ شخص کذاب ہے۔

(اعل المتناہیہ ص ۲۲۲)

حفص بن عمرؓ نے یہ روایت اوزاعی سے نقل کی ہے جو تلبیس میں مشہور زمانہ
 ہیں۔ او ما اوزاعیؓ نے عطار سے۔ یہ کون سے عطار ہیں جن سے اوزاعیؓ نے روایات نقل
 کیں۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

جنت کے سیب میں سے خور کا برآمد ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
 مجھے آسمان پر لیا گیا تو میں ساتویں آسمان پر پہنچا۔ اچانک میری گود میں ایک
 سیب آگرا۔ میں نے اسے ہاتھ میں پکڑا تو وہ پھٹ گیا "اھ اس میں سے قہقہہ
 لگاتی ہوئی حور نکلی۔ میں نے اس سے سوال کیا یہ بتا تو کس کے لئے ہے اس نے
 جواب دیا میں مقتول شمشیر عثمان بن عفان کے لئے ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔ اس کا راوی محمد بن سلیمان بن ہشام ہے۔ ابن عدی
 کہتے ہیں یہ روایت کو موضوع بنانا اور سند چوری کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ
 کسی حال میں اس سے احتجاج جائز نہیں۔ ابو بکر خطیب کا بیان ہے کہ اس کی سند
 میں محمد بن سلیمان بن ہشام کے علاوہ ثقہ ہیں۔ اور تمام اعتراضات اسی راوی پر

واقع ہوتے ہیں (الموضوعات ص ۳۲۱)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی اور بھی سندات ہیں۔ مثلاً یہ روایت حضرت عقبہ کی جانب بھی منسوب کی گئی اور اس کی دو سندات ہیں۔ پہلی سند میں اصبرہانی ہے جس کی توثیق ممکن نہیں۔ دوسری سند میں عبدالرحمان بن عفان ہے جو مجہول ہے۔

اس طرح یہ روایت حضرت انس سے بھی دو سندات سے مروی ہے۔ اول دونوں کا مرکزی راوی یحییٰ بن شعیب ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ سفیان ثوری سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو ثوری نے کبھی بیان نہیں کی۔ اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس کی ایک سند میں عباس بن محمد العلوی ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ عمار بن ہارون سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی اور اس روایت کی کوئی اصلیت نہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نہ حضرت انسؓ کے کلام میں۔ نہ ثابت اور حماد کے کلام میں۔ عقلی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ (الموضوعات ص ۳۲۱)

محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ کی گفتگو

زید بن اسلم نے اپنے والد اسلم سے نقل کیا ہے کہ میں عثمانؓ کی خدمت میں اس روز حاضر ہوا جس روز ان کا محاصرہ کیا گیا تھا۔ اور اگر اوپر سے کوئی پتھر پھینکا جاتا تو کسی نہ کسی کے سر پر گرتا۔ میں نے عثمانؓ کو دیکھا کہ آپ نے اس کھڑکی سے جھانکا جو مقام جبریل کے قریب تھی اور فرمایا اے لوگو کیا تم میں طلحہؓ ہیں؟ سب خاموش رہے۔ عثمانؓ نے دوبارہ فرمایا۔ کیا تم میں طلحہؓ موجود ہیں؟ پھر بھی خاموشی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے سہ بارہ فرمایا کیا تم میں طلحہؓ موجود ہیں؟ اس پر طلحہؓ بن عبد اللہ کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں تجھے اسی جگہ

دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تجھے ایسی جماعت میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تو میری آواز سنتا
تیں یا یہی بات فرمائی پھر بھی تو مجھے جواب نہیں دیتا۔ اے طلحہ میں تجھے اللہ کی قسم
دے کر پوچھتا ہوں کیا میں اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس
مقام پر نہیں تھے۔ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا جی ہاں اس پر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے طلحہؓ کوئی نئی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا جنت میں
ایک ساتھی نہ ہو۔ اور عثمانؓ بن عفان جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔
طلحہؓ اس پر بولے آپ نے سچ کہا اور اس کے بعد طلحہؓ لوٹ گئے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ جہاں تک ابوعبادۃ الزرقی
کا تعلق ہے تو اس کا نام عیسیٰ بن عبد الرحمن بن قردہ ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے
ہیں یہ ضعیف ہے متروک کے زیادہ قریب ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے
اور قاسم بن حکم کے بارے میں ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ (اعلالتناجیہ)
ذہبی لکھتے ہیں۔ ابو عبادہ کا نام عیسیٰ بن عبد الرحمن ہے۔ اس کی کنیت
ابو عبادہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی کنیت ابو عبادہ ہے۔ یہ شخص زرقی
ہے۔ زہری سے روایات نقل کرتا ہے۔

نسائی کہتے ہیں، متروک ہے۔ ابو زرہ کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔
ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ شخص متروک جیسا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت
تبدیل شدہ ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۱۷)

قاسم بن حکم بن اوس، بصرہ کا رہنے والا ہے۔ ابو عبادہ زرقی سے نقل
کرتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں مونی۔ (میزان ص ۳۱۷)

نبی کے ہاتھ میں کنکریوں کا سلیج پڑھنا

سوید بن یزید کا بیان ہے کہ میرا مسجد سے گزر ہوا اور ابوذر مسجد میں بیٹھ
ہوئے تھے۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کے پاس بیٹھ گیا اتفاق سے

انہوں نے عثمان کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے کہ میں عثمان کے لئے اس واقعہ کے بعد بھلائی کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ دراصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتوں کا متلاشی رہتا تھا کہ میں آپ سے کچھ سیکھ سکوں۔ اتفاق سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ ایک باغیچہ میں داخل ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تو کیوں آیا۔ میں نے عرض کیا اسے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

اتنے میں ابو بکرؓ آگئے۔ انہوں نے آکر سلام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔ پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے بھی سلام کیا اور ابو بکرؓ کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔ پھر عثمانؓ آئے اور انہوں نے سلام کیا اور عمرؓ کے داہنی جانب بیٹھ گئے۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سات یا نو کنکریاں لیں اور انہیں اپنی پتھیل میں رکھا۔ وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ مجھے ان کی اسی طرح آواز آئی جیسے تنے کے رونے کی آواز آتی تھی۔ پھر آپ نے ان کنکریوں کو نیچے رکھ دیا وہ چپ ہو گئیں۔ پھر آپ نے انہیں اٹھا کر ابو بکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ اسی طرح تسبیح کرنے لگیں جس طرح بتا روایا تھا۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا لیا وہ پہلے کی طرح خاموش ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا کر عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں اسی طرح جیسے کھجور کا بتا روایا تھا۔ پھر حضورؐ نے ان کنکریوں کو اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔ پھر کنکریاں اٹھائیں اور عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کے رونے کی آواز اسی طرح سنی جیسے کھجور کے تنے کی آواز رونے کی سنی تھی۔ پھر آپ نے ان کو سنبھایا۔ تو وہ خاموش ہو گئیں۔

ان جوہی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ کیونکہ محمد بن معین کا بیان ہے کہ صالح بن ابی الاخطرؓ نے اس پر سنی ہوئی حدیث

اور غیر سنی ہوئی روابط مخلوط ہوئی اور وہ ہر ایک کو حدیث کہہ کر بیان کرنے لگا۔ اس لحاظ سے یہ اس قابل نہیں کہ اس کی روایات نقل کی جائیں۔ اسی طرح قریش بن انس کو بھی اختلاط واقع ہوا۔ اور وہ بھی اس قابل نہیں کہ اسے حجت سمجھا جائے۔

(العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۱)

صالح بن ابی الاخضر۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس کی روایات ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین۔ نسائی اور بخاری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ عباس دوری اور عثمان البتی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ صالح کچھ نہیں۔ اس صالح سے عبدالرحمان بن مہدی اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ ہم نے صالح بن ابی الاخضر سے زہری کی روایات کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے زہری سے کچھ روایات سنیں، کچھ اس کے سامنے پیش کیں۔ اور کچھ روایات اس سے نہیں سنیں لیکن میں اب سب کچھ بھول گیا ہوں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ان ضعیف روایات میں سے ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ شخص ہشام بن عبد الملک الاموی کا غلام ہے اور اس لائق ہے کہ اسے حجت نہ سمجھا جائے۔ عجل کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے لیکن یہ حجت نہیں۔ جو زجانی کہتے ہیں یہ روایت حدیث میں متہم ہے ابو زرعہ کہتے ہیں یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ اسے حدیث میں کمزور قرار دیا گیا ہے۔ اسے یحییٰ القطان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۲۱۲)

قریش بن انس۔ اس سے بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایات لی ہیں۔ یہ ابن عوف اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص سچا ہے مشہور ہے۔ اسے یحییٰ بن معین، نسائی اور علی بن المدینی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں مرنے سے چھ سال قبل اس کے دماغ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بخاری ضعفار میں لکھتے ہیں یہ گھر میں چھ سال تک مخلوط رہا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ سچا آدمی تھا لیکن اسے آخر عمر میں اختلاط ہونے لگا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ وہ کیا چیز بیان کر رہا ہے نتیجہً اس کی روایات میں منکرات بھی داخل ہو گئیں۔ جو اس کی قدیم روایات کے مشابہ نہ تھیں۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ اس کی روایات میں تمیز باقی نہ رہی تو اس کی وہ تمام روایات حجت نہ سمجھی گئیں جن کے نقل کرنے میں وہ منفرد ہو۔ لیکن اس کی جو روایات ثقہ راویوں کے موافق ہو تو وہ ان روایات میں معتبر سمجھا جائے گا۔ (میزان الاعتدال ص ۸۹)

عثمانؓ سے بغض رکھنے پر نبیؐ کا اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھنا

حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا لیکن آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ کسی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے نہیں دیکھا مگر آپ نے اس شخص کی نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ نے بھی اس سے بغض رکھا۔ اس روایت کی دو سندات ہیں اور ہر دو سندات میں محمد بن زیاد نامی شخص موجود ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ یہ کذاب ہے ضعیف ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کذاب ہے ضعیف ہے۔ سعدی اور دارقطنی کا قول ہے کذاب ہے۔ بخاری، نسائی، فلاس اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ شخص ثقہ راویوں کی جانب سے احادیث وضع کرتا۔ اس کا ذکر بھی حلال نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ اس نے جرح کی جائے۔ (الموضوعات ص ۳۳)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اللہ کی تلوار کا میان باہر ہوتا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی ایک ننگی تلوار ہے جو اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک عثمان بن عفان زندہ رہیں گے۔ لیکن جب عثمان قتل کر دیئے جائیں گے تو اس تلوار کو قیامت تک کے لئے میان سے نکال لیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی عمر بن قائد ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں۔ یہ احادیث وضع کرتا دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ایک راوی محمد بن داؤد جھوٹ بولتا تھا۔ (موضوعات ج ۱ ص ۳۳)

نبیؐ کا خواب میں میزان دیکھنا

حضرت معاذ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ترازو کے ایک پہلے میں رکھا گیا اور میری امت کو ایک پہلے میں رکھا گیا۔ پھر دونوں کو تولایا گیا۔ پھر میری جگہ ابو بکرؓ کو رکھا گیا اُسے میری امت کے ساتھ تولایا گیا۔ پھر عمرؓ کو امت کے ساتھ تولایا گیا۔ پھر اس پہلے میں عثمانؓ کو رکھا گیا اور انھیں تولایا گیا۔ پھر میزان اٹھالی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے کئی راوی مجہول ہیں۔ کتاب العلل کا معنی نکستا ہے کہ اس کی سند میں عمر ہے جو انتہا سے زیادہ ضعیف ہے۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۲)

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عمر بن واقد المثنقی۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہیں یہ عمرو بن لیس بن میسرہ وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے کئی الو خاظمی اور

بشامہن غمار نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو مسہر کا بیان ہے یہ عمر و کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں میں مکر الحدیث ہے۔
ابن عدی کہتے ہیں اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی روایات لکھ لی جائیں۔ دارقطنی کا
بیان ہے کہ یہ شخص متروک ہے۔ فسوی نے دُحیم سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اساتذہ
اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔ دُحیم کا کہنا ہے گویا انھیں اس امر میں کوئی شک
نہ تھا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اور مروان بن محمد نے بھی اسے کذاب قرار دیا۔
اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کیں کہ یہ روایات عمر و بن اقد
کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ تو ایک ہلاک کرنے والا شخص ہے۔
(میزان الاعتدال ص ۲۹۱)

ابن عباسؓ اس کا خواب

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھا کہ آپ ایک ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ میں آپ کے قریب گیا۔ آپ
ایک نور کا عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھوں میں دو سبز رنگ کے چیل
تھے۔ آپ نے مجھے سلام کیا۔ میں نے آپ کو جواب دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ
میرا شوق آپ کے لئے بڑھ گیا ہے۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ جلدی جلدی
چلنے لگے۔ آپ نے فرمایا آج جنت میں صبح ہی صبح عثمان بن عفان ایک دو لٹھا کی
صورت میں آئے ہیں اور مجھے ان کے عرس میں بلایا گیا ہے۔ (عربی میں عرس
شادی کو کہتے ہیں غالباً اسی لئے عرس بعد میں مرنے کے بعد ہوتا ہے کیونکہ زندگی
میں شادی ایک دھوکہ تھا۔ اصل شادی ایک دوزخ میں مرنے کے بعد ہوتی ہے)
اس روایت کا ایک راوی ابراہیم بن منقوش ہے۔ از دی کہتے ہیں یہ

دن کھول کر احادیث وضع کرتا۔ (موضوعات ج ۱ ص ۳۳)

حضرت عثمانؓ کو خلافت اور شہادت کی پیش گوئی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اچانک ایک آنے والا آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے انسؓ باہر نکلو اور دیکھو کون ہے۔ میں باہر نکلا تو دیکھا ابو بکرؓ موجود تھے حضرت انسؓ کہتے ہیں میں واپس لوٹا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ابو بکرؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا واپس جاؤ اور انھیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔ اور انھیں یہ خبر دو کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر ایک اور آنے والا آیا۔ آپؐ نے فرمایا اے انسؓ جاؤ اور دیکھو کون ہے۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ عمرؓ موجود ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور انھیں اجازت دو اور انھیں جنت کی بشارت دو اور یہ بتاؤ کہ وہ ابو بکرؓ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے فرمایا اے انسؓ باہر جاؤ اور دیکھو کون آیا ہے تو وہ عثمانؓ تھے۔ میں واپس آپؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا آنے والے یا رسول اللہؐ عثمانؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے انسؓ جاؤ اور اسے بتاؤ کہ وہ عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور اسے یہ بھی بتا دو کہ اس کے باعث خون بہینگے۔ اور اسے صبر کا حکم دو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابو ہریرہ بن السقر بن مالک بن مغول نے ابن ادریس کے ذریعہ مختار بن قفل سے روایت کی ہے۔

ابو جعفر الحنفی جو عظیم کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عبد الرحمنؓ کذاب ہے اور ان کا بیٹا سقرؓ تو اس سے زیادہ کذاب (العلل المتناہیہ ص ۲۱۲) ذہبی لکھتے ہیں۔ سقر بن عبد الرحمن۔ شریک سے روایت کرتا ہے۔ عظیم کہتے ہیں یہ شخص کذاب ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بحیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ شخص عبد الرحمن بن مالک بن مغول کا بیٹا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۷)

عبدالرحمان بن مالک بن مغول۔ یہ شخص اپنے باپ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔
احمد اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کذاب ہے اور
ایک بار فرمایا۔ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ شخص ثقہ نہیں
ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۵۸۴)

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کی پیش گوئی

قطبہ بن مالک کا بیان ہے کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے گذر
ہوا۔ اور آپ اس وقت اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی بنیاد رکھ رہے تھے اور
آپ کے ساتھ پھر ان تین آدمیوں کے کوئی نہ تھا۔ یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ۔
میں نے آپ سے عرض کیا آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور آپ کے ساتھ ان تین آدمیوں
کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تینوں میرے بعد خلافت کے والی ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ محمد
بن الفضل کوئی شے نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے یہ ثابت
لوگوں سے موضوع روایات روایت کرتا ہے۔ اس کی روایات لکھنا تک حلال
نہیں۔ (العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۰۹)

محمد بن الفضل بن عطیۃ المروزی۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات
لی ہیں بعض کہتے ہیں یہ کوئی ہے۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ بنو عبس کا موئی
ہے۔ بخارا میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔

یہ شخص اپنے باپ۔ زیاد بن علفہ اور منصور سے روایت لیتا ہے۔ اس سے
بھی بھیجی۔ عباد الرواحلی اور محمد بن عیسیٰ بن حبان المدائنی نے روایات نقل کی ہیں
اور اس کے شاگردوں میں سب سے آخر میں اس کی موت واقع ہوئی۔

احمد کہتے ہیں اس کی انحداد بیہ کذابین کی حدیث ہے۔ کبھی کہتے ہیں اس کی
حدیث نہ لکھی جائے۔ دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ متروک ہے۔ کہا یہ بھی جاتا ہے کہ

اس نے تیس کے قریب حج کئے ہیں۔

یہ کہتے ہیں میں اس وقت پانچ سال کا تھا جب میرا باپ مجھے علماء کے پاس لے کر جاتا۔

بخاری کہتے ہیں۔ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ یہ بخاری میں سکونہت پذیر تھا۔ ابن ابی شیبہ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ طلاس بھی کذاب ہے۔ احمد بن زبیر کا بیان ہے کہ فضل بن عطیہ الخراسانی ثقہ ہے اور اس کا بیٹا محمد ثقہ نہیں ہے۔ کذاب ہے۔

ذہبی کہتے ہیں اس کی بہت سی منکرات ہیں۔ مشلعہ کے بعد اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سے حج کئے۔ (میران الاعتدال جلد ۴ ص ۸۷)

حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ جب مسجد کی بنیاد رکھی تو ایک پتھر رکھا پھر فرمایا ابو بکر میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا عمرؓ ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا عثمانؓ عمرؓ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ پھر فرمایا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس حشر کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں کا یہ قول موجود ہے کہ حضورؐ نے اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ حشر منکر الحدیث ہے اس کی کسی روایت کو جبکہ وہ اس روایت میں منفرد ہو محض بھٹنا جائز نہیں۔ (اعلال المتنایہ جلد ۱ ص ۲۱)

یہ حشر بن بناؤ وہی حضرت ہیں جس سے یہ روایت مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر ملو کیست ہوگی۔ یہ وہی روایت ہے جسے بعض علماء نے خلافت و ملو کیست کی بنیاد بنایا ہے اور جسے ابن العربی نے ایک فرض روایت قرار دیا ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

حشر بن بناتہ الاشجی الکوفی۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ سعید بن جہان وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابو نعیم، عاصم بن علی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

احمد یحییٰ بن معین اور علی المدینی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم کلبی کہتا ہے کہ یہ حدیث میں نیک ہے لیکن اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ شخص قوی نہیں۔ اور ایک بار فرمایا کچھ نہیں۔ ابن عدی نے کامل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر اس کی متعدد غریب اور منکر روایات نقل کی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ یعنی مسجد نبوی کی بنیاد میں یہ پلے درپلے پتھر رکھنا۔

بخاری اپنی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں۔ اس روایت کی کوئی متابعت نہیں کرتا اس لئے کہ عمرہ اور علی کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ (میزان جلد ۱ ص ۵۵)

حشر نے یہ روایت سعید بن جہان سے نقل کی ہے۔ ذہبی اس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

اس سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت سفینہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا لیکن ابو حاتم کہتے ہیں یہ حجت نہیں۔

ذہبی کہتے ہیں یہ اس حدیث کا راوی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن قرار دیا۔ اس سے حشر بن نباتہ اور عبد الوارث روایات نقل کرتا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ ہے اور ایک قوم نے اسے ضعیف قرار دیا۔ ابن عدی کہتے ہیں مجھے امید ہے کہ اس حشر میں کوئی برائی نہیں۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۳۱)

اس میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ حضرت سفینہ نے حضرت علیؑ اور حسنؑ

کی بیعت نہیں کی جبکہ انھوں نے امیر معاویہؓ اور یزید کی بیعت کی اور یزید کے زمانہ تک دمشق ہی میں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عثمانؓ کا دنیا اور آخرت میں نبیؐ کا ولی ہونا

حضرت جابر کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت میں موجود تھے جن میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ بھی موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمانؓ کی جانب کھڑے ہوئے اور انھیں گلے لگایا اور فرمایا تو میرا دنیا اور آخرت میں ولی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور یہ روایت قطعاً صحیح نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ طلحہ بن یزید الشامی قطعاً قابل احتجاج نہیں اور عبیدہ بن حسان ثقفی راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے جس کے باعث اسے حجت میں پیش کرتا جائز نہیں۔ (الوافیۃ للایزیدی کا بیان ہے کہ عبیدہ متروک الحدیث ہے (موضوعات ص ۳۳۳))

عبداللہ الحمیری اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں عثمانؓ کے پاس حاضر ہوا۔ پس اچانک ایک روز انھوں نے اوپر سے دیکھا اور فرمایا کیا یہاں طلحہ ہیں۔ طلحہؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ عثمانؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آئے اور ہم لوگ بیٹھے تھے آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی اور اپنے ولی کا ہاتھ پکڑ لے جو دنیا و آخرت میں اس کا ولی ہو۔ تو میں نے قلاں اور فلاں کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا ساتھ کا بیٹھنے والا۔ اور دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلحہ نے جواب دیا اے اللہ ہاں (یعنی ایسا ہوا تھا۔)

عبداللہ الحمیری کہتا تو پھر ہم کس باعث ایک ایسے آدمی کو قتل کر رہے ہیں

جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ اس کے نتیجے میں حمیری اپنی قوم کے منات سو آدمیوں کو لے کر لوٹ گیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ یحییٰ کا قول ہے کہ خارجہ بن مصعب کوئی شے نہیں۔ ابن جہان کا قول ہے کہ یہ کذابوں سے تدلیس کرتا جس کے نتیجے میں اس کی روایات میں موضوعات داخل ہو گئیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۵)

حضرت انس کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے علیؓ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکرؓ کو والد بناؤں عمرؓ کو مشیر بناؤں۔ عثمانؓ کو سند بناؤں اور اے علیؓ تو پشت پناہ ہو۔ تم چار آدمی ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں عہد لیا تھا کہ تم سے جو بھی محبت کریگا وہ مومن متقی ہوگا اور جو بغض رکھے گا وہ بد بخت منافق ہوگا۔ تم چاروں میری امت کے خلیفہ ہو گے اور میرے عہد کو پورا کرو گے۔

خطیب کہتے ہیں یہ حدیث از حد منکر ہے۔ اس سند سے سوائے ضراب بن صرد کے کوئی روایت نہیں کرتا اور اس سے غیاثی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور یہ دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۳۰۴)

حضرت عائشہ صدیقہؓ متعلق روایات

حضرت عائشہؓ کا پھل اور شہد سے زیادہ میٹھا ہونا۔
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
عائشہؓ تو تو پھل کے گودے سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں سنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اے عائشہؓ تو تو مجھے اتنی محبوب ہے جیسے کھجور
پر شہد لگا ہو۔

اد ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے شہد کے
جھاگ سے زیادہ محبوب ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

کیونکہ پہلی سند میں خالد بن ولید ہے اور وہ کچھ نہیں۔ اور دوسری روایت
میں زکریا بن منظور ہے۔ سچی کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ (الموضوعات جلد ۲ ص ۱۱)

حضرت جبریلؑ کا نبی کریمؐ کو شبیہہ عائشہؓ پیش کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت
کر کے ہر آگندہ بال۔ غبار آلود مدینہ میں داخل ہوئے تو ان پر یہود نے مختلف
مسائل کی کثرت کر دی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے انہیں بالترتیب
جواب دے رہے تھے۔ اور خدیجہؓ مکہ میں انتقال کر چکی تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو اسے وطن بنانے کا ارادہ کر لیا اور ان میں نکاح

کرنا چاہا۔ تو اہل مدینہ سے کہا میرا نکاح کر دو۔

اچانک آپ کے پاس جبرئیل جنت سے ایک رومال لے کر آئے جو دو گن لمبا

تھا اور ایک ہالشت چوڑا تھا۔ اس میں ایک صورت بنی ہوئی تھی کہ اس سے بہتر کسی نے صورت نہیں دیکھی۔ اسے جبرئیل نے پھیلا دیا۔ اور کہا اے محمد اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ اس صورت سے تو نکاح کر لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل اس جیسی صورت کہاں ملے گی۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ تو ابوبکرؓ کی بیٹی سے شادی کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے گھر کی جانب گئے۔ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھ سے دامادی کا رشتہ قائم کروں۔ اور ابوبکرؓ کی تین بیٹیاں تھیں۔ پس انھوں نے بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس لڑکی سے شادی کروں جس کا نام عائشہؓ ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کر لیا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سوائے محمد بن الحسن کے

اور ہمارا خیال ہے کہ اس روایت کو محمد بن الحسن نے تیار کیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس شخص نے کتنی خلاف علم بات کی ہے۔ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ سے مکہ میں نکاح فرمایا اور اس وقت ابوبکرؓ کی تین بیٹیاں نہ

تھیں۔ اس وقت ابوبکرؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک عائشہؓ اور ایک اسماءؓ۔ تیسری

بیٹی ابوبکرؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثومؓ ہے۔ (الموضوٰع ج ۲ ص ۴۸)

جب حضرت عائشہؓ تیسری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی تو اس

وقت تک ابوہریرہؓ ایمان بھی نہ لائے تھے۔

حضرت علیؑ کا حضرت عائشہؓ اور نبی کریمؐ کے درمیان بیٹھنا۔

جذب بن عبد اللہ الارذی کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب (علیہ السلام) گھر میں داخل ہوئے اور گھر اس وقت بند تھا اور عائشہؓ حضورؐ کے پہلو میں تھیں اور یہ واقعہ پردے کے نزول سے پہلے کا ہے تو علیؑ کھڑے ہو کر جگہ دیکھنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ علیؑ آئے اور عائشہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور یہ واقعہ پردے سے قبل کا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کی جانب متوجہ ہو گئے اور بولے اے عائشہؓ تو امیر المؤمنین سے کیا چاہتی ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس روایت کے گھڑنے کا الزام عبدالغفار پر ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے فتنوں کے سلسلہ میں روایات نقل کی ہیں۔ ابن المدینی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا ہی کہتے ہیں یہ کوئی شے نہیں۔ ابو حاتم دازی کہتے ہیں متروک ہے۔ رؤساء شیعہ میں تھا۔ (اس روایت کے الفاظ خود یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ ایک رافضی کی ایجاد ہے) (الموضوعات ج ۲ ص ۷)

عورت کا قاتل ہوتا

حضرت ابو بکر صلی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایک قوم ہلاک ہوگی جو کبھی کامیاب نہ ہوگی۔ اس لشکر کی قاتل ایک عورت ہوگی۔ ان کی قاتل جنت میں جائے گی۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس روایت کے گھڑنے کا الزام عبدالجبار پر ہے۔ جو بڑے شیعوں میں تھا۔ ابو نعیم فضل بن وکیع فرماتے ہیں کہ کوفہ میں اس

عبدالجبار سے زیادہ کوئی کذاب نہ تھا۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۱)
 (ابو نعیم اس کی کثرت ہے۔ فضل بن وکین اس کا نام ہے۔ شیعوں کا ایک
 فرقہ کینیہ اسی کے نام سے منسوب ہے۔ گویا ایک شیعہ دوسرے شیعہ کی پول
 کھول رہا ہے۔ اب ان دونوں میں سب سے بڑا جھوٹا کون ہے۔ یہ قارئین فیصلہ
 کر لیں) الموضوعات جلد ۲ ص ۱۔

حضرت عائشہؓ کا حسن حسینؑ اور ہر مومن کی ماں ہونا

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کئے میں نے ان دونوں کو ایک
 دینا دیا اور اپنی چادر ان دونوں کے لئے بیچ میں سے پھاڑ دی۔ اور ایک ایک
 حصہ دونوں کو اڑھا دیا۔ دونوں خوش خوش باہر نکلے۔ اتفاق سے دونوں سے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپ نے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک تم دونوں

کو یہ چادر کس نے اڑھائی۔ اور تمہیں یہ دینا کس نے دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر
 دے۔ وہ دونوں بولے ہماری ماں عائشہؓ نے۔ حضوں نے ارشاد فرمایا تم دونوں نے
 سچ کہا۔ اللہ کی قسم وہ تمہاری بھی ماں ہے اور ہر مومن کی ماں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا
 بیان ہے۔ اللہ کی قسم میں نے کوئی کام نہیں کیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ایسی بات نہیں سنی جو مجھے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا ایک راوی اسید
 بن زید ہے جس پر احادیث گھڑنے کا الوام ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں اسید کذاب
 ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت ترک مگر دی گئی۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ
 راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور احادیث چوری کرتا ہے۔ عمرو بن شمر کا
 بیان ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب (الموضوعات ج ۲ ص ۱)

حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرا ایک بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ساقط ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور میری کنیت ام عبد اللہ رکھی۔ محمد بن عروہ کا بیان ہے کہ ہم میں کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ اس کا نام عائشہ ہو اور اس کی کنیت ام عبد اللہ نہ ہو۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے۔ ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں۔ محمد بن عروہ بن ہشام بن عروہ نے اپنے دادا ہشام سے ایسی روایت نقل کی ہیں جو ان کے دلائل کی مرویات میں نہیں ہے۔ جس سے یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ سب کچھ محمد بن عروہ نے خود تیار کیا ہے۔ اور اسی لئے اس راوی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

اور اس کا ایک راوی طاہر بن جبر ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا اور مجہول راویوں کو تبدیل شدہ روایات نقل کرتا ہے۔ امام احمد قمر ملتے ہیں یہ داؤد کا اب ہے۔

رہی حضرت عائشہؓ کی کنیت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے عبد اللہ بن الزبیر کے نام سے ان کی یہ کنیت رکھی۔ یہ حضرت عائشہؓ کی کوئی اولاد ہوئی اور نہ ان کا کوئی بچہ ساقط ہوا۔ (الموضوعات جلد ۲ ص ۹)

حضرت عائشہؓ صدیقہ کے لئے نواسہ اڑا

(عن علی بن زید بن جعدان نے اپنی دادی سے نقل کیا ہے۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں مجھے نو بایں وہ دی گئی ہیں جو کسی عورت کو نہیں دی گئیں جبریل علیہ السلام اپنی پھیلی میں میری صورت لیکر آئے جب اللہ تعالیٰ نے انھیں مجھ سے نکاح کرنے کا حکم دیا اور آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات فرمائی تو آپ کا سر میری گود میں تھا اور آپ میرے گھر میں دفن کئے گئے۔ اور فرشتے آپ کو میرے گھر میں گھیرے رہتے اور آپ کے

وحی نازل ہوتی رہتی اور آپ اپنی نبیوی کے ساتھ ہوتے۔ اور لوگ آپ کے پاس سے اس وقت لوٹ کر جاتے جب کہ میں آپ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی۔ میرا جسم کسی پر کھلتا نہ تھا۔ میں آپ کے ایک خلیفہ اور آپ کے دوست کی بیٹی ہوں۔ اور تحقیق میرا عذر آسمان سے نازل ہوا۔ اور میں پاک پیدا کی گئی۔ اور مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۲، ص ۶۰۲)

اول تو ہم تفسیری روایات نقل نہیں کرتے کیونکہ وہ سب روایات ماشاء اللہ اس قابل نہیں ہوتیں کہ کوئی انھیں نقل کرے۔ لیکن ہم چند روایات آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو علی بن زید بن جعد بن قطعاً ناقابل قبول ہے۔ پھر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی دادی کون تھی اور کب پیدا ہوئی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ سے اس نے طلاق بھی کی تھی یا نہیں یہ سب کچھ علی بن زید کے پیٹ میں رہے۔ اس علی بن زید صیب پر داستانوں کے حصہ سوم میں ملاحظہ کیجئے۔

عشرہ مبشرہ

حضرت زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”اے اللہ تو نے میری امت کے صحابہ میں برکت نازل فرمائی۔ ان سے برکت نہ چھیننا۔ اور تو نے میرے صحابہ میں ابو بکرؓ میں برکت نازل کی ہے۔ تو اس سے اپنی برکت نہ چھیننا۔ اس پر لوگوں کو جمع رکھنا اور اس کے کام کو متفرق نہ کرنا۔ کیونکہ تیرا حکم اس کے حکم پر اثر انداز رہے گا۔

اے اللہ عمر بن الخطاب کی اعانت کرنا اور عثمان بن عفان کو ثابت قدم رکھ اور علیؓ کو توفیق عطا فرما اور طلحہ اور زبیر کی مغفرت فرما اور سعد کو سالم رکھ اور عبدالرحمن کو چادرا ڈھسا۔ اور ہاجرین و انصار میں سبقت کرنے والے کو اور نیکی میں اتباع کرنے والے کو ملحق رکھنا۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے اس کے متعدد راوی مجہول اور ضعیف ہیں اور ان روایات میں سب سے بدترین حال سیف کا ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثابت راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن الجوزی کا بیان ہے اور محمد بن کہتے ہیں یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری

ابو یحییٰ حکیم کا بیان ہے کہ میں عمار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ابو موسیٰ آگئے اور کہنے لگے۔ جمل کی رات میں مجھے اور تجھے کیا ہو گیا تھا؟

ابو موسیٰ نے عرض کیا اس رات کی میرے لئے استغفار کرنا۔ عمار نے جواب دیا میں جہاد میں حاضر تھا۔ لیکن استغفار میں حاضر نہ تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی العطار عجیب و غریب کہانیاں پیدا کرتا ہے اور اس روایت میں تمام بلائیں اسی کی تار دل کردہ ہیں۔

ابن جوزی کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ابو نعیم الہمدانی کا بیان ہے کہ حسین الاشقر کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عثمان بن طیب ہے جس کی خطائیں بہت فحش ہیں حتیٰ کہ اس کی حجت باطل ہو گئیں۔

سدا بن اوس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے سب سے زیادہ بوجھ اٹھانے والے اور ان میں سب سے زیادہ عمدہ آدمی ابوبکرؓ ہیں اور عمر بن الخطاب میری امت کے بہترین اور کامل ہیں۔ عثمان بن عفان میری امت کے سب سے زیادہ شرمندہ اور سب سے زیادہ عادل ہیں اور علی بن ابی طالب میری امت کے ولی اور امت کے سب سے زیادہ عمدہ ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری میری امت کے امین اور ان کے افضل ہیں۔ ابوذر میری امت کے زاہد اور اس کے مہربان ہیں۔ ابوالدرداء میری امت کے عادل اور رحم دل ہیں اور معاویہ بن ابی سفیان میری امت کے حلیم اور سخی آدمی ہیں۔ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے اس کی دو سندیں ہیں۔ ایک سند میں یہ روایت ابن عباس کی جانب منسوب ہے۔

اس روایت کا وضع کرنے والا بشر بن ذازان ہے۔ یا تو خود اس نے وضع کی ہے یا ضعیف راویوں سے تدلیس کی ہے جس کے نتیجے میں اس سند میں گڑبڑ کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ خود ضعیف ہے اور ضعیف راویوں کی روایت کرتا ہے۔

ناکشین سے جنگ

ابراہیم بن علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ ہم ایوب انصاری کی خدمت میں ہوئے۔ اور ابوالیوب اس وقت صفین سے لوٹ رہے تھے۔ ہم نے ان سے عرض کیا۔ اے ابوالیوب اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ عزت بخشی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اپنی اونٹنی تیرے دروازے تک لیکر آئے اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تیرے دروازے پر اونٹنی بٹھائی پھر قواہنی گردن پر تلوار رکھ کر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو قتل کرنے نکلا۔ حضرت ابوالیوب نے جواب دیا اے لوگو یہ آنے والا۔ (یعنی ابوالیوب) کسی کی تکذیب نہیں کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کے ساتھ شامل ہو کر تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا۔ ایک تو ناکشین سے جنگ کا حکم دیا۔ (ناکشین سے عہد توڑنے والے مراد ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیتے ہوئے مارے گئے) قاسطین سے جنگ کا حکم دیا (قاسطین برا بری چاہنے والے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں) اور مارقین سے (اس سے مراد خوارج ہیں) جنگ کا حکم دیا۔ ناکشین سے ہم جنگ جمل میں قتال کر چکے۔ یعنی طلحہ اور زبیر سے اور برا بری چاہنے والوں کے پاس سے یعنی معاویہ اور عمرو بن العاص کے پاس سے ہم لوٹ کر آ رہے ہیں۔ اور عارفین سے مراد۔ یہ نبروان والے ہیں۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں لیکن انشاء اللہ ان سے جنگ ضروری ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمارؓ تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اے عمارؓ حق تیرے ساتھ ہوگا۔ اے عمارؓ اگر تو علیؑ کو دیکھے کہ وہ کسی نئے راستہ پر جا رہا ہے تو تو علیؑ کے ساتھ چلنا۔ کیونکہ وہ تجھے کسی رومی کام میں نہ ڈالے گا اور نہ تجھے ہارے

نکلنے دیگا۔ اے علم جس نے تلوار اس لئے باندھی کہ وہ علیؑ کی مدد کرے گا تو اللہ اسے قیامت کے روز آگ کے دو کنگن پہنائے گا۔ ہم نے ابو ایوب سے عرض کیا تیرے لئے ہی کافی ہے۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت یقیناً موضوع ہے اس کا ایک راوی علی بن عبدالرحمان ہے جسے ابن المدینی نے ضعیف قرار دیا اور اس کا اقرار کیا کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ وہ متردک ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔

احمد بن عبداللہ المودب۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شیخ مرسن رائے میں احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی روایت ترک کی جلتے۔ ابو الفتح بن ابی الفوارس نے مطہری سے نقل کیا ہے کہ شعبہ نے حکم بن عقیبہ سے روایت کیا کہ ابو ایوبؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ ہاں وہ قتال نہردان میں شریک تھے۔ (الموضوعات ص ۱۱۱)

حضرت ابو ایوب سے مروی ہے کہ ہمیں علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ ناکشیں، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ روایت صحیح نہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی اصبع بن نہات ہے جو ایک پیسے کے برابر بھی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ علیؑ بن ابی طالب کی ہجرت کے فتنے میں مبتلا کیا گیا۔ اور روایات گھڑی شروع کیں۔ جس کے باعث اس کی روایات چھوڑی گئیں۔

اس کا ایک راوی علی بن الحر در ہے۔ وہ بالکل ردی انسان ہے بخاری کہتے ہیں۔ اس کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں۔ (الموضوعات جلد ۲ ص ۱۱۱)

اسمعیلیوں کے اکابر

اسمعیلی تاریخ ۳۔ شائع کردہ۔ ایچ آر ایچ دی آغاخان اسمعیلیہ سوسی ایشن

برائے پاکستان کراچی

حضرت امام شمس الدین محمد - ۲۸ -

آپ حضرت امام رکن الدین خورشاہ کی شہادت کے بعد ۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء میں مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کا اصل نام محمد تھا۔ آپ کو آپ کے والد ماجد نے تاتاریوں کے الموت پر حملے سے پہلے ہی آذربائیجان (شمالی ایران) کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ جہاں آپ سکونت پذیر رہے۔ اور وہاں ہی آپ نے عمان امامت سنبھالی۔ آپ ۵۳ سال تک امامت کی گدی پر رونق افروز رہے۔ اور اس تمام عرصہ کو آذربائیجان میں ہی خفیہ طور پر بسر کیا۔

اسماعیلیوں کی حالت اس زمانہ میں اسماعیلی ایران کے کئی علاقوں میں رہتے تھے۔ تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے کئی جگہ اسمعیلیوں کو تباہ و برباد کیا گیا تھا۔ لیکن ان حملوں کے بعد کئی مقامات پر اسمعیلی اپنی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مثلاً کوہستان اور الموت میں گرد کوہ کا قلعہ اسمعیلیوں کے قبضہ میں رہا۔ ۵۲۵ء کے بعد ہلاکو خاں خود بغداد کی طرف چلا گیا۔ اور عباسی خلیفہ کو ختم کر کے ایران اور عراق میں تاتاریوں کی حکومت قائم کی۔ تاتاریوں کی حکومت طاقت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک قائم رہی۔ اور جن جن علاقوں میں اسمعیلی آباد تھے ان علاقوں پر تاتاریوں کی فوجوں نے پھر حملے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ۵۲۶ھ میں گرد کوہ پر حملہ ہوا۔ اور اس قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اور بہت سے اسمعیلیوں کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن کچھ جانیں بچا کر الموت میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۵۲۵ء میں اسمعیلیوں نے پھر طاقت سنبھالی۔ اور الموت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد تاتاری حاکموں نے پھر چھین لیا۔

شام میں اسمعیلیوں کی حالت مختلف رہی وہ اپنے قلعوں میں محفوظ تھے۔ مسئلہ میں ہلاکوخاں کی فوجوں نے شام کے اسمعیلیوں پر حملے کئے۔ اور چار مشہور قلعوں کو اسمعیلیوں سے چھین لیا۔ جن میں مصیاف بھی تھا۔ دوسرے کچھ قلعے اسمعیلیوں کے قبضہ میں رہے۔ مسئلہ ۶۵ء میں مصر میں سیر خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان کے حاکموں نے شام کے اسمعیلیوں کی مدد سے تاتاریوں کا مقابلہ کیا۔ اور کافی عرصہ تک اپنی طاقت قائم رکھ سکے شام کے اسمعیلی حضرت امام شمس الدین محمد سے متواتر رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ اور داعیوں کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے رہتے تھے۔

ایران کے شہر آذربائیجان میں کئی اسمعیلی مقیم تھے۔ جہاں امام خفیہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اس علاقے میں اور دوسرے شہروں میں جہاں کہیں اسمعیلی رہتے تھے ان کو امام نے تقیہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ تقیہ بمعنی اپنے راز اور حقیقت کو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ خاص طور پر جب حالات نامساعد ہوں۔ اس زمانہ میں چونکہ اسمعیلیوں پر ظلم و تشدد کیا جاتا تھا اور تمام سیاسی طاقت ان کے ہاتھوں سے چھین لی گئی تھی۔ اس لئے باقی ماند اسمعیلیوں کو امام نے احتیاط برتنے کا حکم جاری کیا تھا۔ امام خود اپنے داعیوں اور قارب کے سوا کسی سے نہیں ملتے تھے۔

تین شمس

اسمعیلی تاریخ میں تین شمس گذرے ہیں۔ جن کے متعلق کئی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور ان کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ ان تین شمسوں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلے شمس، شمس تبریز ہیں جو حضرت امام غلام الدین محمد امام کے (۲۶- امامت ۵۱۵ھ تا ۵۳۳ھ) کے فرزند ارجمند ہیں اور امام شمس الدین محمد

چھاپیں۔ چونکہ آپ تبریز میں رہتے تھے۔ اس لئے تبریزی کہلائے۔ اور آپ اسلام کے مشہور صوفی مولانا جلال الدین رومی کے استاد تھے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ رومی ایک خوب بچے تھے۔ آپ کی وفات ۷۸۷ھ بمطابق ۱۳۸۵ء میں ہوئی تھی۔ دوسرے شمس حضرت امام شمس الدین محمد بن حضرت امام رکن الدین خود شاہ ہیں جو اسماعیلیوں کے اٹھائیسویں امام ہوئے۔ آپ آذربائیجان میں رہتے تھے اور وہیں ۸۱۷ھ بمطابق ۱۴۱۷ء میں آپ نے وفات پائی۔

تیسرے شمس۔ پیر شمس سبزواری ہیں جن کے متعلق ہماری روایات میں بتایا جاتا ہے کہ وہ حضرت امام جعفر الصادق کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت امام قاسم شاہ بن امام شمس الدین محمد کے زمانہ میں ہندو پاک میں اسماعیلی مذہب کی دعوت کے لئے پیر بنا کر بھیجے گئے تھے جن کا ذکر حضرت امام قاسم شاہ کے دور میں آئے گا۔

پیر شمس الدین سبزواری

ہندو پاک کی اسماعیلی دعوت میں پیر شمس الدین سبزواری نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کا حال بیان کرنے سے پہلے ان کے آباؤ اجداد کے متعلق کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ پیر شمس الدین سبزواری کا خاندان حضرت امام جعفر الصادق سے ہے۔ پیر کے آباؤ اجداد نے یمن سے قاہرہ اور قاہرہ سے ایران کے شہر سبزوار میں یودو باش اختیار کر لی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پیر شمس کی پیدائش سبزوار میں تقریباً ۸۳۷ھ میں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کو سبزواری کہتے ہیں۔

حضرت امام قاسم شاہ نے آپ کو اپنی خدمت میں طلب کر کے پیر کا لقب عنایت کیا۔ اور ایران سے باہر دوسرے شہروں میں اسماعیلی دعوت پھیلانے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل کرتے ہوئے پیر نے حضرت امام کی دست بوسی کی اور رواد ہوئے۔ آپ ایران سے نکل کر بدخشاں، تبت، غزنی اور کشمیر میں کچھ عرصے تک دعوت کرتے رہے۔ آپ کو سفر میں بعض اوقات اناج بھی میسر نہ آتا تھا۔

لیکن دعوت کا کام سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے کئی زبانیں سیکھیں اور گنانا کر لوگوں میں دعوت کرتے تھے۔ کشمیر میں کئی قوموں کو دین اسلام سے متعارف کیا (غالباً اسی لئے سوات میں اسماعیلیوں کی کثرت ہے) اور کہا جاتا ہے کہ سلاطین آپ کی دعوت سے متاثر ہوتے۔

کچھ عرصے کے بعد آپ سندھ کے اس علاقے سے گذرے جو آج کراچی کہلاتا ہے۔ یہاں سے ہوتے ہوئے ملتان پہنچے۔ ملتان میں پیر نے کئی معجزے دکھائے اور لوگوں میں صوفیانہ کلام سنایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ کثرت سے لوگ اسماعیلی مذہب میں داخل ہو گئے۔ پنجاب اور سندھ کی لوہانہ قوموں میں آپ نے تبلیغ کی تھی۔ اس زمانہ میں پنجاب پستی سلسلہ کے کئی صوفی اسلام کے دین کی تبلیغ کر رہے تھے۔ پیر شمس کی کامیابی ان لوگوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اور وہ آپ سے عداوت رکھتے تھے۔ لیکن پیر نے سب سے دوستی قائم کر رکھی تھی۔ اور وہیں ملتان میں ۷۵۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے۔ جس پر آپ کے پر پوتے پیر صدر الدین نے ایک عالی شان مقبرہ تعمیر کیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سید احمد شاہ اور پیر نصیر الدین۔ پیر شمس نے کئی گنانا ترتیب دئے تھے۔ جن پر خاص طور سلوکوسن سمجھانی اور برہم پرکاشی بہت مشہور ہیں۔ جن میں آپ کا تخلص شمس دیا۔ شمس چوٹ اور شمس غازی وغیرہ ملتا ہے۔ ازمنہ تا ۶۱۰۔

حضرت عباسؓ

آلِ عباسؓ

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا بیان

خلیفہ منصور نے اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس میرے وصی اور وارث ہیں۔

اس مضمون کی ایک اور روایت محمد بن الضور بن صلیصال بن دہس نے بھی اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اچانک عباس بن عبد المطلب آگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ عباس بن عبد المطلب ہیں۔ یہ میرے باپ ہیں اور میرے چچا ہیں، میرے وصی ہیں اور میرے وارث ہیں۔

یہ حدیث صحیح نہیں۔ اسے اس قوم نے وضع کیا جس نے ان لوگوں کا مقابل کیا جنہوں نے حضرت علیؓ کے لئے روایات وضع کی تھیں اور یہ ہر دو حدیثیں باطل ہیں۔ پہلی سند میں جعفر بن عبد الواحد ہیں۔ ابو احمد بن عدی کہتے ہیں یہ شخص متہم ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ دوسری سند میں ابن حبان کہتے ہیں۔ اس کا راوی محمد بن الضور الصلیصال اپنے باپ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس کے کسی حال میں اجتماع جائز نہیں۔

خلیفہ ہارون رشید نے خلیفہ مہدی سے اس نے خلیفہ منصور سے اس نے اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے روایت کیا ہے اور اس کے دادا نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید سے ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ میرے چچا عباس ہیں جن کی پیشاب گاہ کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں محفوظ رکھا ہے۔ اللہ نے اس کے بہن کو آگ پر حرام کر دیا ہے اور اس کے ایک لڑکے کو بھی آگ پر حرام کر دیا ہے۔

یہ کہانیوں ان کی منگی کرنے والوں کو دیدیجئے۔

داول تو یہ روایت خلفاء بنی عباس کی خاندانی روایت ہے گویا اس پر
 رہمان لانا ہر مسلم پر فرض ہے لیکن ہاں غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت عباسؓ کے
 لڑکوں میں سے صرف عبداللہ بن عباس کی مغفرت ہو جو خلفاء بنو عباس کے
 باپ ہیں اور بقیہ عباس کے لڑکے مغفرت سے محروم رہیں۔ مثلاً فضل بن عباس
 عبید اللہ بن عباس۔ قثم بن عباس وغیرہم۔ حالانکہ عباس کے سب سے بڑے لڑکے
 فضل بن عباس ہیں۔ اور صحابی رسول ہیں۔ قثم ان صاحبزادگان میں داخل ہیں
 جو حضورؐ کے غسل میں شریک تھے لیکن چونکہ ان کا خلفاء بنو عباس سے کوئی رشتہ داری
 نہ تھی۔ اس لئے وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ تو گویا اب دعائیں یہ دعویٰ کہ حضرت
 عباس کے لڑکے کی مغفرت فرما۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس روایت کے پس پردہ
 خاندانیت کام کر رہی ہے۔ یہ اسی قسم کی کہانی ہے جو ہمارے یہاں خطبوں میں بڑھی
 جاتی ہے۔ اللہم اغفر للعباس وولده۔ اے اللہ عباس اور ان کے ایک لڑکے
 کی مغفرت فرما۔ گویا اس پر تو آپ ایمان رکھتے کہ عباس کے بقیہ لڑکوں کی اگرچہ
 وہ صحابی رسول ہیں مغفرت نہ ہوگی۔ عیاذ اب اللہ

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کے متعدد راوی مجہول
 ہیں۔ اور محمد بن یحییٰ الکسائی کچھ نہیں۔ اور احمد بن الحسن المقرئ ثقہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے ہی خلیل بنایا جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔
 تو قیامت کے روز جنت میں میری اور ابراہیم کی منزل ایک ہوگی اور عباسؓ
 ہم دونوں خلیلوں کے درمیان مؤمن ہوں گے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ عقیلی کہتے ہیں۔ عبدالوہاب بن الضحاک متروک الحدیث
 ہے۔ اور اس حدیث میں اس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ سوائے اس شخص کے
 جو عبدالوہاب کے مثل ہو۔ یا اس سے بھی کمتر ہو۔ اور یہ حدیث کسی ثقہ سے مروی
 نہیں۔ ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں۔ کہ عبدالوہاب احادیث گھڑتا تھا۔ اسے

حجت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۳۲۱)

میں نے سنن ابن ماجہ کے ترجمہ میں تحریر کیا تھا کہ زوائد میں ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ کیونکہ عبد الوہاب کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ حاکم کہتے ہیں وہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ اور اسماعیل بن عیاش کو آخر عمر میں اختلاط ہونے لگا تھا۔ ابن رجب شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں یہ روایت صرف ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت عبد الوہاب کی ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور یہ حدیث کسی ثقہ سے مروی۔ اور عبد الوہاب کی جو بھی متابعت کرتا ہے یا تو وہ خود عبد الوہاب جیسا ہے یا اس سے بدتر ہوتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اسے صرف عبد الوہاب روایت کرتا ہے۔ اور اس سے باہلی نے یہ روایت چرائی ہے اور باہلی حدیثیں چرا کر باطل احادیث کو ثقہ روایت سے روایت کرتا ہے۔ (بن جبریل ج ۱) ابن جوزی لکھتے ہیں اس حدیث کو احمد بن معاویہ نے بھی چوری کیا ہے اور وہ حدیث چور تھا۔ ثقہ راویوں کے نام سے یا باطل روایا بیان کرتا (الموضوعات ص ۳۲۱)

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا سیاہ کپڑے پہننا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس دو پر سے اتر کر جبریل آئے۔ وہ سیاہ قبا پہنتے تھے اور سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا یہ کسی صورت ہے۔ میں نے اس میں پہلے کبھی اترتے نہیں دیکھا جبریل نے کہا یہ آپ کے چچا عباس کی اولاد میں سے بادشاہوں کی صورت ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ حق پر ہوں گے۔ جبریل بولے کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ عباس اور اس کے لڑکے کی مغفرت فرما وہ جہاں بھی ہوں اور جس حال میں بھی ہوں جبریل نے کہا کہ آپ کی امت پر ایک زمانہ آئے گا جبکہ اسلام اس سیاہ رنگ سے عورت پائے گا۔ میں نے سوال کیا کہ ان کی ریتا کتنی لوگوں میں ہوگی۔

جبرئیل بولے کہ عباس کی اولاد میں۔ میں نے دریافت کیا ان کے متبع کون لوگ ہوں گے۔ بولے اہل خراسان میں سے ہوں گے۔ میں نے سوال کیا کہ عباس کی اولاد کس شے کی مالک ہوگی۔ جبرئیل بولے۔ وہ زرد اور سبز رنگ کی مالک ہوگی پتھروں اور کھٹیوں کی مالک ہوگی۔ اور تخت اور منبر کی مالک ہوگی۔ اور روز محشر تک دنیا کی مالک ہوگی۔ اور قبر سے اٹھنے تک ملک کی مالک ہوگی۔

اس روایت کا ایک راوی احمد بن عامر الطائی ہے۔ اس حدیث میں کوئی اس کی متابعت نہیں کرتا اور اس پر احادیث گھڑنے کا الزام بھی ہے۔
(الموضوعات ج ۲ ص ۳۳)

یہ روایت اگرچہ متعدد سندات سے متعدد صحابہ سے مختلف الفاظ میں مروی ہے لیکن ہم صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

خلفاء بنی عباس چالیس ہوں گے

حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے سے آتے ہوئے عباس کو دیکھا۔ فرمایا یہ میرے چچا ہیں۔ چالیس بہترین خلفاء کے باپ ہیں جو قریش سے ہوں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔ اس کی اولاد میں سے سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔

اے میرے چچا اللہ نے اس امر کی ابتدا میرے ذریعے فرمائی۔ اور تیری اولاد میں سے ایک شخص کے ذریعہ اس کام کو ختم فرمائے گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے اور اس کا اتہام عمر لابن پر ہے۔ کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۳۴)

بنو عباس کی خلافت ہزارویں دور تک گنی ہوگی

حضرت ابو بکر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو عباس

بنو امیہ کے مقابلہ پر گنتی حکومت کریں گے۔ ہر دن کے مقابلہ پر دو دن اور ہر ماہ کے مد مقابل دو ماہ۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یحییٰ بن عبد العزیز بڑے کچھ نہیں۔ (الموضوعات ص ۳۴۳)

بنو عیسا کا زوال

سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ جب خراسان فتح کیا گیا تو حضرت عمر بن الخطاب رونے لگے تو ان پر حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر و اعلیٰ ہوئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین آپ کیوں رورہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی بڑی فتح عنایت فرمائی ہے۔ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا میں کیوں نہ روؤں۔ اللہ کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا ایک سمندر حائل ہوتا تو بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب عباس کے سیاہ جھنڈے خراسان کے بڑے جھنڈے کے نیچے آئیں گے تو وہ اسلام کی بغاوت لیکر آئیں گے۔ جو ان کے جھنڈے کے نیچے آئے گا تو قیامت کے روز اسے میری شفاعت نہ پہونچے گی۔

یہ حدیث یقیناً موضوع ہے۔ اور اس روایت کے گھرنے والے نے کبھی حکومت بنی عباس کا زمانہ بھی نہیں دیکھا۔ ابو مسہر کہتے ہیں اس کا راوی عمرو بن واقد کچھ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ سند ات تبدیل کرنا اور مشہور لوگوں کے نام منکر روایات نقل کرتا ہے۔ لہذا وہ اس قابل سمجھا گیا کہ اس کی روایات ترک کر دی جائیں۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ زید بن داقد بھی کچھ نہیں۔ (الموضوعات ص ۳۴۴)

زید بن واقد کے استاؤ کا نام کھول ہے۔ وہ خود قابل اعتبار نہیں۔ مرسل کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے سعید بن المسیب کو زندہ گی میں کبھی نہیں دیکھا اور سعید بن المسیب صرف دو سال کے تھے جب حضرت عمر شہید ہو گئے۔ اب سلوک کی

منزل طے کرتے ہوئے یہ خواب بھی انھوں نے دیکھ لیا ہو تو دوسری بات ہے لیکن وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے)

ابو سمرہ کا بیان ہے کہ ہم بیت اللہ میں ابن عباسؓ کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا تم میں کوئی مسافر ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں انھوں نے فرمایا جب سیاہ جھنڈے آئیں گے تو ان کے سواروں کو خیر کی وصیت کرنا کیونکہ ہماری حکومت ان کے ساتھ ہوگی۔

اس پر ابو ہریرہؓ نے بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اس پر عبد اللہ بن عباسؓ کہتے لگے ہاں وہ حدیث بیان کرو۔ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب آئیں گے تو ان کی ابتداء میں فتنہ ہوگا۔ ان کے درمیان میں قتل عام ہوگا اور ان کے آخر میں گمراہی ہوگی۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ ابو سمرہ مجہول ہے۔ اور داؤد متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ داؤد جھوٹ بولتا تھا۔ (الموضوعات ج ۳۹)
حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جب خراسان سے سیاہ جھنڈے آئیں تو اس میں حاضر ہونا۔ کیونکہ ان خراسانیوں میں خلیفہ مہدی ہوں گے۔“

اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ حسن نے عبیدہ سے کوئی روایت نہیں سنی اور عمر بن قیس نے حسن سے کوئی روایت نہیں سنی۔ اور یحییٰ کا بیان ہے کہ عمر بن قیس کوئی شے نہیں۔ (الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۲)

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے لئے بنو عباس کے ذریعہ تباہی ہے۔ ان لوگوں نے میری امت کو ذلیل کیا۔ اور انھیں سیاہ کپڑے پہنائے۔ اللہ انھیں آگ کے کپڑے پہنائے گا۔ ان لوگوں کی تباہی اس گھروالوں کے ایک فرد کے ذریعہ ہوگی۔ اور آپ نے

ام جیبہ کے گھر کی جانب اشارہ کیا۔

عطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے طراری کے علاوہ کسی سے نہیں سنا
اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس روایت کا راوی یزید بن ربیعہ متروک الحدیث
بخاری کا بیان ہے کہ یزید بن ربیعہ کی احادیث منکر ہیں۔ سعدی کہتے ہیں اس کی
روایات باطل ہیں اور مجھے خوف ہے کہ یہ سب روایات موضوع ہیں۔
(الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۴۲)

حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے

متعلق روایات

حضرت معاویہؓ کے لئے امیر شام ہونے کی پیش گوئی

حضرت سلمۃ بن مخلد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ معاویہؓ کو لکھنا سکھا اور مختلف شہروں میں اسے حکومت عطا فرما۔
اس کی سند میں ایک راوی جبۃ بن عطیم ہے جو مجہول ہے۔ اور یہ روایت منکر ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ عنقریب شام کے بعض شہروں کا ایک غالب شخص مالک بنے گا۔ جو دشمنوں کو زوکنے پر قادر ہوگا۔ وہ شخص مجھ سے ہوگا اور میں اس سے ہوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ کون ہوگا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ نے اسے معاویہؓ کی طرف گدی پر مارا اور فرمایا۔ وہ شخص یہ ہوگا۔
اس حدیث کا ایک ابتدائی راوی حسن بن شیبہ المکتب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ حسن بن شیبہ تو ایک آفت ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۴۹)

اس کی سند میں ایک اور راوی اسمعیل بن عیاش ہے۔ جن پر بعض محدثین کو اعتراض ہے اور خاص طور پر ان کی وہ روایت قابل قبول نہیں جو مدینہ کے افراد سے وہ نقل کریں۔ اور انھوں نے یہ روایت عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار المدنی سے نقل کی ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۲۴)

نبی کریمؐ کا امیر معاویہؓ کو تین بھی روانہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعفرؓ نے ہدیہ میں بھیجا وہ تین تھیں۔ آپؐ نے اس میں سے تین معاویہؓ کو دیدیں اور فرمایا تینوں

مجھ سے لیکر جنت میں ملنا۔

اس کا ایک راوی ابراہیم بن زکریا ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی احادیث مستکرہ ہوتی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ باطل روایات بیان کرتا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ امام مالک کی جانب موضوع احادیث منسوب کرتا ہے۔ (میزان ۳/۱۳۸)
اس ابراہیم بن زکریا نے نقل کرنے والا محمد بن عبید القریشی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس امام مالک کے نام سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے محمد بن مصنف نے نقل کی۔ (میزان ج ۳ ص ۶۳۸)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین امین ہیں

حضرت داؤد فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک صرف تین امین ہیں۔ جبریل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معاویہ۔
ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت جھوٹی ہے۔

اس کا ایک راوی احمد بن عیسیٰ التیمی الثعالبی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات مستکرہ ہوتی ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن طہا ہر کا قول ہے کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان نے اس کا کعب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (میزان ۳/۱۳۷)
اس کا ایک اور راوی اسمعیل بن عیاش ہے۔ متعدد محدثین نے اسے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اس امت میں سب سے اول جنت میں ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب دینے کے لئے زکار ہوں گا۔ اسے ابن جوزی نے دہیات میں نقل کیا ہے۔

اس کا ایک راوی اصبح الوکیع الشیبانی ہے۔ اس نے یہ روایت سدی سے

نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے۔ اور تصحیح مجہول ہے۔ (میزان ۳۶۱)
 اور سدی کتاب اور طبعی ہے اور یہ سدی کبیر ہے حسن کا نام اسماعیل بن عبد الرحمن ہے۔ (میزان ۳۶۱)
 حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: عنقریب تمہارے ساتھ جنت آئے گا۔ اتفاق سے امیر مملوئے کعبہ
 اس میں اولین ہے۔ یہ ہے کہ اسے اسماعیل بن عباس نے عبدالرحمان بن عبداللہ
 المدنی سے نقل کیا ہے۔ اور اسماعیل کی وہ روایات قابل قبول نہیں جو وہ اہل بدعت سے نقل کریں۔
 پھر اسماعیل سے اسے نقل کرنے والا عبداللہ بن کئی المودب ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ
 مجہول ہے۔ غالباً اس نے کسی اور کی روایت اسماعیل کی جانب منسوب کر دی ہے۔
 دارقطنی کہتے ہیں یہ مودب مورخ ہے۔ قوی نہیں۔ (میزان ۳۶۹)
 حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ امین صرف تین
 ہیں۔ ایک امین میں ہوں۔ ایک جبرئیلؑ اور ایک معاویہ۔
 ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت جھوٹ ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں یہ روایت حسن عثمان محمد بن عماد الطہرانی سے نقل کی ہے۔ اس
 حسن کی کنیت ابو سعید ہے۔ یہ نستر کا باشندہ ہے کذاب ہے۔ (میزان ۳۶۳)
 (جب حضرت حسن کو ذ سے مدینہ آئے تو میں (یعنی سفیان بن ایل) ان کے پاس
 گیا اور ان سے کہا اے مومنوں کو ذلیل کر لے والے۔ آپ نے فرمایا ایسی بات نہ کہو۔
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یہ دن رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا
 رہے گا۔ حتیٰ کہ معاویہ نامی شخص ملک کا مالک نہ بنے گا۔ اور اللہ کی قسم مجھے دنیا اور اس کے
 اندر جو کچھ ہے اس کے بدلے میں ایک ڈھال خون بہانا بھی پسند نہیں۔
 اس کا راوی سفیان بن اللیل الکوفی ہے۔ عقلی کہتے ہیں غالی قسم کا راضی تھا
 اس کی حدیث صحیح نہیں۔

ذہبی کہتے ہیں اس کا ایک راوی ستری بن اسماعیل ہے جو خود ایک آفت ہے۔ (میزان ۱۶۱)
 ہمارا ذمہ یہ کہتا ہے کہ یہ دونوں راوی چونکہ راضی ہیں ۱۰ اور اس لحاظ سے انہیں
 امیر معاویہ کی خدمت کرنی چاہیے تھی۔ لیکن یہ تعریف یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کی کچھ

کچھ حقیقت ضرور ہے۔ کیونکہ حضرت حسن کے لئے اس راوی نے جو الفاظ بیان کئے ہیں اس میں اس نے کسی تقیہ سے کام نہیں لیا۔ بلکہ رافضیوں کے نزدیک حضرت حسنؑ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے ان تبراہیموں کو کھیل دے سوا کیا تھا۔ اس لئے ان کے نزدیک حضرت حسن کا لقب غل المؤمنین ہے۔

حضرت اھنؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا تین شخصوں کو امین بنایا ہے۔ جبریلؑ کو آسمان میں اور زین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معاویہ بن ابی سفیان کو۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ روایت اس سند سے باطل ہے۔ اس کا ایک راوی محمد بن یزید البلیخی ہے جو ضعیف ہے۔ منکر روایات بیان کرتا اور دوسروں کی روایات چوری کرتا۔ (الموضوعات ص ۱۲۱)

اس مضمون پر کچھ اور بھی روایات تیار کی گئیں لیکن سب موضوع ہیں۔

حضرت معاویہؓ کو منہ پھردیکھتے ہی قتل کرنے کا حکم

جعفر بن محمد نے اپنے والد باقر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم معاویہ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے ہو تو اسے قتل کر دو۔

(چلو شکوہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود وہ وقت آنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ اس لئے کہ عبداللہ بن مسعود حضرت عثمان کے زمانہ میں انتقال کر چکے تھے)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی روایت میں دو شخص متہم ہیں۔ ایک شخص تو وہ جو اس روایت کے وضع کرنے میں مشہور ہے اور وہ عباد بن یعقوب ہے (عباد بن یعقوب الرواحی بخاری کا استاد ہے) اس نے اہل بیت کے فضائل اور ان کی ہلاکتوں میں متعدد منکر روایت پیش کی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ رافضی تھا۔ مشہور راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا یہ اس لائق ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے۔ دوسرا راوی حکم بن ظہیر ہے۔ یحییٰ بن معین کا

قول ہے یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کا دعویٰ ہے کہ یہ راوی متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا دعویٰ ہے ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں ابو سعید خدری سے بھی ایک روایت مروی لیکن ابو سعید ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے علیؑ کی بیعت نہیں کی اور معاویہ کی بیعت کی جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روایت سبائی برادری کی وضع کردہ ہے۔ اور اس کا راوی علی بن زید بن جعدان رافضی ہے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد باقر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے منبر پر معاویہ کو دیکھو تو اسے قتل کر دو۔

اور خالد بن مخلد نے جعفر بن محمد کے ذریعہ اہل بدہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن محمد الفزاری المصی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جھوٹی روایتیں لے کر اس کی سند ات وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان مچھلا) ایک اور راوی خالد بن مخلد ہے جو خالص تبرائی تھا۔

پھر یہ دعویٰ کہ جعفر بن محمد نے بدرین کی ایک جماعت سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ دعویٰ اتنا ہی مہمل ہے جیسا کہ سورج مغرب سے نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جعفر بن محمد نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا کجا کہ بدرین حضرات کو۔

پھر امیر معاویہؓ بارہا منبر رسول پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ان خبیثوں میں سے کسی میں بھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ ان کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھ لے۔ رہے حضرت جابرؓ انہوں نے امیر معاویہؓ اور یزید دونوں کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علیؑ کی بیعت سے گریز کیا۔ انہیں شیعہ بنانے کی کوشش اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کے امام محمدؓ بابر حضرت جابرؓ کے شاگرد تھے۔ حیرت ہے کہ ایک امام نے غیر امام سے علم حاصل کیا ہے۔ یہ امامت کسی ہے۔

اس روایت کو طبری نے محمد بن صالح کے ذریعہ عباد بن یعقوب الجعفی سے

نقل کیا ہے۔ اور اس روایت کو محمد اللہ بن مسعود کی جانب منسوب کیا۔ اس روایت الفاظ ہیں۔

جب تم معاویہؓ کو میرے منبر دیکھو تو قتل کر دو۔

اس کا ایک راوی عباد بن یعقوب الرواحی الکوفی ہے۔ اس کی روایات بخاری ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس کا جائزہ امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں شیخ ہے ثقہ ہے۔ ابن خویمہ کہتے ہیں روایت حدیث میں ثقہ ہے لیکن بلحاظ دین متہم ہے۔ یعنی شیعہ ہے۔

عباد بن ابی ہوازی فرماتے ہیں یہ عباد صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ فضائل کے سلسلہ میں منکر روایات نقل کرتا ہے۔

صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا اور کہتا اللہ کے انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے۔ کیونکہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنے کے بعد پھر جنگ کی ہے۔

قاسم بن زکریا المطرز کا قول ہے کہ میں اس عباد سے روایات سننے کے لئے گیا یہ اپنے شاگردوں کا امتحان لیا کرتا تھا کہ کون سبائی ہے اور کون غیر سبائی۔ اس نے مجھ سے سوال کیا سمندر کس نے کھودا ہے؟

قاسم - اللہ نے

عباد - اللہ نے کھودا ہوگا۔ لیکن تم بتاؤ کس نے کھودا۔

قاسم - استاد ہی بتادیں۔

عباد - علیؓ نے کھودا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ سمندر جاری کس نے کیا ہے؟

قاسم - اللہ نے۔

عباد - ہوگا۔ لیکن یہ بتاؤ کس نے جاری کیا ہے۔

قاسم - استاد ہی بتادیں۔

عباد - حسینؓ نے جاری کیا ہے۔

قائم کہتے ہیں یہ عباد اہل حق تھا۔ لیکن وہاں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ تلوار کس کی ہے؟ کہنے لگایہ تلوار یہ اس لئے تیار کر کے رکھی ہے کہ ہمدی آئیں گے تو میں ان کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کروں گا۔

قائم کہتے ہیں میں نے اس سے حقیقی روایات سنی تھیں جب وہ سن لی۔ اور رخصت کا وقت آیا تو اس نے پھر سب سوالات کئے کہ سمندر کس نے کھودا۔ کس نے جاری کیا؟ قائم۔ معاویہؓ نے کھودا اور عمرو بن العاصؓ نے جاری کیا۔

پھر میں ایک دم اٹھ کر بھاگا۔ اور وہ پیچھے سے چیخ رہا تھا کہ اس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے عباد سے سنا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا۔ جو شخص ہر نماز میں دشمنان آل محمدؐ پر تبرائز کرے۔ اس کا ہشر بھی دشمنان آل محمدؐ کے ساتھ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان سبائیوں کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہر نماز میں تبرائی دعائیں ملیں گی۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ عباد رقص کی تبلیغ کرتا۔ اور مشہور ثقہ راویوں کے نام سے منکر روایات پیش کرتا۔ اس لئے اس کی روایات ترک کر دی گئیں۔
شہدہ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ۳/۳۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عتق رب تمہارے سامنے جنت کا ایک آدمی آئے گا۔ اچانک معاویہؓ آگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے معاویہؓ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھ سے جنت کے دروازے پر اسی طرح چٹا رہے گا۔ جیسے میرا یہ انگوٹھا اور اننگلی شہادت۔

اس کی سند میں ایک راوی عبدالعزیز بن بحر المرزبی ہے۔ جسے عباس دوری نے کذاب کہا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ اس لئے یہ کہانی اسمعیل بن عیاش سے روایت کی ہے۔ اول تو وہ خود ناقابل اعتبار ہے۔ اور علی الخصوص اس کی وہ روایات تو ہر گز قابل قبول نہیں جو وہ اہل حجاز سے نقل کرے۔ اور عبدالرحمن

بن عبد اللہ بن دینار حجازی ہے جس سے اسماعیل نے یہ روایت نقل کی۔ (میزان صفحہ ۶۲۳)

امیر معاویہ کا جنگ میں حصہ لینا

حضرت سعد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے بارے میں فرمایا کہ جب اس کا حشر کیا جائے گا تو نور کا حصہ پہنے ہوگا جس کا ظاہر رحمت ہوگا اور اس کا باطن رضا ہوگی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتابت وحی جمع کرنے کے باعث فخر کریں گے۔

حضرت معاویہ کا کاتب وحی ہونے کے باعث قیامت میں نبی کی صورت میں آنا

حضرت سعد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ معاویہ ایک نبی کی صورت میں مبعوث ہوں گے۔ قرآن کا بار اٹھائے اور اسے محفوظ رکھنے کے باعث۔

اس کا راوی محمد بن الحسن ہے۔ اس سے محمد بن اسحاق بن محمد السوسی نے امیر معاویہ کے فضائل میں مختلف احادیث نقل کی ہیں۔ اور غالباً یہ محمد بن الحسن وہ ہے جو نقاش کے لقب سے مشہور ہے۔ اور مفسر ہے۔ یہ نقاش کذاب ہے۔ بلکہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ (میزان صفحہ ۱۶۷)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ سے کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے اس سلسلہ میں جبرئیل سے مشورہ کیا۔ انھوں نے فرمایا معاویہ سے ضرور لکھواؤ۔ کیونکہ وہ ایک امین ہے۔

اس کا ایک راوی محمد بن عبد المجید اللیمی ہے۔ جسے محمد بن غالب تمام نے ضعیف کہا ہے۔ محمد بن عبد المجید نے یہ روایت احرم بن حوشب سے نقل کی ہے۔ احرم بن حوشب۔ یہ ہمدان کا قاضی تھا۔ زیاد بن سعد اور قرۃ بن خالد روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ تو ایک آفت ہے۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کذاب ہے۔ بخاری، مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ سعدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ نقد راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ (میرزاں ص ۳۷۲)

ایک دہ گروہ جو سنت کا دعویٰ کرتا تھا (یعنی اہل سنت تھا) اس نے امیر معاویہ کی فضیلت میں رافضیوں کو غصہ دلانے کے لئے احادیث وضع کیں۔ اسی طرح رافضیوں کے اس گروہ نے جو امیر معاویہ سے بغض رکھتا تھا امیر معاویہ کی مذمت میں احادیث وضع کیں۔ اس طرح ہر دو فریق نے ایک دوسرے کی فحش غلطی کی۔

جو روایات ان کی فضیلت میں وضع کی گئیں وہ ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

آیت الکرسی لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ قلم مہیا کیا

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں خالص سونے کا ایک قلم تھا کہنے لگا اے رسول تجھے علیؑ سلام کہتا ہے اور کہتا ہے اے میرے دوست میں نے تیرے پاس یہ قلم اپنے عرش سے بھیجا ہے اسے معاویہ کو پہنچا دینا اور اسے حکم دینا کہ آیت الکرسی اس قلم سے لکھے اس کو خوبصورت بنائے اور میرے سامنے پیش کرے۔ کیونکہ میں نے لکھنے والے کے لئے یہ لکھا ہے کہ قیامت تک اس شخص کو ثواب ملتا رہے گا جو آیت الکرسی لکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ابو عبد الرحمن کو بلا کر لائے گا۔ اس پر ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور چلے گئے حتیٰ کہ امیر معاویہ کو بلا کر لے آئے۔ اور دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان دونوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے ان ہر دو کا جواب دیا اور امیر معاویہ سے فرمایا۔ اے ابو عبد الرحمن میرے پاس آؤ۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے انہیں قلم عطا فرمایا۔ پھر فرمایا اے معاویہ تیرے لئے یہ ہدیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش سے بھیجا ہے تاکہ تو اپنے اس قلم سے آیت الکرسی لکھے اور عمدہ شکل سے لکھ کر

حضور پر پیش کرے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ایسے شخص کے لئے یہ ثواب لکھا ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھے گا تو لکھنے والے کو قیامت ثواب ملتا رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہؓ نے وہ قلم حضور کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے اپنے کان میں رکھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ قلم معاویہ کو دیدیا ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔

راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ ٹانگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ اللہ نے انھیں جو کرامت عطا فرمائی اس کی حمد کرتے رہے۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے قریب دوات ملائی گئی۔ آپ عمدہ خط میں آیت الکرسی لکھتے رہے۔ اور پھر اسے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا آپ نے فرمایا اے معاویہ اللہ نے تیرے لئے ان تمام لوگوں کا ثواب لکھا ہے کہ جو آج سے قیامت تک آیت الکرسی پڑھے گا۔

یہ روایت موضوع ہے اور گھڑنے والے نے کتنی ردی روایت وضع کی ہے۔ اس نے اس روایت میں بہت سی نئی ایجادات کیں۔ اور بات کو طول دیا حالانکہ اس روایت کے اکثر راوی مجہول ہیں۔

حالانکہ اس روایت کو احمد بن خالد الجوباری نے ابو ہریرہؓ کی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے زعفران سے آیت الکرسی لکھی اور سات مرتبہ تسبیح پڑھی اور ہر بار زبان سے اسے چاٹتا رہا تو وہ کبھی نہ بھولے گا۔

اور ابن عمر کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی گئی کہ جب آیت الکرسی نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ اسے لکھ۔ انھوں نے عرض کیا اس کی کتابت کے بدلے میں مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔ فرمایا جو بھی اس کی قراءت کرے گا تو تیرے لئے اس کا اجر لکھا جائے گا۔

یہ روایت حسین بن علی الحنفی نے وضع کی ہے۔ اور محدثین نے اس کا اہتمام احمد بن محمد بن تافع پر لگایا ہے۔

قرآن کی غلط کتابت پر قتل کا حکم

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ابن حنظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتا اور جب غفور رحیم نازل ہوتا تو اس کی جگہ رحیم غفور لکھتا۔ اور جب سمیع علیم نازل ہوتا تو اس کی جگہ علیم سلیم لکھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں نے تجھے غفور رحیم کہا اور تو نے رحیم غفور لکھا اور سمیع علیم لکھوایا اور تو نے علیم سلیم لکھا کیا یہ دونوں ایک ہیں۔

اس پر ابن حنظل بولا کہ اگر محمد جی ہیں تو میں نے وہی لکھا جو میں نے ارادہ کیا تھا۔ پھر وہ کافر ہو گیا اور اہل مکہ سے جا کر مل گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ابن حنظل کو قتل کرے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ پھر اس شخص کو فتح مکہ کے دن قتل کیا گیا اور یہ کعبہ کے پرہیزے پکڑے ہوئے تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ سے لکھوانے کا ارادہ کیا لیکن اسے بُرا سمجھا کہ معاویہ بھی وہی حرکت کریں جو ابن حنظل کر چکا تھا۔ تو جبریل سے مشورہ کیا۔ جبریل نے جواب دیا معاویہ سے ضرور لکھو اذ کیونکہ وہ امین ہے۔

اس روایت کا مادی احرم ہے وہ کذاب ہے۔ یحییٰ کا قول ہے کہ احرم کذاب ہے خبیث ہے۔ بخاری مسلم اور نسائی کہتے ہیں وہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کذاب ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا۔ (الموضوئۃ ص ۱۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاویہ کو تیر دینا

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر معاویہ کو دیا۔ اور فرمایا اس تیر کو مضبوطی سے تھامنا حتیٰ کہ تم مجھ سے اگر جنت میں ملا کر دو۔ اب مجھے اس بات کی خبر نہیں کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد کسی نے ان کے ہاتھ میں تیر تھمایا یا نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ قبر میں زندہ ہوں اور ان کے ہاتھ سے تیر چھٹ گیا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس لئے کہ اس سلسلہ میں ابو ہریرہ اور انس سے جتنی روایات مروی ہیں۔ سب غالب جزری پر موقوف ہیں۔ کجی کا بیان ہے کہ یہ غالب جزری ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے بلا سند کہا نیاں نقل کرتا ہے۔ جس کے باعث اس کی کسی روایت کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں۔

نیز ابو ہریرہؓ کی تمام سندات میں وزیر بن عبد الرحمن بھی ہے۔ کجی بن معین کا بیان ہے کہ یہ وزیر کوئی شے نہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے کجی بن معین کے سامنے وزیر کی یہ روایت پیش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کو ایک تیر غنا فرمایا۔ کجی نے جواب دیا یہ روایت کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ وزیر بن عبد الرحمن نہیں جو مشہور ہیں۔

قیامت میں حضرت معاویہؓ نور کی چادر اوڑھے ٹھہریں گے

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جب معاویہؓ اٹھائے جائیں گے تو وہ نور کی ایک چادر اوڑھے ہوں گے۔

ابن حاتم کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور جعفر بن محمد الانطاکی زہیر بن معاویہ نام سے موضوع کہا نیاں بیان کرتا ہے۔ (الموضوعات ص ۲۳)

دنیا میں برا بھلا کہنے پر حضرت معاویہؓ کو اللہ کا انعام

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنے صحابہ میں سے معاویہ بن ابی سفیان کے علاوہ کسی کو غیر موجود نہ پاؤں گا میں انھیں ستر یا اسی سال تک نہ دیکھوں گا۔ اچانک وہ ایک مشک کی ٹوٹی پھ

میرے سامنے آئیں گے۔ جس کی کھال اللہ کی رحمت کی ہوگی۔ جس کے پاؤں زبرجد کے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے معاویہ۔ وہ جواب دیں گے اے محمد میں حاضر ہوں۔ میں کہوں گا تم اسٹی سال سے کہاں تھے۔ وہ جواب دیں گے میں عرش الہی کے نیچے ایک باغچہ میں تھا وہاں مجھ سے میرا پروردگار مجھ سے مناجات کر رہا تھا اور میں اس سے مناجات کر رہا تھا۔ وہ مجھے جواب دے رہا تھا اور میں اسے جواب دے رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا یہ اس شے کا عوض ہے کہ مجھے دنیا میں بہت گالیاں دی گئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اسے عبداللہ بن حفص نے وضع کیا ہے۔ ابوبکر الخطیب کہتے ہیں یہ روایت اپنی سند اور متین دونوں کے لحاظ سے موضوع ہے۔ اور اسے عبداللہ بن حفص الوکیل نے وضع کیا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس کے باقی راوی ثقت ہیں۔

ابراہیم الحظلی کا بیان ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کی فضیلت میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے علیؑ اور معاویہؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا علیؑ کے دشمن بہت تھے۔ ان دشمنوں نے علیؑ کے عیوب تلاش کئے لیکن انھیں کوئی عیب نظر نہیں آیا۔ تو وہ ایک ایسے شخص کے پاس آئے جس نے علیؑ سے قتال کیا۔ اور ان کے خلاف تدابیر اختیار کیں۔

حرہ کی کہانی

ہم نے جب مذہبی داستان لکھنی شروع کی تو ہمارے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ہم واقعہ حرّ ابھی لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ لیکن جب ہم نے مذہبی داستان لکھنی شروع کی تو مصنوعی کہانیوں نے ہمیں ہر سوسے گھیر لیا۔ اور واقعہ حرّ اذہن کے کونہ کھدرے میں پڑا رہ گیا۔

لیکن جب ہم نے چوتھے حصّہ کا ارادہ کیا تو لوگوں کا پھر اصرار بڑھا کہ واقعہ حرّ اب کچھ نہ کچھ تحریر کیا جائے۔ لیکن اول عمر کی زیادتی، دوسرے سانس کی بیماری کے سبب ہمت جواب دے گئی۔ لیکن قرض بہر صورت قرض تھا۔ لہذا اس کی ادائیگی کے لئے حامی تو بھری۔ لیکن جب لکھنے بیٹھے تو اعضاء نے ساتھ چھوڑ دیا لہذا اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر کی زبانی نقل کرنا بہتر سمجھا۔ اور ان کی البدایہ و النہایہ جلد ۳۱ سے ان کی کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا۔ اور ساتھ میں جن روایات پر اعتراضات تھے وہ پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لہذا حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں۔

پھر سلسلہ شروع ہوا۔ اسی سن میں واقعہ حرّ پیش آیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو قریش کی سرداری عبداللہ بن مطیع کو دی گئی اور انصار کی عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو۔

جب اس سنہ کی ابتداء ہوئی تو ان لوگوں نے ظہور کیا اور منبر رسول کے قریب جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص بولا۔ میں نے یزید کی بیعت اس طرح اتار پھینکی جس طرح میں اپنا یہ صاف اتار رہا ہوں۔ پھر اس نے اپنا یہ صاف نیچے لٹا کر پھینک دیا۔ دوسرا شخص بولا میں یزید کی بیعت اسی طرح توڑ رہا ہوں جس طرح میں نے اپنے یہ جوتے اتار دئے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے عمامے اور بہت جوتے جمع ہو گئے۔

(ہمارے علماء حضرات ہمیں صرف یہ بتادیں کہ بیعت کا کیا مقصد ہے اور کیا کسی پیر کی بیعت اس طرح توڑنا جائز ہے یا ناجائز۔ اور کیا بیعت کا صرف اتنا درجہ ہے کہ جب چاہا جوتے کی طرح اسے نکال پھینکا۔ اسے تو اسلام میں بغاوت کہا جائے گا اور ایسا کرنے والے واجب القتل ہوں گے اور جن لوگوں نے حرکت کی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بیعت سے بھی ناواقف تھے بلکہ ان کا مقصد ہی بغاوت تھی)

پھر یہ لوگ اس پر مجتمع ہو گئے کہ مدینہ میں جو یزید کا عامل (گورنر ہے) اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔ اس گورنر کا نام عثمان بن محمد بن ابی سلیمان تھا۔ جو یزید کا چچا زاد بھائی تھا۔ نیز تمام بنو امیہ کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔ یہ سن کر تمام بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے۔ اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا (گویا ناراضگی یزید سے تھی اور اس کی سزا تمام بنو امیہ کو دی جا رہی تھی۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز تھی اور تابعین کے دور میں جبکہ متعدد صحابہ بھی حیات تھے۔)

عل بن الحسین یعنی زمین العابدین نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ حضرات بیعت یزید توڑنے کے لئے ہر گز تیار نہ ہوئے اور عبداللہ بن عمر کے گھر کا کوئی فرد اس میں شریک ہوا بلکہ عبداللہ بن عمر نے اپنے اسرار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے۔ ورنہ میرے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔

اہل مدینہ نے عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کی موت پر بیعت سے انکار کر دیا اور کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شرط پر بیعت کرتے کہ جب ان سے بھاگیں گے نہیں یقیناً عبداللہ بن مطلب کی اولاد میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہ توڑی۔

(ہمارے قارئین کرام خود غور فرمائیں کہ اس صورت میں نفس واقعہ کی کیسا پوزیشن ہوئی۔ کیا یہ اپنی امارت کے لئے ایک بغاوت نہ تھی اور خاص طور پر جب تمام صحابہ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا)

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی اور عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کو امیر بنایا تو ان دو حضرات نے بھی یزید کی اس کے علاوہ کوئی برائی نہیں کی کہ وہ شراب پیتا اور گانے والی عورتوں کے پاس جاتا ہے۔ ان حضرات میں سے کسی نے بھی اس پر زندقہ ہونے کا الزام نہیں لگایا۔ زیادہ سے زیادہ بعض نے اسے فاسق کہا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے ایک ہنگامہ اسی طرح اٹھے گا جیسا کہ اہل مدینہ کے عمل سے رونما ہوا۔ حالانکہ یزید نے ان کی اطاعت کی کوشش کی۔ لیکن عبداللہ بن عمر اور اہل بیت نبوت میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہ توڑی۔ اور نہ کسی اور سے بیعت کی۔ بنو امیہ نے یزید کو مراسلہ بھیجا کہ ہماری کس طرح توہین کی جا رہی ہے اور ہمیں کس طرح بھوکا اور پیاسا مارا جا رہا ہے۔ یا تو انھیں کوئی بچانے کے لئے بھیجا جائے۔ ورنہ ان کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔

جب یہ خط یزید کے پاس پہنچا تو وہ ٹھنڈے پانی میں نقرس کے باعث پاؤں رکھے بیٹھا تھا۔ جب اس نے خط پڑھا تو اس سے گھبرا اٹھا۔ اور بولا کیا ان کے پاس ایک ہزار آدمی بھی نہیں۔ مراسلہ لیجانے والے لے کہا ہاں۔ یزید بولا کیا وہ ایک ساعت بھی قتال نہیں کر سکتے۔

پھر یزید نے عمرو بن سعید بن العاص کو خط لکھا اور اسے اس پر آمادہ کرنا چاہا۔ کہ وہ خود مدینہ چلا جائے۔

عمرو بن سعید نے انکار کر دیا اور عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین آپ نے جب مجھے مدینہ کی گورنری سے معزول کیا تھا تو وہ ایک مضبوط مقام تھا۔ وہاں کے معاملات درست تھے۔ لیکن اس وقت قریش کے خون اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔

اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں ان کے کسی کام کا متولی بنوں۔

راوی کا بیان ہے۔ پھر یزید نے مسلم بن عقبہ المزنی کے پاس آدمی بھیجا وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اسے اس کام کے لئے تیار کیا اور اس کے ساتھ یزید نے دس ہزار سوار بھیجے۔ بعض لوگوں نے بارہ ہزار۔ اور بعض نے ساڑھے بارہ ہزار بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص کو سو دینار دئے اور ایک قول یہ ہے کہ چار دینا دیئے۔ پھر ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اس لشکر کا معائنہ کیا۔

دیہاں تک جو مضمون گزرا ہے۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ خود ابن کثیر کا بیان ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر کا انتقال ۷۴۳ھ میں ہوا اور واقعہ ۷۳۳ھ کا ہے۔ ساڑھے سات سو سال پہلے کا واقعہ ابن کثیر کے علم میں کیسے آیا تو ابن کثیر خود اس کا عقدہ کھولتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں (

در انسی کا بیان ہے کہ یزید نے اہل دمشق پر عبداللہ بن مسعود نے المغراری کو مامور کیا۔ اہل حمص پر حصین بن نیر السکونی کو، اہل اردن پر حبیش بن دلجہ لعلی کو۔ اہل فلسطین پر روح بن زبنا الجزامی اور شریک اکثانی کو اور اہل قنسرین پر حریف بن الححاس الہلال کو امیر متعین کیا۔ اور ان سب کا امیر مسلم بن عقبہ المزنی کو بنایا جو بنو غطفان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی کو سلف نے مسرف بن عقبہ بیان کیا۔

مدائنی

گو جناب مدائنی حدیث میں قوی نہیں۔ مگر روایات پیش کرتے ہیں۔ یعنی جس روایت کا نہ سہر ہوتا ہے نہ پیر۔ بلکہ دراصل یہ تمام مورخ کے ذہنی تخیلات ہوتے ہیں۔ بلحاظ سند یہ واقعہ بھی ذہنی ہے۔

اور یہ کہنا کہ اسلاف مسلم بن عقبہ کو مسرف کہا کرتے تھے۔ یہ بھی مدائنی کا ایک تخیل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سلف سے وہ لوگ مراد ہوں جو مدائنی کے تخیل میں پیدا ہو رہے ہوں۔ کیونکہ مدائنی نے ۹۳ سال کی عمر میں ۷۲۵ھ انتقال کیا۔ گویا مدائنی ۷۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ واقعہ ۷۳۳ھ کا ہے۔ مدائنی نے یہ واقعہ

کن لوگوں سے سنا ان کا نام مدائنی نے غائب کر دیا ہے۔ اور محمد بن کا یہ دعویٰ کہ یہ مرسل روایات تیار کرتے ہیں۔ تو یہ واقعہ بھی مرسل ہے۔ بلکہ مدائنی نے ذہنی طور پر بیان کیا ہے۔ اور پھر بعد میں ٹمک مرج لگانے والوں نے اس پر کچھ کالی مرچیں بھی چھڑک دی ہیں۔ ہاں ہمیں یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ حضرت حسینؑ کا گانا جو ہمارے سنی حضرات گاتے ہیں کم از کم مدائنی کے بقول چند ماہ بعد بھی اہل مدینہ میں اس کا کوئی چرچا نہ تھا اور نہ کسی اہل مدینہ نے یزید پر قتل حسینؑ کا الزام لگایا۔ بلکہ اس واقعہ کو کوئی حیثیت تک نہ دی۔ اب یہ باتیں مدائنی جانے اور چھائے کر بھائی جائیں) حضرت نعمان بن بشیر نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ ذمہ واری مجھے سونپ دیجئے میں ان کے لئے کافی ہوں۔ یہ نعمان اپنی والدہ کی جانب سے عبداللہ بن حنظلہ کے بھائی تھے۔

اس پر یزید بولا کہ اب ان لوگوں کے لئے اس تاریکی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اللہ کی قسم میں اب انھیں ضرور قتل کر دوں گا۔ کیونکہ میں ان پر کئی بار احسان کر چکا۔ اور کئی بار معاف کر چکا۔

حضرت نعمان بن بشیر نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں آپ کو اپنے قبیلے اور انصار رسول اللہ کے معاملہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر خود ایک انصاری صحابی ہیں اور ان کے والد بھی انصاری صحابی تھے۔ یزید کا یہ انب سے حمص کے گورنر ہیں۔ گویا انصار مدینہ بھی سب یزید کے خلاف نہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین اگر وہ آپ کی اطاعت قبول کر لیں تو کیا ان کی اطاعت قبول کی جائے گی؟

یہ عبداللہ بن جعفر حضرت علیؑ کے بڑے بھائی جعفر کے بیٹے ہیں اور صحابی رسول ہیں گویا حضرت حسینؑ کے تایا زاد بھائی ہیں اور یزید کے حامی ہیں۔ یزید نے جواب دیا اگر وہ ایسا کریں گے تو انھیں قتل کیا جائے گا۔ پھر یزید نے مسلم بن

عقب سے کہا۔ ان لوگوں کو تین دفعہ اطاعت کی دعوت دینا۔ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو تم بھی ان کی بات قبول کرتا۔ ورنہ اللہ سے مدد کے خواہاں بننا اور ان سے جنگ کرنا اور جب ان پر غالب آجائے تو تین روز تک مدینہ کو مباح کر دینا۔ پھر لوگوں سے ہاتھ روک لینا۔

اس تمام عبارت پر غور کرنے کے بعد حسب ذیل نتائج قارئین کے سامنے ہیں۔

۱۔ تمام اہل مدینہ اس بغاوت میں شریک نہ تھے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں میں سے جن کو مہاجرین کہا جاتا تھا اس بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ یہ سب یزید کے حامی تھے۔ مثلاً حسین کے صاحبزادے علی بن حسین جنھیں سبائیوں نے زین العابدین کے لقب سے مشہور کر رکھا ہے۔

۲۔ انصار میں سے ایک گروہ نمریزید کی مخالفت کی مثلاً عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع اور بہت سے انصار یزید کے حامی تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت نعمان بن بشیر وغیرہم۔ اسی طرح انصار میں دو گروہ ہوئے ایک حامیان یزید اور ایک مخالفین یزید۔ اور جن لوگوں نے نمریزید کی مخالفت کی تھی وہ بھی موت کی بیوت کے مسئلہ پر علیحدہ ہو گئے۔ اب تو صرف باغیوں کا ایک گروہ تھا جو بردار تھا۔ اور ابن الزبیر نے اسے جو سبق پڑھا دیا تھا وہ گارہا تھا۔ حالانکہ عبداللہ بن حنظلہ یزید سے لاکھوں درہم لے کر آیا تھا۔

۳۔ انصار کا جو گروہ مخالف ہوا وہ اس غلط بہروپیگنڈے کے باعث ہوا کہ یزید شراب پیتا اور تازہ چھوڑ دیتا ہے اور یہی پروپیگنڈہ آج تک یزید کے مخالفین کرتے ہیں۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اس پروپیگنڈے میں حسین کا نام کہیں نہیں آیا۔ حتیٰ کہ مدائنی کی یہ کہانی پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یا تو کربلا میں کوئی حادثہ ہی پیش نہیں آیا اور اگر کوئی واقعہ پیش آیا تھا تو اس میں بیچارے یزید کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ ورنہ خاندان بنی ہاشم میں سے کسی بھی یزید کی مخالفت نہیں کی۔

۴۔ جن لوگوں نے یزید پر یہ الزامات قائم کئے مثلاً شمار نہیں پڑھتا۔ اور شراب پیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کی تردید بڑے بڑے صحابہ اور ہاشمیوں نے کی لیکن ان حضرات کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

۵۔ کسی نے حسینؑ کے قتل کا نام تک نہیں لیا گویا کوئی اہل مدینہ حسین بن علی کو چانتا تک نہ تھا جسے رافضیوں نے ایک زمانہ بعد ہمارے لئے ایک کہانی بنا دیا۔

۶۔ ایسی صورت میں یزید کا ان انصار مدینہ کے خلاف اقدام سراسر جائز اور حق پہنچی تھا۔ اور ہر حکومت یہی کرتی۔

۷۔ یزید نے لشکر بھیجا اور اسے ہدایت دی کہ ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا۔ اور امیر لشکر نے انہیں تین دن کی مہلت دی۔ لیکن اہل مدینہ نے اس مہلت کو قبول نہیں کیا۔

۸۔ یہ تمام لشکر اہل شام پر مشتمل تھا۔ ان میں کوئی افریقی نہ تھا۔ جیسا کہ ہمارے طبقہ میں مشہور ہے۔ وہ تو صرف ایک پروپیگنڈہ ہے۔

۹۔ یہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ یزید نے ان کے لئے مدینہ کے قریب حلال کیس۔ بلکہ قتل و قتال کیا گیا۔ جسے ہمارے کہانی نویسوں نے عورتوں کی حلت بنالیا اور بقول ان کہانی نویسوں کے مدینہ میں تین روز تک حرام کاری ہوتی رہی۔ گویا وہ تمام انصار و مہاجرین جو یزید کے حامی تھے یہ ان کی غلطی تھی کہ ایسی دردناک صورت میں وہ یزید کے حامی بنے رہے اور یزید کے معادنت کرتے رہے اور تماشہ دیکھتے رہے۔

۱۰۔ جب انصار کی ایک ہزار عورتوں کے ناجائز حمل ٹھہرا تو کیا ان کا منہ کرنے کے لئے ہمارا مولوی گیا تھا یا مورخ مسعودی۔ اور معلومات کا کیا ذریعہ تھا۔

۱۱۔ اور جن عورتوں کے ناجائز حمل ٹھہرا تھا۔ انہوں نے اور ان کے اہل خانہ نے تو یہ عہد کر لیا ہو گا کہ آئندہ کسی قریشی کو برسرِ اقتدار نہیں آنے دینا۔ بلکہ اگر چار

بس چلے تو کسی قریشی کو حکومت پر کبھی نہیں آئے دینا۔

۱۲۔ انصار صحابہ اور انصار تابعین کی ایک ہزار لڑکیاں حرام کاری میں مبتلا ہوئیں تو اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ ان کی آنے والی نسلیں واقعاً انصاری النسل تھیں کہیں یہ انصار مدینہ پر تبرا تو نہیں۔ اس لئے کہ شیعہ مذہب میں حضور کی وفات کے وقت صرف پانچ مومن تھے اور ان پانچ میں کبھی کوئی انصاری داخل نہیں ہوا اس لحاظ سے انصار کو گالی دینے کے لئے موقعہ کی تلاش تھی۔ اب ہمارا مولوی بھی کہتا ہے کہ ایک ہزار عورتوں کی عورت لوٹی گئی۔ ان کا اتنا پتہ معلوم کرنا ہے تو ہمارے ملا سے دریافت کر لیجئے۔

روایت میں ہے کہ ”مدینہ اس کے بعد مباح کر دیا۔“ روایت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں قتل و قتال کی حلت مراد ہے۔ لیکن ہمارے ملا نے قتل و قتال تو کبھی دیکھا نہ تھا۔ لہذا اسے عورتوں کی حلت یاد آئی اور اس نے ان الفاظ کو غلط جامہ پہننا کربات کا بت گڑبنا دیا۔ اور کہانی بنانے والوں نے یہ کہانی بنا کر پیش کر دی۔

یزید نے جواب دیا اگر ان باغین نے ہماری اطاعت قبول کر لی تو انہیں کسی قسم کی سرزنش نہ کی جائے گی۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ سے کہا کہ پہلے قوم کو تین روز تک دعوت دینا اگر وہ اطاعت قبول کرے تو تو بھی ان کی بات قبول کر لینا اور ان سے ہاتھ اٹھا لینا۔ ورنہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا اور جب تو ان پر غالب آجائے تو تین روز تک مدینہ مباح کر دینا۔ پھر لوگوں سے ہاتھ روک لینا۔ اور علی بن الحسین کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ ان سے اپنا ہاتھ روک لینا۔ اور ان سے اچھا سلوک کرنا اور انہیں اپنی مجلس کے قریب رکھنا کیونکہ علی بن الحسین (زین العابدین) نے اس چیز میں جو اہل مدینہ نے اختیار کی قطعاً حصہ نہیں لیا۔ اور مسلم بن عقبہ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ اگر تیرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس لشکر کا امیر حسین بن زید الکوفی ہوگا۔

یزید نے عبداللہ بن زید کو لکھا کہ عبداللہ بن زید کی جانب جاؤ اور مکہ کا محاصرہ کر لو لیکن عبداللہ بن زید نے انکار کر دیا اور بولا۔ اللہ کی قسم میں اس قاسق (ابن الزبیر) کے لئے دو باتیں جمع نہ کروں گا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کروں۔ اور بیت الحرام پر جنگ کروں۔

عبداللہ بن زید کی مال کا نام مرجانہ تھا۔ جب ابن زید اگلے حسین کو قتل کیا تو اس نے کہا تو نے بہت برا کیا اور سختی سے اس کا گلا دبا دیا۔ یہ بات بھی یزید تک پہنچ گئی۔ کہ عبداللہ بن زید اپنے خطبوں میں کہتے۔ بتدروں والا یزید۔ شراب پینے والا۔ نمازیں ترک کرنے والا اور رنڈیوں کی جانب متوجہ ہونے والا (گویا یزید کے خلاف اس پر ویسٹنگٹن نے مدینہ کے کچھ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی تھی)۔

جب مسلم اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچا تو اہل مدینہ نے بنو امیہ کا حصار سخت کر دیا اور ان سے کہا اللہ کی قسم یا تو ہم تمہارے سب جانداروں کو قتل کر دیں گے یا تم ہمیں یہ عہد نامہ لکھ کر دو کہ تم ان شامیین کو کسی قسم کی اطلاع نہ دو گے اور نہ ہمارے مقابلے میں ان سے تعاون کرو گے۔

راور جو انصار یزید کے حامی تھے اور باقی قریشی مثلاً عبداللہ بن عمر اور محمد بن علی ان کے خلاف یہ باغیین کچھ نہ بولے)

جب مسلم اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا تو بنو امیہ سے ملا اور ان سے خبریں پوچھنے لگا۔ ان میں سے کسی نے اسے کسی بات کی خبر نہ دی اور اس لشکر سے علیحدہ رہے اس مسلم کے پاس عبدالملک بن مروان آیا اور بولا کہ اگر تو مدینہ پر فتح پا نا چاہتا ہے تو مدینہ کے مشرقی جانب حرہ میں اتر۔ جب یہ اہل مدینہ تیرے مد مقابل آئیں گے تو سورج تمہاری گردن کے پیچھے ہوگا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ہوگا تو انہیں اطاعت کی دعوت دینا۔ اگر وہ تیری بات قبول کر لیں تو بہتر ہے۔ ورنہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا تو اللہ تعالیٰ تجھے ان پر کامیاب فرمائے گا۔ کیونکہ انھوں نے امام کی مخالفت کی اور اطاعت سے باہر ہو گئے۔

مسلم بن عقبہ نے اس بات پر عبد الملک کا شکریہ ادا کیا اور عبد الملک نے جو مشورہ دیا تھا اس پر عمل کیا اور مدینہ کے مشرقی جانب حرہ میں قیام کیا اور تین روز تک اہل مدینہ کو اطاعت امیر کی دعوت دیتا رہا۔ لیکن وہ سوائے قتال کے ہر بات سے انکار کرتے رہے۔

جب تین دن گزر گئے اور چوتھا دن آیا۔ اور یہ بدھ کا دن تھا اور ذی الحجہ میں دو راتیں باقی تھیں۔ اس نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے اہل مدینہ تین دن گزر گئے اور امیر المؤمنین نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم ان کی اصل اور اہل قبیلہ ہو۔ اور وہ تمہارا خون بہانا نہ کرو سکتے ہیں۔ انھوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں تین دن کی مہلت دوں۔ اب تم بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ صلح کرنا چاہتے ہو یا جنگ کرنا چاہتے ہو۔ یہ بولے کہ ہم تو جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلم بولا کہ ایسا نہ کرو بلکہ صلح صفائی کے ساتھ رہو اور اس لمحہ (ابن الزبیر) کے مقابلہ پر ہماری قوت بن جاؤ۔

(الہدایہ والتہامیہ جلد ۸ ص ۲۱۹)

اس پر اہل مدینہ بولے اے اللہ کے دشمن اگر تیرا مقصد یہ ہے کہ ہم تمہیں اس کی اجازت دیدیں؟ کیا تو ہمیں اس بات سے ڈراتا ہے کہ تم مکہ کی جانب جاؤ اور بیت اللہ الحرام میں الحاد پھیلاؤ۔

اس کے بعد انھوں نے قتال کا اناؤہ کر لیا اور اپنے اور مسلم بن عقبہ کے درمیان ایک خندق کھود لی اور اپنے لشکر کو چار حصوں پر تقسیم کیا اور سب سے خوبصورت وہ حصہ تھا جس میں عبد اللہ بن حنظلہ الغنیل تھے۔ پھر باہم سخت قتال ہوا۔ پھر اہل یثرب خندق کی جانب منہزم ہو گئے۔ اور اس روز بڑے بڑے سادات (سردار) اور بڑے بڑے افراد قتل ہوئے جن میں عبد اللہ بن مطیع اور ان کے سات بیٹے ان کے سامنے مقتول ہوئے۔ اور عبد اللہ بن حنظلہ بن الغنیل اور ان کے ماں جا بگھائی محمد بن ثابت بن شماس اور محمد بن عمرو بن حزم۔

اتفاق سے مردان وہاں سے گذرے محمد بن عمرو بن حزم منی میں لٹھڑے

پڑے تھے وہ یوں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ وہ کتنے ستون ہیں جس نے تمہارا قیام اور سجدوں کو دیکھا ہوگا۔

(ذرا سوچئے کہ اس زمانہ میں بروہیگنڈہ مشنری کس طرح کام کر رہی ہوگی جس میں بڑے بڑے نیک لوگ پائی کی طرح بہ گئے اور ابن الزبیر کے بقول یزید کو فاسق اور شرابی تصور کرتے رہے۔ لیکن حیرت ہے کہ کسی شخص نے حسینؑ کا نام نہیں لیا۔)

پھر مسلم بن عقبہ نے وہ خٹے حلال کر دی جس کی وجہ سے سلف اس کو مسرف بن عقبہ کہنے لگے تھے۔ اللہ اس شخص کی صورت بگاڑے جس نے اسے یہ راستہ دکھایا تھا۔ مدینہ تین دن تک اسی طرح کر دیا گیا جس طرح مسلم کو یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے کہ اس نے اشراف اور قراء کی ایک جماعت کو قتل کیا اور بہت سے مال لوٹے اور ایک شرّ عظیم اور بڑا فساد واقع ہوا جیسا کہ متعدد افراد نے ذکر کیا ہے پس وہ لوگ جو باندھ کر قتل کئے گئے ان میں معقل بن سنان بھی تھے۔ اور یہ پہلے مسلم بن عقبہ کے دوست تھے۔ لیکن مسلم نے انھیں یزید کے بارے میں سخت کلام کرتے دیکھا۔ اس باعث انھیں شہید کر دیا گیا۔

اس مسلم نے علی بن حسین کو طلب کیا۔ وہ مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان چلتے ہوئے آئے۔ تاکہ یہ ہر دو زین العابدین کی نجات کا سبب بن جائیں۔ لیکن انھیں یہ خبر نہ تھی کہ یزید نے اس مسلم کو ان کے سلسلہ میں وصیت کی ہے۔ جب یہ یمینوں سامنے جا کر بیٹھ گئے تو مروان نے پانی مانگا۔ اور مسلم بن عقبہ شام سے برف لے کر آیا تھا۔ اس کچے پانی میں وہی برف ڈال کر دیا جاتا۔ جب پانی آیا تو مروان نے تھوڑا سا پانی پیا۔ پھر باقی علی بن الحسین کو دیدیا تاکہ وہ اس پانی کے ذریعہ امان حاصل کریں۔

مروان علی بن الحسین کو ایذا پہنچاتا رہا (لیکن یہ ان کی جان بچانے کا ذریعہ مروان نے پیدا کیا۔ غالباً مدائنی یہ اپنا ذہن پیش کر رہا ہے) جب مسلم بن عقبہ نے علی بن حسین کو دیکھا تو ان کے ہاتھ سے برتن لے لیا۔

اور کہنے لگا ہمارے پانی سے پانی نہ پیو اور کہا تو ان دونوں کے ساتھ میرے پاس امن مانگتے آیا تھا؟ اس پر علی بن حسین کے ہاتھ کا پھنسنے لگے اور وہ اپنے ہاتھ سے نہ برتن رکھتے تھے اور نہ پانی پیتے تھے۔

اس پر مسلم بن عقبہ بولا کہ اگر امیر المؤمنین نے تیرے بارے میں وصیت نہ کی ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ پھر علی بن حسین سے بولا اگر تو پانی پینا چاہتا ہے تو پانی لے۔ علی بن حسین نے جواب دیا یہ پانی میرے ہاتھ میں ہے میں اسے پینا چاہتا ہوں اس کے بعد علی بن حسین نے وہ پانی پی لیا۔

مسلم بن عقبہ نے کہا یہاں اگر اوپر بیٹھ جاؤ۔ اور انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا اور بولا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے سلسلہ میں وصیت کی تھی۔ ان لوگوں نے مجھے اپنے معاملہ میں مشغول کر دیا۔ پھر علی بن حسین سے بولا۔ شاید میرے گھروانے گھبرا گئے ہوں گے۔ علی بن الحسین نے کہا جی ہاں۔

مسلم بن عقبہ نے ایک گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑے کو لنگام باندھی گئی پھر علی بن الحسین کو اس پر سوار کیا اور عورت کے ساتھ انھیں گھر بھیجا۔

پھر مسلم بن عقبہ نے عمرو بن عثمان بن عفان کو بلا دیا۔ اور اس روز کوئی گھر سے نکلتا نہ تھا جب تک خاندان بنو امیہ کا کوئی فرد نہ ملتا۔ مسلم نے ان عمرو بن عثمان بن عفان سے سوال کیا۔ اگر اہل مدینہ غالب آجاتے تو؟ عمرو بن عثمان نے جواب دیا۔ میں تب بھی آپ کا ساتھ دیتا اور اگر ابن شام غالب آجاتے تو میں امیر المؤمنین عثمان کا بیٹا ہوں۔ پھر مسلم بن عقبہ نے حکم دیا کہ ان کی داڑھی چھنی کی جائے کیونکہ ان کی داڑھی بہت لمبی تھی۔

(یہ تمام مضمون ابن کثیر نے مدائنی سے نقل کیا ہے۔ لہذا بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب رجال سے کچھ مدائنی کا حال نقل کر دیا جائے۔)

مدائنی ابو الحسن اس کی کنیت ہے۔ مدائنی کے لقب سے مشہور ہے۔ مورخ ہے۔ متعدد تصانیف کا مصنف ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ اس شخص کا نام علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف المدائنی ہے۔ یہ
عبد الرحمن بن سمرہ کا غلام ہے۔ حدیث میں قوی نہیں۔ خبریں بیان کرتا ہے۔ اس کی
مستند روایات کم ہیں۔

احمد بن ابی خثیمہ کا بیان ہے کہ میرے والد اور یحییٰ بن معین اور مصعب زہری
مصعب کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص ایک عمدہ گھوڑے پر سوار
گزر رہا۔ اس نے سلام کیا۔ لیکن مخصوص طور پر یحییٰ بن معین کو یحییٰ نے سوال کیا اے
ابوالحسن کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا اس شریف شخص کے گھر جا رہا ہوں
جو میری آستین دنیا پر اور دراہم سے بھر دے گا۔

اسحاق موصلی کا بیان ہے کہ جب یہ شخص آگے چلا گیا تو یحییٰ بن معین نے کہا یہ ثقیف
ہے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا یہ کون ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ مدائنی ہے
اس شخص کا تیرا نوے سال کی عمر میں ۲۵ھ میں انتقال ہوا (میزان ج ۳ ص ۱۹)

مصنفین صحیح نے اس کی کوئی روایت نقل نہیں کی ان میں سے کوئی شخص بھی
اس کی روایت کو قابل اعتناء نہ سمجھتا۔ بلکہ احمد بن ابی خثیمہ سے کئے بیان سے یہ اندازہ
ہوتا ہے کہ یہ شخص امرا کو خوش کرنے والی روایات سناتا اور اس پر دراہم و دینار
وصول کرتا اسی باعث ان تمام محدثین نے جو اس کے زمانہ میں موجود تھے اس کی
روایات ترک کر دی تھیں۔

ثانیاً اس کی تمام روایات مطلق ہوئی ہیں اور مطلق روایات بہت ہی ضعیف قسم
کی روایت ہوتی ہے۔ یہ گزشتہ واقعہ ایک معلق کہانی ہے اس واقعہ کو ایک کہانی
تو کہا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ محدثین کے نزدیک اس کی کچھ حیثیت نہیں۔
ہم بھی اسے ایک کہانی سمجھ کر نقل کر رہے ہیں۔)

مدائنی کا بیان ہے کہ اُس مسلم بن عقبہ نے تین روز تک مدینہ کو حلال کر دیا۔ یہ
لوگ جس شخص کو بھی پاتے اسے قتل کرتے۔ لوگوں کے مال لوٹتے۔ سودہ بنت
عوف المرہ نے مسلم بن عقبہ کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ میں تیرے چچا کی بیٹی ہوں اپنے

ساتھیوں کو حکم دے کہ میرے اونٹوں کو کچھ نہ کہیں جو فلاں مقام پر ہیں۔ اس نے اپنے
آدیوں سے کہا سب سے پہلے اس عورت کے اونٹ پکڑو۔

ایک عورت اس کے پاس آئی اور کہنے لگی میں تیری باندی ہوں اور میرا بیٹا
قیدیوں میں ہے۔ مسلم بن عقبہ نے کہا اے لوگو جلدی کرو۔ الغرض اس کے بیٹے کی
گردن ماردی گئی۔ کوئی شخص بولاکہ اسے اس کے بیٹے کا سر دیدو۔ مسلم بن عقبہ نے
کہا کہ کیا تو یہ پسند کرتا ہے حتیٰ کہ تو اس کے بیٹے کے بارے میں کلام نہ کرے۔ اور
یہ لوگ عورتوں سے ہم بستر ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس روز ایک
ہزار عورتیں بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئیں۔

(راوی کو حل واقع ہونے کا علم کیسے ہوا۔ اور کیا ان عورتوں میں کوئی قریشی
بھی تھی یا سب انصار تھیں اگر واقعتاً انصار تھیں تو انصار سے واقف ہی بچوں کو ہمیشہ
انتہا پیار کیوں رہا۔ کیونکہ سبائیوں کے نزدیک صرف پانچ مسلمان تھے جو صرف
مہاجر تھے اور باقی تمام انصار و مہاجرین منافق تھے۔)

مدائنی نے ابو قرہ سے نقل کیا ہے کہ ہشام بن حسان نے بیان کیا ہے کہ واقعہ
حرہ کے بعد اہل مدینہ کی ایک ہزار عورتیں حاملہ ہو گئیں۔

ہشام بن حسان ایک مشہور محدث ہیں لیکن یہ ابو قرہ کون ہے۔ اس کی
خبر مدائنی کو ہوگی۔ ہاں ہمیں اس پر ضرور حیرت ہے کہ ان حاملہ عورتوں کا علم صرف
مدائنی کو ہو سکا۔ کیا کوئی مورخ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ان عورتوں میں کوئی قرشی
اور ہاشمی نہ تھی۔

بڑے بڑے صحابہ کی جماعت چھپ گئی جن میں جابر بن عبد اللہ بھی تھے اور
ابو سعید گھر سے نکلے اور پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اتفاق سے وہاں
ایک شامی بھی تھا۔ وہ کہتا ہے جب میں نے اس شخص کو دیکھا تو میں نے اپنی
تلوار کھینچ لی۔ ابو سعید نے بھی میرا ارادہ کر لیا۔ اور میرے قتل کے لئے تیار ہو گئے۔
میں نے بھی اپنی تلوار کھینچ لی۔ پھر میں نے کہا۔ "اے اریدہ بانہی و اشمک فکون من

من اصحاب النار وذاکک جزاء الظالمین۔ جب اس شخص نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے اس شخص سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں ابوسعید خدریؓ ہوں۔ رسول اللہؐ ہوں میں نے کہا اچھا وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن اتفاق سے وہ شامی مدائن کی پیدائش سے پہلے مر گیا تھا)

مدائن کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ کے سامنے سعید بن المسیب لائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ بیعت کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے طریقہ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے شہادت دی کہ یہ مجنوں ہے تو مسلم نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔

(سعید بن المسیب مہاجرین کی اولاد ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدائن کو اس کا بھی علم نہ ہو کہ یہ مہاجر ہیں۔ یہ تمام مدائن کی بکواس ہے۔ ورنہ سعید بن المسیب نے تمام خلفائے بنی امیہ کی بیعت کی ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔)

مدائن نے اہل مدینہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ حرہ کے روز کتنے آدمی قتل ہوئے۔ (اس وقت تک زہری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) اس نے جواب دیا کہ مہاجرین و انصار کے شرفاء میں سے سات سو آدمی اور غلاموں اور ان لوگوں میں سے جن کو میں نہیں پہچانتا دس ہزار آدمی۔

(جناب زہری مقام ایلہ میں سنہ ۶۲ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۲ کے آخر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ لیکن زہری نے پونے دو سال کی عمر میں ایلہ سے مدینہ کا سفر کیا اور مدینہ جا کر وہاں کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ اسی باعث محدثین کا قول ہے کہ مرسلات زہریؓ میں مدائن نے عبداللہ القرشی اور ابوالدخنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حرہ کے روز اہل مدینہ منہزم ہو گئے تو عورتیں اور بچے چیخنے لگے تو ابن عمرؓ نے عثمانؓ و رب الکعبہ سے راوی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اس روز پیش آیا جب ذی الحجہ ۶۳ کے شروع ہونے میں صرف تین راتیں باقی تھیں۔ اور یمن روز تک مدینہ کو نہ لگایا۔)

واقعی: ابو محشر کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ بدھ کے دن پیش آیا اور ذی الحجہ ۳۱ء شروع ہونے میں صرف دو دن باقی تھے۔

واقعی نے عبداللہ بن جعفر کے واسطے ابن عون سے نقل کیا ہے (واقعی عبداللہ بن جعفر کی وفات کے ڈیڑھ سول بعد پیدا ہوا۔ گویا کہ واقعی رافضی عبداللہ بن جعفر کی موت کے ڈیڑھ سو سال بعد پیدا ہوا۔ محدثین کے یہاں ایسی روایت کو منقطع کہا جاتا ہے۔ لیکن مورخین کے ہاں ہر کہانی قابل قبول ہے)۔

اس سال لوگوں کو حج عبداللہ بن الزبیر نے کرایا اور ان کا نام عائد رکھا تھا۔ یعنی عائد۔ یعنی بیت اللہ سے پناہ چاہنے والا۔ اور امر خلافت کو ابن الزبیر شوریٰ پر مبنی سمجھتے تھے۔

اور حرہ کی خبر اہل مکہ کے پاس اس رات کو پہنچی جبکہ صبح کو محرم کی پہلی تھی۔ مدینہ کے واقعہ کی خبر لے کر سعید آیا جو مسور بن محرمہ کا غلام تھا۔ ان لوگوں کو اس کا بہت افسوس ہوا اور یہ لوگ اہل شام کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

مفسر ابن جریر نے جویریہ بن اسماء سے نقل کیا ہے کہ میں نے شیوخ اہل مدینہ سے سنا ہے کہ انھوں نے اہل مدینہ کے بزرگوں سے سنا کہ معاویہ پر جب موت آئی تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلوایا۔ (حالانکہ امیر معاویہ کی وفات کے وقت یزید دمشق میں موجود ہی نہ تھا) اور اس سے فرمایا کہ ایک دن تیرا معاملہ اہل مدینہ سے پیش آئے گا تو ان کے مقابلہ میں مسلم بن عقبہ کو بھیجنا۔ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اس بارے میں ہمارے خیالات کو جانتا ہے۔

جب امیر معاویہ کی وفات ہو گئی تو اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس پہنچا یہ وفد لے کر عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر گئے۔ وہ ایک شریف۔ فاضل عابد گزار شخص تھے ایران کے ساتھ ان کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔

یزید نے ان میں ہر شخص کو ایک ایک لاکھ درہم دیئے۔ اور ان کے بیٹوں کو مزید دس ہزار دیئے۔ ان کے لباس اور سواری کے علاوہ۔ پھر عبداللہ بن حنظلہ

مدینہ لوٹ کر آئے۔ جب یہ مدینہ واپس آئے تو ان کے پاس اہل مدینہ آئے اور ان سے دریافت کیا تمہارے پیچھے کیا خبر ہے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا۔ اگر میرے ساتھ میرے بیٹوں کے علاوہ کچھ اور افراد ہوتے تو میں ان کے ذریعہ یزید سے جہاد کرتا۔ اہل مدینہ بولے ہمیں تو یہ خبر ملی ہے کہ اس نے تجھے مال دیا اور تجھے خادم دے اور تیری بہت عزت کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷، مثل ۲)

عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا۔ یزید نے تو ایسا کیا لیکن میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ میں اس کے قتال پر تیاری کر سکوں۔ نتیجہً اس نے لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا اور ان سے اپنی بیعت لی۔

(ہماری زبان میں ایک حادورہ ہے کہ جس ہانڈی میں کھاؤ اسی ہانڈی میں چھید کرو۔ اگر یہ واقعہ درست ہے تو اس فتنہ کے بانی عبداللہ بن حنظلہ تھے اور یہ ان کی جانب سے ایک کھلی بغاوت اور احسان فراموشی تھی۔)

جب یزید کو یہ خبر ملی تو اس نے اہل مدینہ کے مقابلہ کے لئے مسلم بن عقبہ کو بھیجا۔ اہل مدینہ نے کچھ آدمی بھیجے اور شام کی راہ میں جیسے پانی کے چشمے تھے ان میں ایک ایک ڈول تاکرول کا ڈلوادیا۔ اور اسے خوب پانی میں ملوادیا۔ اللہ تعالیٰ نے شام کے لشکر پر خوب بارش نازل فرمائی۔ اور ان شامیوں نے ان چشموں سے ایک ڈول بھی لٹائی نہ لیا۔ حتیٰ کہ یہ اہل شام مدینہ پہنچ گئے۔

(گویا لشکر یزید پر باغین کے مقابلہ کے لئے اللہ نے اپنی رحمت نازل فرمائی)

پھر یہ اہل مدینہ بڑے جموں اور بڑی تیاری کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ ایسی تیاری کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ جب اہل شام نے انھیں دیکھا تو ان سے ڈرے اور ان سے جنگ کو برا تصور کیا۔ اور ان کا امیر مسلم بن عقبہ اس روز سخت درد میں مبتلا تھا۔ ابھی لوگ جنگ میں مشغول تھے۔ اچانک اہل مدینہ نے اپنے پیچھے تکبیر کی آواز سنی۔ ان پر متوجہ نہ ہونے کے باعث زبردست حملہ کیا تھا۔ یہ لوگ بھی اہل شام سے تھے اور وہ دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ نتیجہً اہل مدینہ شکست کھا گئے اور اس روز لوگوں نے

غندق سے بھی زیادہ مصیبت آئی۔

(بنو حارثہ کا تعلق اہل مدینہ سے ہے۔ اہل شام سے نہیں۔ گویا ان عبداللہ بن حنظلہ کے ساتھ سب انصار نہ تھے۔)

پس یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو گئے اور عبداللہ بن حنظلہ دیوار کے سٹائیک لگائے خراٹے لے رہے تھے۔ انھیں ان کے بیٹے نے متنبہ کیا۔ جب انھوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور لوگوں کے ساتھ جو گذرا تھا اسے دیکھا تو اپنے بڑے بیٹے کو حکم دیا اس نے قتال کیا حتیٰ کہ خود قتل ہو گیا۔

نتیجتاً مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا۔ اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دی اور بولا تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے خون اپنے اموال اور اپنے گھر والوں کو ضائع کیا۔

مہاجرین اہل مدینہ کے بیانات

امام احمد نے نافع سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑی تو عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹوں اور اپنے گھر والوں کو جمع کیا۔ پھر تشہد پڑھنے کے بعد فرمایا ہم نے اس شخص (یعنی یزید) کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کی تھی۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عذر کرنے والے کے روبرو ایک جھنڈا لٹا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں عذر ہے۔ اور سب سے بڑا عذر یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کسی کی بیعت کی جائے۔ اور پھر اس بیعت کو توڑا جائے (جس طرح اہل مدینہ نے بیعت کو ایک کھیل بنایا تھا) تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے اور تم میں سے کوئی شخص اس (خلافت) معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ ورنہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ ہے۔ اس روایت کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسے صحیحین جویریہ کے ذریعہ روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن سیف المدائنی نے صحیحین جویریہ کے ذریعہ

نافع سے روایت کیا ہے۔ اور نافع نے ابن عمر سے پھر مدائنی نے اسی جیسی روایت نقل کی۔ بخاری جلد ۲ ص ۵۳۱۔ بخاری نے یہ روایت ابوبس کے ذریعہ نافع سے نقل کی۔

جب اہل مدینہ یزید کے پاس سے لوٹ کر آئے (یعنی عبداللہ بن حنظلہ) تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی محمد بن حنفیہ (یعنی محمد بن اعلیٰ) کے پاس آئے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ محمد بن الحنفیہ یزید کی بیعت تو لڑ دیں تو محمد بن الحنفیہ نے انکار کر دیا۔ عبداللہ بن مطیع نے ان سے کہا کہ یزید شراب پیتا ہے۔ نماز میں چھوڑتا ہے۔ اور کتاب اللہ کے حکم کو تبدیل کرتا ہے۔

محمد بن الحنفیہ نے فرمایا تم جو باتیں کہہ رہے ہو میں نے اس میں یہ باتیں نہیں دیکھیں۔ میں اس کے پاس موجود رہا اور اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ میں نے تو اسے نماز کا پابند اور نیک کاموں کا متلاشی پایا۔ لوگ اس سے فقہ کا سوال کرتے اور یہ شخص سنت کا پابند تھا۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ہو سکتا ہے یہ اس کا تصنع ہو۔

محمد بن حنفیہ بولے۔ اسے مجھ سے کون سا خوف طاری ہو گیا تھا۔ یا مجھ سے اسے کون سی امید وابستہ تھی جو اس نے مجھ سے تصنع اختیار کیا۔ رہا تمہارا یہ دعویٰ کہ وہ خمر یعنی شراب پیتا ہے تو اگر تم اس کے شراب پینے پر مطلع ہوئے تو تم بھی پھر اس کے شریک ہوئے۔ اور اگر تم خود اس کی شراب نوشی پر مطلع نہیں ہوئے تو تم اس امر کی کیسے گواہی دے سکتے ہو جس کو تم جانتے نہیں۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا۔ اگرچہ ہم نے اسے شراب پیتے نہیں دیکھا لیکن تب بھی یہ امر ہمارے نزدیک حق ہے۔

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسی شہادت کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ **إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ** تو اس قسم کی شہادت تمہارا مقابلہ نہیں۔ یہ لوگ بولے شاید آپ کو یہ چیز ناگوار گذری ہو کہ ہم نے آپ کو امیر نہیں بنایا تو ہم آپ کو امیر بنا لیتے ہیں۔

محمد نے جواب دیا کہ جو تم ارادہ کئے ہوئے ہو اس پر قتال جائز نہیں سمجھتا۔ خواہ وہ قتال تابع بن کر ہو یا مقبوع بن کر۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ہم نے تمہارے باپ (حضرت علیؓ) کے ساتھ مل کر بھی جنگ کی تھی۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا کہ تم اس جیسی صورت پیش کر دو۔ جس صورت پر میرے باپ نے جنگ کی تھی۔

عبداللہ بن مطیع بولے کہ اچھا اپنے بیٹوں ابوالقاسم اور قاسم کو حکم دیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے بیٹوں کو حکم دیتا تو خود ہی جنگ کر لیتا۔ عبداللہ بن مطیع بولے کہ اچھا تم ہمارے ساتھ ایسے مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں ہم لوگوں کو قتل و قتال پر ابھار سکیں۔

محمد بن الحنفیہ نے جواب دیا۔ سبحان اللہ میں ان لوگوں کو ایسی بات پر آمادہ کر لوں جسے میں پسند نہیں کرتا۔ یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن مطیع بولے۔ ایسی صورت میں ہم آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔

محمد نے جواب دیا۔ کہ میں لوگوں کو اللہ کے تقویٰ کا حکم دیتا رہوں گا۔ اور خالق کی نافرمانی کر کے میں مخلوق کو راضی نہیں کر سکتا۔ اور محمد بن علی مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔

مدائنی کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن عباس وفد لے کر امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ابن عباس سے حسن بن علی کی تعزیت کرے۔ جب یزید ابن عباس کے پاس پہنچا تو ابن عباس نے اسے اس کی مجلس سے اٹھانا چاہا تو یزید نے انکار کر دیا اور بولا میں اس جگہ بیٹھنا چاہتا ہوں جہاں تعزیت کرنے والے بیٹھے ہیں۔ میں مبارک باد وصول کرنے نہیں آیا۔

پھر یزید کے سامنے حسین بن علی کا ذکر آیا اور بولا۔ اللہ ابو محمد (یعنی حسن) پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اور ان پر اپنی رحمت کو کشادہ فرمائے۔ اور اللہ آپ کو

اس کا اجر دے۔ اور آپ کی تعزیت کو اچھا کرے۔ اور آپ کو آپ کی مصیبت کے عوض اچھا ثواب اور اچھا انجام عطا فرمائے۔ جب یزید بن عباس کپاس سے اٹھ کر گیا۔ تو ابن عباس نے بے عیب یہ بنو حرب دنیا سے اٹھ جائیں گے تو لوگوں کے علماء بھی اٹھ جائیں گے پھر انھوں نے ایک شعر پڑھا۔ (حرب ابوسفیان کے باپ کا نام ہے جس میں ابوسفیان۔ امیر معاویہ اور یزید سب داخل ہیں)۔

اور یزید نے سب سے اول قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ یعقوب بن سفیان کا کہنا ہے کہ یہ غزوہ ۸۱ھ میں پیش آیا اور خلیفہ غیاث کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ ۸۲ھ میں پیش آیا۔ پھر اسی سال روم سے لوٹنے کے بعد یزید نے لوگوں کو حج کرایا۔

اور حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلا وہ لشکر جو قیصر کے شہر پر جہاد کرے گا۔ اس کی مغفرت کر دی گئی۔ اور یہ دوسرا لشکر ہے جسے حضورؐ نے ام حرام کے گھر ثواب میں دیکھا تھا۔ اور ام حرام نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ میرے محلے بھی دعا کیجئے کہ میں اس دوسرے لشکر میں ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تو پہلے لشکر میں ہے۔ یعنی معاویہ کے لشکر میں جنھوں نے قبرص پر حملہ کیا تھا۔ اور انھوں نے ۸۲ھ میں قبرص فتح کیا تھا۔ اور یہ فتح حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی اور ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ ان کا قبرص میں انتقال ہوا۔ پھر دوسرے لشکر کا امیر یزید بن معاویہ ہے۔ اور ام حرام نے یزید کا زمانہ بھی نہیں پایا اور یہ نبوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۲۷ پر لکھتے ہیں کہ اس سال امیر معاویہ کے بیٹے یزید نے ۸۳ھ میں حج کرایا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جس سال وہ بلا و روم کے غزوہ سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ اور ان کے ہتھیار بڑے صحابہ کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اور صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ پہلا وہ لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا ان کی مغفرت کر دی گئی۔ (ابن کثیر ج ۸ ص ۲۲۹)

امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا ذکر

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا جو میری امت کے لئے ابلیس سے زیادہ ضرر رساں ہوگا۔ اور میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا۔ وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ روایت گھڑنے والے پر لعنت فرمائے۔ اور یہ لعنت دو افراد میں سے ایک پر پہنچے گی۔ اور ان دو اشخاص کا نام مامون بن احمد السلمی اور احمد بن عبد اللہ الجوباری ہے۔ اور ان دونوں کے پاس کوئی دین نہیں اور نہ ان دونوں میں کوئی جملائی ہے۔ دونوں روایات وضع کرتے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ مامون بن احمد ایسا شخص تھا ان لوگوں کی روایات بھی بیان کرتا جنہیں اس نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور جو باری ایک مشہور کذاب ہے۔ جہاں ہے۔ ایسے لوگوں سے روایت بیان کرتا ہے جنہوں نے کبھی بھی وہ روایت بیان نہیں کی۔ اس کا کسی کتاب میں ذکر بھی حلال نہیں۔ بجز اس کے کہ اس پر جرح مقصود ہو۔

اور اس روایت کو ابو عبد اللہ الحاکم نے اپنی کتاب المدخل میں نقل کیا ہے۔ پھر کہا کہ مامون بن احمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا تم شافعی اور اس شخص کو نہیں دیکھتے جو خراسان کا گورنر بنایا گیا ہے۔ اس نے قرآن پر روایت بیان کی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس روایت کو وضع کرنے والا مامون بن احمد ہے۔ جو وضع حدیث سے مامون بن

امام ابو حنیفہ کے فضائل

حضرت انس کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد عنقریب ایک آدمی ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا۔ اور جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ اللہ کے دین کو زندہ کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ پر سنت کو زندہ کرے گا۔

خطیب کا بیان ہے کہ میں نے یہ روایت اس سند سے لکھی ہے۔ اور یہ روایت باطل اور موضوع ہے۔ اس لئے کہ محمد بن یزید۔ متروک الحدیث ہے۔ اور سلیمان بن قیس اور ابو المعلى ہر دو مجہول ہیں۔ اور ابان پر کذب کی تہمت ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ محمد بن یزید احادیث چوری کرتا اور اس میں کچھ اضافہ کرتا اور کچھ کمی کرتا۔

خطیب کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ روایت جو بیاری نے ابو یحیٰی المعلم کے واسطے حمید سے نقل کی ہے اور وہ حضرت انس سے ناقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے نعمان بن ثابت کہا جائے گا۔ اور جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر میری سنت کو زندہ کرے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ جو بیاری کذاب اور وضاع ہے۔ اور سلیمان بن عدی نے حضرت انس کے ذریعہ روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا۔ اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر میرے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔

اس روایت کے وضع کرنے کا الزام سلیمان بن عیسیٰ پر ہے۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے کہ وہ کذاب تھا۔ اور ابن عدی کہتے ہیں وہ احادیث وضع کرتا۔
(الموضوعات جلد ۲ ص ۳۵۵)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان ہوگا۔ اور اس کی کفایت ابوحنیفہ ہوگی۔ میری امت کا وہ چراغ ہوگا۔

خطیب کہتے ہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس روایت کو بورتی کے علاوہ کوئی ذکر نہیں کرتا۔ نیز خطیب کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو عبد اللہ الحاکم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ابو عبد اللہ البورتی ثقیف راویوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور اس کی یہ منکر روایات لاتعداد ہیں۔ اور ان منکرات میں سب سے بدترین یہ مذکورہ روایت ہے۔ کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

اسی قسم کی ایک روایت خراسان کے شہروں میں بیان کی گئی۔ پھر عراق میں تواتر کی گئی۔ اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا گیا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا۔ جو میری امت کے لئے ایک فتنہ ہوگا اور ابلیس سے بھی زیادہ ضرر پہنچا ہوگا۔ عیاذ باللہ۔ (الموضوعات جلد ۲ ص ۳۹)

ابوحنیفہ اور نعیم بن حماد استاد بخاری کی کہانی

بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔ تیم اللہ بن ثعلبہ کے مولیٰ ہیں۔ ان سے عباد بن العوام ابن المبارک۔ ہیثم وکیع۔ مسلم بن خالد۔ ابو معاویہ اور مقرئ نے روایات نقل کی ہیں۔ (مرحوم تھا) محدثین نے ان کی ذات سے۔ ان کی رائے سے اور ان کی احادیث خاموشی اختیار کی۔ ابو نعیم کہتے ہیں۔ ابوحنیفہ نے منہ میں انتقال کیا۔

بخاری نے تاریخ الصغیر میں نعیم بن حماد سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں امام ابوحنیفہ پر زبردست طعن ہے۔ نعیم بن حماد اہل الرائے کے سخت دشمن تھے اور ان کے نام کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کہ نعیم بن حماد کی زندگی میں ان پر یہ بھی اتہام لگا کہ وہ اس سلسلہ میں روایات وضع کر رہے ہیں جیسا کہ ہندیب میں نعیم کے حالات میں موجود ہے۔

اور ان کے الفاظ میں کہ اس نعیم کار دیکھا گیا ہے۔ یہ نعیم بن حماد سنت کی تائید اور ابو حنیفہ کی برائیوں میں حکایات وضع کرتے۔ اور اس قسم کا کوئی واقعہ تاریخ الکبیر میں نہیں۔

بخاری نے ابو حنیفہ کے سلسلہ میں جو قول نقل کیا ہے تو بہت سے ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ نے اس کار دیکھا ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے انہی یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ابو حنیفہ ثقہ ہیں۔ حدیث کو اس وقت تک بیان نہیں کرتے جب تک حدیث یاد نہ ہو اور جسے یاد نہ رکھتے ہوں وہ حدیث بیان نہیں کرتے۔ عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے ابو حنیفہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ میں نے ان جیسا فقیہ کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال کو اخذ کیا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب۔ حافظ ابن حجر نے یہ الفاظ کہہ کر امام ابو حنیفہ جن مناقب بے پناہ ہیں اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور انھیں جنت میں رہنے کے لئے جگہ دی۔ آمین۔

ذہبی میزان میں نعیم بن حماد کے بارے میں لکھتے ہیں۔
ابوداؤد کا بیان ہے کہ نعیم بن حماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیسیوں احادیث روایت کرتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔
نسائی کا بیان ہے کہ یہ نعیم بن حماد ضعیف ہے۔

حافظ ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ ایک روز جو نعیم بن حماد کی فضیلت بیان کر رہے تھے علم۔ حرفت علم اور روایات میں وہ سب سے زیادہ حافظ ہے۔ لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ کیا اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔ انھوں نے فرمایا وہ ائمہ حدیث سے مفرد احادیث بیان کرتا ہے اور اس حد میں پہنچ گیا ہے جہاں وہ حجت نہیں رہا۔ اور اس کی روایت حجت نہیں سمجھی جاتی۔

ابوزرعہ دمشقی نے نعیم بن حماد کی سند سے حضرت نو اس بن سمعان سے یہ حدیث روایت کی جب اللہ تعالیٰ وحی کا کلام کرتا ہے۔ رحمہ لوگ کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

اود نعیم بن حماد نے ام الطفیل سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب کو ایک اچھے نوجوان کی صورت میں دیکھا جو ایک باوقار شخص تھا۔ اس کے پاؤں سبزے میں تھے۔ سونے کے دو چیل پہنے تھے۔
ابن عدی نے کامل میں وہ تمام روایات ذکر کیں جن کو نعیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

ازدی کا بیان ہے کہ یہ نعیم سنت کی تائید میں احادیث وضع کرتا اور نعمان کی برائی میں وہ حکایات نقل کرتا جن پر بظاہر سونے کا پانی پھیرا گیا ہو اور یہ سب جھوٹ ہوتی ہیں۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ اس نے حمادی الاول رحمۃ اللہ علیہ میں انتقال کیا۔ یہ حدیث کو سمجھتا تھا اور ثقہ لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔
(میزان جلد ۳ ص ۲۲)

ہمارے اہل حدیث حضرات نعیم بن حماد کی یہ روایات امام بخاری کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن کسی اور امام کی کوئی برائی نہیں کرتے۔ گویا انھیں ابو حنیفہ کے نام سے ایک کدہ ہے جو نعیم کی زبانی انھیں دستیاب ہوتی ہے۔ اور نعیم کی ان کہانیوں کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں جمع کر دیا ہے۔ گویا اب اہل حدیث وہ کہلاتا ہے جو ابو حنیفہ کا مخالف ہو اور جو ابو حنیفہ کا دوست ہے وہ اہل حدیث نہیں۔

درد شریف

اور

قبر نبویؐ کی زیارت

شائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کیا جاتا ہو

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلات بھیج تو آپ پر اچھی طرح صلات بھیجو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ صلات حضور پر پیش کیا جا رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ صحابہ کے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں اس صلات کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ کہا کرو۔ اے اللہ اپنی صلات، اپنی رحمت اور اپنی برکتیں سید المرسلین اور خاتم النبیین محمد پر نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ خیر کے امام اور خیر کے قائد ہیں۔ اور رحمت کے رسول ہیں۔ اے اللہ! آپ کو اس مقام محمود پر بھیج جس سے پہلے اور پچھلے لوگ حسد کریں گے۔ اے اللہ! محمد پر رحمت نازل فرما۔ (ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۵)

اس روایت کو عبداللہ بن مسعود سے نقل کرنے والے اسود بن یزید ہیں جو متفقہ طور پر ثقہ ہیں۔ صحابہ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ اسود سے نقل کرنے والے ابوفاختہ ہیں۔ جن کا اسم گرامی سعید بن علاقۃ الحباشی ہے۔ ابوفاختہ ان کی کنیت ہے۔ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سعید کے بعد ان کا انتقال ہوا اور کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ کے بہت بعد انتقال ہوا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ مگر باقی صحاح کے مصنفین نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے ایک کوئی کو ثقہ کہا ہے تو ہم بھی ایمان لے آئے ہیں۔ اس ابوفاختہ سے عون بن عبداللہ ناقل ہیں اور ان سے مسعودی۔

مسعودی۔ ان کا اسم گرامی عبدالرحمن بن عبداللہ بن عقیقہ بن عبد اللہ بن

المہدی المسعودی الکوفی۔ بڑے اماموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کا حافظہ خراب تھا۔ اس عمرو بن مرہ اور عون بن عبد اللہ اور ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ابن مہدی، ابو نعیم اور علی بن الجعد۔

بعض اکابر نے ان سے روایت نقل کرنا بھی مکروہ سمجھا ہے۔ کیونکہ ابو نعیم نے بیان کیا کہ اس نے مسعودی کو سیاہ و شاشی قبایں دیکھا۔ (آج کل تو بھی سخی کالے کپڑے پہنے نظر آتے ہیں) اس نے درمیان میں ایک مخمر باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے مونڈھوں پر سپیدی سے لکھا ہوا تھا فسیک فسیکھ اللہ۔

ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا اور اس کی ٹوپی ایک ذراع لمبی تھی جس میں لکھا ہوا تھا محمد یا منصور۔ اسے امام نے ثقہ کہا ہے۔ اور حنبل نے احمد سے نقل کیا ہے۔ ابو النضر۔ عاصم بن علی اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کا سماع مسعودی سے اس وقت ہوا جب مسعودی کو اختلاط ہو گیا تھا۔ یعنی پاگل ہو گیا تھا۔

ابو الحسن القطان کا بیان ہے کہ مسعودی کو اختلاط ہو گیا حتیٰ کہ عقل بھی جاتی رہی۔ تو اس باعث اس کی حیثیت کو ضعیف قرار دیا گیا۔ اور اکثر وہ پہلی بیان کردہ روایات اور بعد کی روایتوں میں کوئی تمیز نہ کر سکتا تھا۔

ابو النضر کا بیان ہے: میں وہ دن خوب جانتا ہوں جس روز مسعودی کو اختلاط ہوا۔ ہم مسعودی کے پاس تھے اور وہ اپنے بیٹے کی تعزیت کے لئے بیٹھا تھا۔ اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور بولا۔ تیرا غلام دس ہزار درہم لیکر بھاگ گیا۔ وہ گھبرا اٹھا کھڑا ہوا پھر باہر نکلا اور اس کا دماغی توازن جواب دے چکا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں اس کا بھائی ابو العیسٰی عقیقہ بن عبد اللہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ اور وہ صحاح کے راویوں میں سے ہے۔

عثمان المسی نے کجی سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے لیکن جب عاصم اور سلمہ بن کیسب سے روایت کرتا ہے تو ان میں غلطیاں کرتا ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن آخر عمر میں پاگل ہو گیا۔

نسائی کا بیان ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسعر کا بیان ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مسعودی سے زیادہ ابن مسعود کے علم کو محفوظ رکھتا ہو۔

ابوداؤد نے شبیہ سے نقل کیا ہے کہ سچا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث میں غلط ملط ہو گیا حتیٰ کہ ان میں تیز باقی نہیں رہی۔ لہذا وہ ترک کا مستحق ہے۔

ابوالنضر کا بیان ہے کہ ایک روز سفیان نے مسعودی سے کہا۔ اور یہ مسعودی سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے تھا کہ اگر تو چہرہ سے کوفہ تک کنکریاں ڈھوتا تو تیرے لئے زیادہ بہتر تھا (اس سیاہ ٹوپی سے)

ابو قتیبہ کا بیان ہے میں نے مسعودی کو ۵۳ھ میں دیکھا اور اس سے روایا لکھیں اس وقت تک وہ صحیح تھا اور پھر ۵۷ھ میں اسے دیکھا اور چونیٹا اس کے کان میں داخل ہو رہی تھی۔

مسعودی سے یہ کہانی نقل کرنے والا زیاد بن عبداللہ ہے۔ حافظ ذہبی اس زیاد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

زیاد بن عبداللہ الطفیل البکائی الکونی۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے۔ منصور عبدالملک بن عمیر اور بڑے حضرات سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد۔ فلاس۔ حسن بن عرقہ اور ایک مخلوق نے روایت کی ہے۔ بخاری اور مسلم اس سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث سچے لوگوں کی حدیث ہوتی ہے۔ ابن عساکر بیان ہے کہ مغازی کی روایت میں کوئی حرج نہیں لیکن ابن المسدینی کا بیان ہے۔ ضعیف ہے۔ میں نے اس سے روایت لکھی تھیں اور اسے بعد میں چھوڑ دیا۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت کو حجت نہ سمجھا جائے۔ اور زرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ بخاری نے اس کی ایک روایت مقرون نقل کی (یعنی وہ روایت

ایک اور سند سے بھی مروی ہے) نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ایک یا زور قوی نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ ضعیف ہے پھر بھی محدثین نے اس سے روایت لی ہے۔

عبداللہ بن ادریس کا بیان ہے کہ ابن اسحاق کے معاملہ میں اس زیاد بکائی سے زیادہ کوئی ثابت نہیں۔

اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ بلال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دوا اذانیں دیں۔ اور ایسے ہی تکبیر بھی۔

ابن عدی نے اس کی پانچ روایات نقل کیں۔ اس کا انتقال ۲۳۳ھ میں ہوا۔ اس روایت پر آپ حضرات غور کر لیں کہ یہ واقعہ روایت کیا کہانی۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب درود پڑھے تو آپ اُسے سننے ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے قریب صلات (درود) پڑھتا ہے میں اُسے سنتا ہوں اور جو میری قبر سے دور مجھ پر صلات (درود) پڑھتا ہے۔ تو وہ صلات میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ امام عقیلی نے اسے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ اس روایت میں محمد بن مروان ہے جس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ اور محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔

جو یہ کا بیان ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ محمد بن مروان الکلبی کذاب ہے۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ صالح کا بیان ہے کہ وہ روایات گھڑا کرتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان کرتے ہیں۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت عبد اللہ بن نمر سے ہے۔ اور اس میں وہب بن وہب ابو اللجری القاطی ہے۔ اور تمام محدثین اس کو کذاب اور ضاع کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۷، ضاع)

یہ محمد بن مروان وہی رافضی کچھ ہے جو کلیں کی شہرت سے مشہور ہے اس نے تفسیر ابن عباس وضع کی ہے۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کا شفیع ہوں گا

ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی یا جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔ اسے ابوداؤد طیالسی نے اس کو اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ اس روایت میں بھی دیگر روایات کی طرح متعدد وہیں۔ اول اس کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ دوم اس کی سند منقطع ہے۔ سوم اس کی سند مجہول ہے۔ اور اس میں ابہام پایا جاتا ہے۔ یہ سبھی نے اسے المستف الکبریٰ میں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ یہ سند مجہول ہے اور اس کا راوی سوار بن میمون مجہول ہے۔ اسی طرح وہ راوی بھی مجہول ہے جس کے سلسلہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ عمر کی نسل سے کوئی شخص تھا۔ نہ تو اس راوی کا نام لیا گیا اور نہ اس کی ولدیت بیان کی گئی بلکہ صرف رجل من آل عمر کہہ کر مخالفہ دیا گیا ہے۔

زیارت قبر نبی کی کہانی

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی۔ بعض روایات میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی اور میری صحبت میں میری زیارت کی۔ یہ روایت بھی ساقط الاسناد اور منکر المتن ہے۔ ائمہ حریت نے اس روایت کو من الخبار کذبہ والموضوعہ (یعنی گھڑی ہوئی اور جھوٹی روایتوں میں سے ایک۔ قرار دیا ہے)

ن کا ایک راوی حفص بن سلیمان ابو داؤد ہے جس کے متعلق محدثین کی آراء یہ ہیں۔

امام احمد - یہ متروک الحدیث ہے۔

امام بخاری - اسے محدثین نے ترک کر دیا ہے۔

امام مسلم - یہ متروک ہے۔

نسائی - یہ ثقہ نہیں اور اس کی روایات نہیں لکھی جاتیں۔

عبد الرحمن بن یوسف کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ وضاع ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم
عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے بیت اللہ کا حج کیا۔ اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بجز محمد بن محمد النعمان بن شبل کے کوئی بیان نہیں کرتا۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موهوع ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۲۹)

جو میری قبر کے قریب صلا پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پہنچانے کے لئے ایک فرشتہ

متعین فرماتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی بندہ میری قبر کے قریب سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ متعین فرمادیتا ہے۔ وہ مجھ تک سلام پہنچاتا ہے۔ اور اس بندے کی آخرت اور دنیا کے معاملات میں کفایت کی جاتی ہے۔ اور قیامت کے روز میں اس بندے کا شہید یا شفیع ہوں گا۔

یہ روایت معنوی لحاظ سے اوپر والی روایت کے قطعاً مخالف ہے۔ اوپر والی روایت قبر کے قریب سلام کا اظہار کرتی تھی اور یہ روایت عدم سماع کا۔

سند کے لحاظ سے اس میں محمد بن موسیٰ کذاب اور وضاع ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ محمد بن موسیٰ حدیثیں گھڑتا تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ محمد بن موسیٰ اپنی طرف سے روایات گھڑتا۔ اور اس نے ایک ہزار سے زائد روایات گھڑی ہیں۔
(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۲۱)

حضور اللہ علیہ وسلم کی روح جسد مبارکہ میں بار بار آتی ہے اور بار بار جاتی ہے

محمد بن عوف نے اپنی سند سے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے۔
حتیٰ کہ میں اسے سلام کا جواب دوں۔ (ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۵۷)
علامہ محمد اسحاق فرماتے ہیں اس کا مقصود یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس امر کی خبر دیتا ہے۔ ہمارے اسلامی بھائی کو رس کی صورت میں سلام پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں حضور تشریف لائے اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ کہ آپ کیا اس محفل میں آتے ہیں۔ ہمارا اہل کتا ہے کہ ہاں۔ ہر جگہ نماز کے اوقات جدا گانہ ہوتے ہیں۔ اگر کچھ دیر بعد دوسرے مقام پر سلام پڑھا جائے اور اسی طرح کچھ وقفہ کے بعد یہ سلام جاری رہے تو گویا جمعہ کے روز حضور قبر میں جود نہیں رہتے اور پھر یہ یقین کرنا پڑے گا کہ حضور اپنی قبر میں مردہ ہیں اور کم از کم اس بیوی کے لئے تو مردہ ہیں جو بقول آپ کے حضور پر پیش کی جا رہی ہے وہ تو غالباً ہاتھ مسل کر چلی جاتی ہوگی۔ خواہ اس باعث کہ حضور وہاں مرنے کے بعد موجود ہی نہ ہوں گے یا خواہ اس باعث کہ حضور سلاموں کے چکر کاٹتے ہوئے گئے۔

اب آئیے دیکھ لیں۔

محمد بن عوف۔ ذہبی نے میزان میں صرف ایک محمد بن عوف کا ذکر کیا ہے جو سلیم بن عثمان سے روایت کرتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں وہ مجہول الحال ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۵۷)

اس کا ایک راوی حمید بن زیاد ہے۔ اس کی کینیت (الصخر المدنی الخراط) ہے۔

صاحب عبا کے لقب سے موسوم ہے۔ حاتم بن اسماعیل اسے حمید بن صخر کہا کرتے تھے۔ اس نے ابو نسلح ذکوان۔ کریب اور ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ یہ مصر میں بھی سکونت پذیر رہا۔ اس سے ابن وہب یحییٰ بن سعید القطان اور ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے۔ اس میں کوئی ایرانی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے اور یحییٰ کی ایک روایت میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک اچھی حدیث کا مالک ہے۔ ابودرداء حدیثوں کا انکار ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کا ایک اور مقام پر تذکرہ کیا اور اسے ضعیف قرار دیا۔

۱۰ اللہ تعالیٰ میری روح لوٹاتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹاتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس روایت میں ابوصخر حمید بن زیاد ہے جس سے حاتم بن اسمعیل روایت کرتا ہے۔ اس کو نسائی۔ ابن حاد اور احمد بن حنبل نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) ابوصخر کا استاد یزید بن عبد اللہ بن قبط بھی ہے۔ اسے ضعیف کہا۔ ابن حبان کہتے ہیں کبھی کبھی خطا کرتا تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں تھا۔ ضعیف ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۲۲)

ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے اور ابو ہریرہ سے اس کا سماع بھی نہیں۔

(القول البدیع ص ۱۵۷)

مزار رسول پر حاضری

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن میں۔ دوپٹا اتار کر داخل ہو جاتی تھی۔ اور کہتی تھی یہاں تو یا میرا شوہر یا میرا باپ ہیں۔ لیکن جب غزلان کے ساتھ دفن ہوئیں پوری طرح سڑھانپ لیتی تھی کیونکہ مجھے غم سے شرم آتی تھی۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۵۷)

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

حدثنا حماد بن اسامة نا هشام عن ابيه عن عائشة -

حماد بن اسامة کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں دوسروں کی کتابوں سے

روایت لیتا۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کر دی تھیں۔

وکیع کہتے ہیں میں نے حماد بن اسامة کو دوسروں کی کتاب عاریتاً لینے سے منع

کیا۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کر دی تھیں۔ اور راوی نے اسے ضعیف راویوں

میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۲)

ابن نمیر فرماتے ہیں کہ ابو اسامة نے جانتے بوجھے عبدالرحمان بن مزید بن تیمم

کو عبدالرحمن بن یزید بن جابر کہا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۹۵)

کیا روح بدن میں واپس لوٹتی جاتی ہے

برابر بن عاذب سے مشہور روایت ہے کہ مرنے والے کی روح سوال و جواب

سے پہلے جسم میں لوٹتی جاتی ہے۔ (مسند احمد۔ مشکوٰۃ ص ۱۲)

یہ روایت بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ اس کی سند میں ابو معاویہ، اعمش۔

منہال اور زاذان ہے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد احمد بن حنبل کہتے تھے کہ ابو بکر مجھے منہال سے

زیادہ بھلا لگتا ہے۔

اور ابو بکر اس کا نام جعفر بن ایاس ہے۔ اسے شعبہ نے ضعیف کہا۔

یحییٰ بن معین منہال کی شان گراتے تھے۔ حاکم کا بیان ہے یحییٰ بن سعید القطان

اس کو ضعیف قرار دیتے اور ابو محمد بن حزم بھی اسے کہتے۔ اور اس کی برابر ابن عاذب

والی روایت کو رد کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۱۹ (میرزا لاغز علی ص ۲۳)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں

ایک ناقابل اعتبار روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ واقعہ حرہ کے زمانہ میں جو

ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ میں پیش آیا تین رات دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان دی جاسکی اور نہ اقامت ہوئی۔ لیکن سعید بن المسیب نے مسجد نہیں چھوڑی۔ وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے آنے والی ایک دہی ہوئی آواز سے نماز کا وقت معلوم کر لیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ ۵۴۵۔ دارمی نے اسے روایت کیا ہے۔ دارمی کی سند یہ ہے۔

سعید بن عبد العزیز، مروان بن محمد، سعید بن عبد العزیز کا سعید بن المسیب سے سماع نہیں۔ اس لئے روایت منقطع ہے۔ اور منقطع روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے۔ عقلی کا بیان ہے کہ وہ مرجہ میں سے تھا۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۶۱

درایتاً بھی یہ روایت باطل ہے۔ کیونکہ نماز کا وقت معلوم کرنے کے لئے قبروں کی آواز کی کوئی ضرورت نہ تھی وہ تو زوال سے بھی معلوم کیا جاسکتا تھا۔ اور کیا مسجد میں سعید بن المسیب کے علاوہ اور کوئی نہ ہوتا تھا اور اگر ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو تمام مہاجرین یزید کے ساتھی تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی مسجد میں نماز پڑھتے ہوں گے۔ اور کیا وہ بھی بغیر اذان کے قبروں کی آوازوں پر نماز پڑھتے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ذات کو وسیلہ بنانا

اس سلسلہ میں بے حساب گمراہیاں امت کے اندر پھیلانی گئی ہیں۔ قرآن کریم کی آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

اور اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور تو بھی ان کے واسطے استغفار کرتا تو یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا پاتے۔ (سورۃ النساء ۶۳)

اس آیت سے بعض ناواقف کا ریہ مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں (جیسے مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث صاحب) کہ جس طرح زندگی میں لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس استغفار کروانے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح اب ان کی وفات کے بعد قبر پر آکر یہی کام کرنا چاہیے۔ مگر کسی ایک صحابی سے بھی صحیح روایت میں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر دعا کی درخواست کی ہو۔

صحابہ کرام پر کسی کیسے وقت آئے۔ ابو بکرؓ کو فتنہ ارتداد کا سامنا کرنا پڑا۔ عمرؓ کو قحط سالی کی مصیبت نے گھلایا۔ عثمانؓ کے خلاف مدینہ میں بیخیوں نے کیا کچھ نہیں کیا باغیوں کے حصار کو توڑ کر بھی حضرت عثمان مسجد نبوی میں آئے ضرور۔ مگر کبھی قبر نبوی پر جا کر دعا کی درخواست نہیں کی۔ جنگ جمل و صفین کی وہ کونسی مصیبت ہے جس سے امت دوچار نہیں ہوئی۔ مگر مدینہ جا کر قبر رسول پر کسی نے درخواست نہیں کی۔ اور حضرت علیؓ اپنے دور خلافت میں ایک بار بھی مدینہ نہ آئے۔ بلکہ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو امیر حج بتا کر بھیجا۔ وہ لوگوں کو حج کرا کے مکہ سے بصرہ چلے گئے اور ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور چند صحابہ کے علاوہ تمام امت میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ لیکن وہ ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے۔

معلوم ہوا کہ قبر رسولؐ کے چکر بعد ملک مشرکاء عقیدہ ہے

میں جب عمرہ کے لئے مکہ پہنچا تو مدرسہ مولفہ میں طیش سے ملنے گیا اس نے فوراً سوال کیا کیا مدینہ حضرت جی کی خدمت میں نہیں گئے۔ میں نے جواب دیا ابھی تو ربیعہ بڑے حضرت کے لئے مکہ آیا ہوں۔ اگر وہ اجازت دیکتا تو دیکھی جائے گی۔

اتفاق سے میرا اصل قیام جدہ میں تھا اور روزانہ شام کو مغرب کے وقت مکہ پہنچ جاتا اس طرح تقریباً ۲۵ یوم تک مکہ جاتا رہا۔ پھر ایک روز ان حضرات نے جو مجھے لیکر گئے تھے مدینہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں اس شرط کے ساتھ ان کے ساتھ گیا کہ مدینہ سے کل ہی واپس آجائیں گے۔ یہ چالیس غاروں والی کہانی پر بھی عمل نہ کریں گے۔ دوسرے مسجد نبوی میں جو مٹی عمارتیں قبلہ رخ ہو کر اللہ سے مانگیں گے۔ قبر رسولؐ کی جانب دعا کے لئے ہاتھ نہ پھیلائیں گے۔ ہمارا اس پر تصفیہ ہو گیا نتیجہ ہمیں مدینہ اس فیصلہ کے مطابق ایک روز کے لئے گیا۔ اور مولوی زکریا اگرچہ یہ حال زاد بھائی ہیں۔ لیکن میں ان کی حالت سے متفق نہ ہونے کے باعث ان سے نہیں ملا۔

ور اپڑی واپس چلا آیا۔ اگر میرے ساتھی مدینہ جانے پر مصر نہ ہوتے تو میں کبھی مدینہ نہ جاتا کیونکہ صحابہ کرام مکہ سے فارغ ہو کر کبھی مدینہ نہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔

قبر نبی کا وسیلہ

دارمی نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ اہل مدینہ پر شدید قحط پڑا۔ لوگوں نے عائشہؓ سے شکایت کی تو عائشہؓ نے کہا کہ نبیؐ کی قبر پر ایک روشن دان بنادو تاکہ قبر اور آسمان میں کوئی چیز حائل نہ رہے پس لوگوں نے یہی کیا اور ایسی بارش ہوئی کہ اسکی زرخیزی سے سبزہ لہلہا اٹھا اور اونٹ چربی کی زیادتی سے پھول گئے۔ اور اس سال کا نام الفسّی پڑ گیا۔ (دارمی ۲۵، مشکوٰۃ ص ۲۵)

اس روایت میں متعدد کمزوریاں ہیں۔

سعید بن زید کو نسائی نے کہا یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۸)

ابوالجوزاء اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے نقل کر رہا ہے۔ اسے حضرت عائشہؓ سے سماع حاصل نہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ فی اسنادہ نظر۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع بھی ہے اور ضعیف بھی۔ (التاریخ الکبیر ج ۲، قسم ۲۔ میزان الاعتدال ص ۱۲۹)

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۸)

میری قبر کی زیارت کرنے والے پر میری شفاعت واجب ہوگئی

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (بیہقی۔ دارمی)

امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں پوری سند اس طرح بیان کی ہے۔

ابوسعید المالینی (ابو احمد ابن ہدی الحافظ۔ محمد بن موسیٰ الحلوانی۔ محمد بن اسمعیل

بن۔ سلوی بن ہلال۔ عبداللہ العمری۔ نافع۔ عبداللہ بن عمر۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اس کا ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدي ہے جو مجہول ہے۔

عبداللہ العمری نافع سے جو بھی روایت نقل کرتا ہے اس میں حاقظہ کی خرابی اور غفلت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور نافع کے ثقہ شاگرد مثلاً ایوب بن ابی تمیمہ، یحییٰ بن سعید الانصاری اور امام ملک وغیرہ نے اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ امام عقیلی نے اپنی کتاب الضعفاء میں یہی روایت نقل کرنے کے بعد کہی ہے۔ اور یہی بات امام رازی نے المحرج والتعذیل میں کہی۔ اور صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۷۲، جلد ۲ صفحہ ۵۷)

قبر پرستی کی ایک کہانی

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔

یہ روایت ائمہ حدیث کے نزدیک صرف ضعیف اور منکر نہیں بلکہ موضوع کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن ابراہیم ہے جو ابو عمر والغفاری کا بیٹا ہے۔ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اسے کذاب اور بعض ائمہ نے اسے وضع الحدیث کہا ہے۔

ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

حاکم کا قول ہے کہ یہ عبداللہ ثقہ راویوں کے نام سے گھڑی ہوئی روایات بیان کرتا ہے اور اس کے دیگر ہم سبق ان جھوٹی روایات کو بیان نہیں کرتے۔

خود امام بزار اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابراہیم کی اس روایت اور اس کی دیگر روایات کوئی اور بیان نہیں کرتا۔

(میزان الاعتدال صفحہ ۲۷۲)

ایک نامعلوم بدو کی کہانی

ایک بدو قبر نبی کے پاس آیا۔ اور اپنے آپ کو قبر پر گر دیا۔ اور کہا میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ پس قبر نبوی سے آواز آئی کہ تجھے معاف کر دیا گیا۔

اس روایت کا ایک راوی یحیٰ بن عدی طائی ہے جسے محدثین نے کذاب اور ضلع کہا ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ وہ کذاب ہے۔ جھوٹی روایات گھڑا کرتا تھا ابو داؤد کا بیان ہے کہ وہ کذاب تھا۔ (لسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)
اس روایت میں اول تو وہ بدو نامعلوم کہ وہ کون تھا اور کس ریگستان کا باشندہ تھا۔ اور پھر اس سے نقل کرنے والا ایک ضلع و کذاب ہے۔ اس قسم کی کہانیاں مولوی زکریا تو نقل کر سکتے ہیں۔

تمی پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

ابن المبارک کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک انصاری شخص نے بیان کیا۔ اس نے منہال بن عمرو سے سنا انھوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے سنا کہ نبی پر صبح و شام اس کے اعمال پیش نہ کئے جاتے ہوں آپ تمام امتیوں کو ان کے اعمال اور ان کے ناموں سے پہچانتے ہیں تاکہ ان پر گواہی دیں۔

اول تو یہ حدیث نہیں بلکہ ابن المبارک تبع تابعی سے منسوب کی جانے والی غلط بات ہے۔ پھر جہل من الانصار کا نہ کوئی نام ہے اور نہ پتہ اور اس تمام کہانی کا راوی منہال بن عمرو ہے جس کا حال پہلے کسی بار گزر چکا ہے کہ وہ کثر رافضی ہے قرآن تو کہتا ہے۔ وَهَمَّ مِنْ دَعَائِهِمْ غَافِلُونَ - وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔

انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی

اوس بن اوس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں آدم پیدا کئے گئے۔ اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اسی میں سور پھونکا جائے گا۔ مجھ پر کثرت سے صلات پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہاری صلات مجھ پر پیش کی جائے گی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائیگا۔ آپ کا جسم تو پھول کر ختم ہو جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسم کو کھائے۔ (نسائی جلد ۱ ص ۱۳۹)

غالباً اسی لئے یہ کہانی وضع ہوئی کہ حضور اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور غالباً لحد میں گھومتے پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مباشرت کے لئے ازواج بھی پیش کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے شیخ الحدیث صاحب بھی اس کہانی میں اتنے مدہوش ہوئے کہ انھیں مدینہ کے چکروں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ جب کہ صحابہ و تابعین کرام مدینہ جاتے بھی نہیں۔ آئے اب ہم ذرا اس کے کچھ روایت پر غور کر لیں۔

عبدالرحمن بن یزید بن جابر ان کی کنیت ابو عبیدہ الازدی الدارانی دمشقی ہے۔ ثقہ علماء میں سے ایک ہیں۔ ابو عبد اللہ بخاری کے علاوہ کسی نے ان کا ضعفاء میں ذکر نہیں کیا۔ انھوں نے اپنی تاریخ کی یہ کتاب الضعفاء میں اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی ایسی شے بیان نہیں کی جو اس کے ضعف پر کامل طور پر دلالت کر سکے۔ بلکہ بخاری نے یہ کہا کہ اس نے کھول اور یسیر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور اسے ابن المبارک نے روایت کی۔

ولید کا بیان ہے کہ اس عبدالرحمن کے پاس دو کتابیں تھیں ایک کتاب وہ تھی جو اس نے استاد سے سنی تھی اور ایک کتاب وہ تھی جو اس نے نہیں سنی تھی یہ سب بخاری کے اقوال ہیں۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس عبدالرحمن نے ابو الاشعث الصنعانی اور

ابو کبشۃ السلولی اور ایک مخلوق سے روایت کی ہے۔ اور اس عبدالرحمان سے اس کے بیٹے عبداللہ ولید بن مسلم ابن شابرہ حسین الجعفی اور ایک مخلوق سے روایت کی ہے۔
 - محی بن معین کا بیان ہے کہ ابن جابر ثقہ ہے۔ احمد کہتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں۔ سچا ہے۔ ابو سہر کا بیان ہے کہ میں نے ابن جابر کو دیکھا۔ اس نے سلسلہ میں انتقال کیا۔

فلاس کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن یزید حدیث میں کمزور ہے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یہ عبدالرحمان بن جابر حدیث میں کمزور ہے۔ اس نے کھوں سے ایسی روایات بیان کیں جو روایات اہل کوفہ کے نزدیک منکر روایات ہیں۔
 خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ کوفیوں نے عبدالرحمان بن یزید بن تمیم کی روایات بیان کیں اور وہ ابن جابر سے روایت کرتا ہے۔ اور اسی روایت میں ابن کولہ کو روہم ہوتا ہے اور تمام الزام ان اہل کوفہ کے سر رہتا ہے۔ حالانکہ یہ ابن تمیم ثقہ نہیں ہے۔

اس روایت کا ایک راوی ابو الاشعث الصغانی ہے جس کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو الاشعث الصغانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ آدہ اس کا باپ نہیں۔ بلکہ اس کے باپ کا دادا ہے۔ دراصل یہ شراحیل بن کلب ہے۔ ثقہ ہے۔ دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ فتح دمشق میں حاضر ہوا۔ (تقریباً ہندسہ ۱۰۰) ہجرت ہے کہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر کا انتقال جب ۱۰۰ھ میں ہوا تو اس نے ایسے شخص سے روایت کیسے سن لی جو فتح دمشق میں سلسلہ میں موجود تھا اور یہ قوی وقت ممکن ہے جبکہ عبدالرحمان کی عمر کم از کم ڈیڑھ سو سال ہو۔ اور کسی مورخ نے عبدالرحمان کی زیادتی عمر کو بیان نہیں کیا۔ اسی لحاظ سے یہ روایت مرسل ہے۔ درمیان سے ایک بھول راوی غائب ہے۔

اس کا ایک راوی حسین الجعفی ہے۔ اگر حسین جعفی سے مراد حسین بن الحسن الاشقر الکونی ہے جو حسن بن صالح اور زہیر سے روایت کرتا ہے اور اس سے

احمد بن حنبل اور کدی نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی ذات محل نظر ہے۔ ابو زرہ کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں جو زبانی کا بیان ہے کہ یہ غالی (بدبودار) قسم کا انسان تھا نیک لوگوں کو یعنی صحابہ کرام کو گالیاں دیتا ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو بطور حیلہ پیش کرتی۔ کیونکہ اس کی روایات میں کچھ وہ منکرات پائی جاتی تھیں جن کا اشقر نے ذکر کیا۔ اور میرے نزدیک یہ ساری بلا اشقر کی نازل کر دی ہوئی ہے۔ ابو عمر البزلی کہتے ہیں۔ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مسئلہ میں انتقال ہوا۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ علی باب حطہ ہیں جو اس دروازے میں داخل ہوگا وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔

اس روایت کے علاوہ کسی اور روایت میں یہ نظر نہیں آتا کہ انبیاء کرام کے جسم کو مٹی کھاتی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے اور لوگوں کے لئے جو اصول رکھا ہے اس میں انبیاء کو کرم بھی داخل ہیں۔

زیارت قبر کی اجازت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کر سکتے ہو۔ کیونکہ یہ دنیا میں انسان کو زائد بتاتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ ابن ماجہ اور مسلم کے الفاظ ہیں کہ یہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۲)

موت یاد دلانے کے لئے اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کی قبریں مخصوص ہیں۔ حضور نے بھی اپنی مشرکہ ماں کی مغفرت طلب کی تھی جس سے قرآن میں منع کیا گیا۔ اور حضور نے زیارت قبور کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس کی وجہ آخرت کو یاد

دلانا بیان کیا۔

آخرت کی یاد دہانی کے لئے کسی مرنے والے کا ولی ہونا زیادہ ہونا۔ مؤمن ہونا کوئی شرط نہیں۔ اسی لئے حضورؐ نے سب سے پہلی زیارت اپنی مشرک ماں کی کی۔ اسی لئے امام نسائی اور ابن ماجہ نے اس پر سرخی قائم کی ”زیارۃ قبر المشرک“ اور یہاں ہر ایک نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو اپنی ماں کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کی اجازت نہیں دی مگر قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ اور قبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ موت یاد دہانی (نسائی) اس کے لئے موزوں جگہ گور غریباں ہے۔ مردوں کے نام سے شاندار کوٹھے اور عمارتیں نہیں۔ ان تعمیرات کرنے والوں کو اتنی بھی غیرت نہیں آتی کہ یہ مقامات اگر غریبوں کو رہائش کے لئے دیدیئے جائیں تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

گنبد خضراء کی تاریخ

احادیث میں جیسے یہ ذکر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا۔ بعد میں اگرچہ اس کی اجازت آخرت کی یاد دہانی کے لئے دی گئی تو پھر گنبد خضراء کی عمارت کیسے وجود میں آئی۔

شعبہ ۳۷ یعنی پونے سات سو سال تک کوئی عمارت وہاں موجود نہ تھی۔ اول شعبہ ۳۸ میں منصور بن قلاذون صامی نے جو مصر کا بادشاہ تھا۔ کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکھنؤ کا ایک جنگلہ بنوایا اور اسے حجرہ کی چھت پر لگوایا۔ اور اس کا نام قبۃ رزاق پڑ گیا۔ اس وقت کے علماء اگرچہ صاحب اقتدار کو نزہت سکے۔ مگر انھوں نے اس کام کو بہت بُرا سمجھا۔ اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد بن عبدالقوی معزول کیا گیا تو لوگوں نے اس کی معزولی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس فعل کی پاداش سمجھا۔

بعد میں شعبہ ۳۹ میں الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس میں تعمیری

اضافہ کئے۔ یہاں تک کہ موجودہ تعمیر وجود میں آئی۔ (وفاء الوفا للسہودی ج ۱ ص ۳۶، ۳۷)
 مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مسلک نقل کر دیا جائے۔ مسلک
 احناف کے سب سے معتبر فقہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ میری نظر میں ایسا کوئی نہیں جس نے
 قبر پر عمارت بنانے کو جائز کہا ہو۔ پھر شامی نے ابو حنیفہ کا فتویٰ نقل کیا کہ ابو حنیفہ
 نے قبر پر کوئی عمارت مثلاً گھر اور قبہ وغیرہ بنانے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ حضرت جابر
 کی روایت میں نبی سے اس کی ممانعت آئی ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے یا اس پر کتبہ
 لایا جائے۔ یا اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔ (شامی جلد ۹ ص ۸۳۹ استنبول)

نبی قبر میں زندہ رہتا ہے

حضرت ابوالدرداء کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا
 نبی قبر میں زندہ رہتا ہے۔ اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ روایت حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ فرمایا ہے۔
 یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ زید بن ائمن نے عبادہ بن نسی سے کوئی روایت نہیں
 سنی۔ اس کا ایک راوی سعید بن ابی بلال ہے جس کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے۔ امام
 بخاری فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۵، التلخیص للبخاری ج ۲)
 رہی بیہقی کی یہ روایت کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ وہ
 روایت بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس کا ایک راوی حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کو
 امام ذہبی نے لکھا ہے وہ تو ہلاک کرنے والا شخص ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے
 ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ازہی کا قول ہے کہ وہ ابی الحدیث ہے غیضی کا کہنا ہے کہ یہ
 کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲، لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲)

حافظ ابن قیم نے الصواعن المرسل میں اپنے قصیدہ نویر میں ان روایات کی کہانی بیان کی ہے۔

وحدایت ذکر تہم بقبورہم لما یصموظا ہر الذکوان

قبر میں انبیاء کی زندگی جس روایت میں مذکور ہے وہ صحیح نہیں اور اس کا معنی مونا صفا ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس گھنٹے سلام پہنچایا جاتا ہے

زاذان کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں گھومنے والے فرشتے رکھے ہیں جو میری امت کی جانب سے مجھ پر سلام پہنچاتے ہیں۔ (نسائی جلد ۱ ص ۱۲۳)

اس روایت کے عبد اللہ بن مسعود سے پہلے ناقل زاذان صاحب ہیں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

زاذان۔ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ سچا آدمی ہے۔ لیکن روایت کو مسلسل بیان کرتا ہے۔ اور اس میں تشیع پایا جاتا ہے۔ دوسری طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ۸۲ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ (تقریب التہذیب ص ۱۵۱) ذہبی نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

اس کے موالی کوفہ کے باشندہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب جانیہ میں خطبہ دیا تو یہ وہاں حاضر تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور عائشہؓ اور متعدد صحابہ سے روایات سنیں۔ اور اس سے عمرو بن مرہ۔ محمد بن جحاد اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی روایت کیوں نقل نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا وہ باتیں بہت کرتا ہے (یعنی زیادہ باتیں کرنا کوئی اچھی شے نہیں) یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی نے اس کا کمال میں تذکرہ کیا اور فرمایا اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں۔

شعبہ کا بیان ہے۔ میں نے اس کے بارے میں سلمہ بن کہیل سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا مجھے ابو النختری اس سے زیادہ پسند ہے۔

ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ یہ ائمہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ ابن حجادہ کا بیان ہے کہ وہ کراہیں بچتے اس کے پاس جب کوئی شخص کچھ

خریدنے آتا تو یہ سب سے برا آدمی ثابت ہوتا۔ پھر ابن عدی کا بیان ہے کہ اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توہر کی۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۱۱)

ابن مسعود نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کیا۔ ظاہر ہے یہ کفر کی توہر ہے تشیع کی توہر نہ ہوگی۔ اور تشیع کی ایک روایت ہے کہ جسے تقیہ بنی بباوہ مؤمن نہیں تو گویا تمام شیعہ مذہبی طور پر جھوٹے ہیں اور ہم ایک جھوٹے کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ہم نے یہ اصول اختیار کر لیا ہے کہ تمام شیعہ جھوٹے ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی روایت قابل قبول نہیں۔

نبی کا خواب میں آنا

نبی کو دنیا میں زندہ ثابت کرنے اور انھیں علم غیب اور تصرف الہی میں شریک بنانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کے خواب میں آکر یہ بتا دیا اور فلاں کو یہ۔ اور اس کے ثبوت میں بخاری و مسلم کی صحیح روایتوں سے استدلال کیا جاتا اور انھیں غلط معافی پہنائے جاتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے۔ باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام (باب جس نے نبی کو خواب میں دیکھا) اور پھر سب سے پہلے یہ روایت لائے۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا۔ کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ ابو عبد اللہ یعنی بخاری کہتے ہیں۔ ابن میرین نے کہا کہ جب کوئی نبی کو اپنی صورت پر دیکھے۔ بخاری ص ۱۱۱

حدیث کے الفاظ میں من رای جن لے مجھے دیکھا۔ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے نبی کو اپنی زندگی میں دیکھا۔ شامل کی کتابوں میں سراپا پڑھنے والے مراد نہیں۔

اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ شیطان میری شکل و صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

بہ نہیں کہ گیا کہ مجھ زندگی میں نہ دیکھنے والوں کو وہ خواب کے ذریعہ دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا اور کسی دوسری صورت کے ذریعہ سے نہیں کہلو سکتا کہ میں تمہارا نبی محمدؐ ہوں نہ کہ جس شخص نے نبیؐ کو دیکھا ہے اس کے فریب میں آجائے۔

موجودہ دور میں اس بات سے گریز کے لئے یہ بات کہی جانے لگی کہ خواب میں آنے والی یہ صورت نبیؐ کی صورت ہے۔ کیونکہ شیطان آپ کے مشابہ صورت نہیں بنا سکتا۔ یہ بتانا درست نہیں۔ کیونکہ شیطان نے آیت الکرسی کی صحیح فضیلت بیان کی تھی۔ اور نبیؐ نے اس شخص کی ان الفاظ میں تصدیق کی تھی اما انہ صدقك وھو كذوب۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمہیں سچی بات بتائی۔ حالانکہ وہ ایک پکا شیطان ہے۔

دراصل یہ خواب کا معاملہ ایک کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ بہت سے لوگ نبیؐ کے خواب میں آنے کا جھوٹا قصہ بنا کر اپنی بزرگی اور فضیلت کا اظہار کرتے ہیں اور جھوٹا خواب بیان کرنے والے کی وعید سے بے پروا نظر آتے ہیں۔

وہ ابواب جو علوم حدیث

متعلق ہیں

کس سے علم حاصل کیا جائے

حضرت جابر فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر عالم کے ساتھ نہ بیٹھو مگر وہ عالم جو تمہیں پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلاتا ہو۔ شک سے یقین کی طرف، عداوت سے نصیحت کی طرف، بڑائی سے تواضع کی طرف، ریاء سے اخلاص کی جانب اور رغبت سے خوف کی جانب۔

محمد بن شقیق کہتے ہیں کہ رغبت سے زہد کی جانب۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ رسول اللہ کا کلام نہیں۔ ابو نعیم الحافظ کہتے ہیں کہ شقیق اپنے ساتھیوں کو وعظ کر رہا تھا اس نے یہ بات کہی۔ اس میں راویوں کو وہم ہوا۔ انھوں نے اسے مرفوع بنا دیا۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۵)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

شقیق لمخی بڑے زاہدوں میں سے ہیں۔ منکر حدیث ہیں۔ انھوں نے اسرائیل ابو حنیفہ عباد بن کثیر اور کثیر الملی سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے حاتم اہم۔ اور محمد بن ابان البلیخی اور عبد الصمد بن بایویہ اور دیگر لوگوں نے روایات نقل کی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ان کے تین سو گائوں تھے پھر حیب مرے تو کوئی کفن نہ تھا۔ یہ بڑے مجاہدوں میں سے تھے اور غزوہ کولان میں ۱۹۰ھ میں شہید ہوئے۔ اور ان پر ضعف کا حکم رکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں ان احادیث کی وجہ سے جو ان سے راویوں نے نقل کی ہیں یہ تصور پیدا ہوتا ہے۔ ان کا نام شقیق بن براہیم ابو علی ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۲۴۹)

بغیر سمجھ کے عبادت کرنا

خالد بن معدان بن داؤد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ چکی میں لگا ہوا گدھا۔
یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور اس کا تمام الزام
محمد بن ابراہیم پر ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیثیں وضع کرتا تھا اسے حجت میں
پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۶۶)

محمد بن ابراہیم بن العلاء الشامی الدمشقی۔ یہ عبادان میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ یہ
شام کے زاہدوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ عبید اللہ بن عمرو اور اسمعیل بن عیاش سے
روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔
دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام حدیثیں
محفوظا نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے حدیث روایت کرنا حلال نہیں۔ یہ احادیث
وضع کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۳۵)

شعراء کو مال دیکر اپنی آبرو بچانا

عوف بن مالک الاشجعی فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا چاہے وہ شعراء کو مال عطا کرے۔
ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور اسحق بن ابراہیم حنظلہ الغیل کی
اولاد میں سے ہیں۔ خبریں تبدیل کرتا اور حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۶)

عشائر کے بعد اشعار پڑھنا

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس نے نمازِ عشاء کے بعد کوئی شعر پڑھا اس کی اس سال کی غار قبول نہ ہوگی۔
یہ حدیث موضوع ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ حدیث سوائے عاصم بن مغلہ کے
نہیں پہچانی جاتی اور اس کا کوئی متابع نہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس عاصم کا شمار
مجهولین میں ہوتا ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ قزعة بن سوید مضطرب الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں بہت کرتا فحش وہم ہوتا۔ جب اس کی روایت میں زیادتی ہوئی تو اس کی خبر کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ الموضوعات جلد ۱ ص ۲۶۱ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

عاصم بن محمد۔ ابو الاشعث الصنعانی سے روایت کرتا ہے۔ اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس سے سوائے قزعة کے کوئی روایت نہیں کرتا۔ اس نے مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۶)

قزعة بن سوید بن حجر الباطنی البصری۔ اپنے باپ ابن الملکد اور ابن ابی اللیلک سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے قتیبة۔ مسدد اور ایک جماعت نے روایت کی ہے بخاری کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن معبود کے قزعة کے بارے میں دو قول ہیں ایک بار انھوں نے ثقہ قرار دیا اور دوسری بار ضعیف قرار دیا۔

احمد کہتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اسے حجت نہیں مانا جاسکتا۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۹)

شعار کا ذکر

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اگر کسی کا پیٹ قے سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کان اشعار سے اس کا پیٹ بھرے جس میں کسی کی بڑائی کی گئی ہو۔

یہ حدیث موضوع ہے اور نضر بن مخیر زکا کوئی مستالاج نہیں اور نضر سے احتجاج جائز نہیں۔ دراصل یہ روایت کلبی اور ابوصالح کے نام سے پہچانی جاتی ہے اور یہ دونوں کچھ نہیں۔

شیخ کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث اس زیادت کے تھما موضوع ہے

در نہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے۔ تم میں سے کسی کاتے سے پیٹ بھرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے پیٹ بھرے۔

اہل حدیث کا انجام

حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو محدثین اپنے ہاتھوں میں دو آئیں لے کر آئیں گے۔ اللہ عزوجل جبریل کو ان پاس جانے کا حکم دیں گے وہ ان سے سوال کریں گے۔ حالانکہ انہیں خوب جانتا ہے۔ وہ ان سے سوال کرے گا کہ تم کون ہو۔ یہ جواب دیں گے ہم اہل حدیث ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا۔ تم جہاں بھی ہو جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم جب تک دنیا میں رہے ہمیشہ میرے نبی پر صلوات بڑھتے رہے۔

خطیب کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور سائل الزام محمد بن یوسف لاقیٰ ہے۔
ہے۔ واللہ اعلم۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۶)

محمد بن یوسف بن یعقوب ابو بکر رقی حافظ بہت گھومنے والا شخص تھا اور وہ ضلیمہ بنی سلیمان اور اس کے طبقہ سے ملا۔

ابو بکر خطیب کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ اس نے طبرانی کے نام سے ایک جھوٹی حدیث گھڑی ہے۔
(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۸)

میرے نزدیک اس کے راوی عبد الرزاق بن ہمام اور زہری دونوں شیعوں ہیں۔

کانوں پر قلم رکھنا

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ کے سامنے ایک کاتب بیٹھا تھا۔ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ قلم کو کانوں پر رکھ کیونکہ اس سے اٹا کر لے والے کو بہت یاد آتا ہے۔

یہ حدیث صحیح نہیں اور عبیدہ ابن عبد الرحمن بصری ہے۔ یہی کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص حدیثیں وضع کرتا تھا۔
اور محمد بن داؤد ان کے بارے میں بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔
(الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

جو شخص آخری تحریر میں لفظ بلغ لکھے

ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کچھ لکھ کر فارغ ہو تو آخر
میں بلغ نہ لکھو کیونکہ بلغ شیطان کا نام ہے۔ بلکہ اس پر اللہ کا نام لکھو۔
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے اور وہ شخص کتنا برف
ہے جس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ اور مسلم بن عبد اللہ ثقفی
راویوں سے موضوعات نقل کرتا ہے اس کا ذکر بھی حلال نہیں بجز اس پر اعتراض کیے
(الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

مسلم بن عبد اللہ فضل بن موسیٰ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی متعدد موضوعات
ہیں۔ اس نے ابو ہریرہ سے مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۸۱)

اس شخص کا ثواب جس کے کوئی حدیث پہنچے اور وہ اس پر عمل کرے

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے
پاس اللہ عز وجل کی جانب سے کوئی حدیث پہنچے اور اسے ایمان لا کر پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے
وہ چیز عطا کرتا ہے جو اس میں نہیں۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اگرچہ اس کی سندیں ابو جابر
بیاضی کے علاوہ کوئی نہیں۔ مگر کہتے ہیں وہ کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں وہ متروک
الحدیث ہے اور شافعی کہتے تھے جو شخص ابو جابر بیاضی سے کوئی حدیث روایت کرے
اللہ اس کی آنکھیں سپید کرے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۵۹)

وہ حدیث قبول کرو جو حق کے مطابق ہو

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم مجھ سے وہ حدیث بیان کرو جو حق کے مطابق ہو۔ اس کو مضبوطی سے تمام لو خواہ میں نے اسے بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

عقیلی کہتے ہیں یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ مروی نہیں۔ اور اسٹاکس یہ حدیث منکر ہے۔ کئی کہتے ہیں اشعث کچھ نہیں۔ اور ابوسلیمان الخطاطی نے ساجی سے نقل کیا ہے انھوں نے کئی بن معین سے اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث یزید بن ربیعہ سے بھی روایت کی جاتی ہے۔ اس نے ابوالاشعث سے اس نے ثوبان سے اور ابوالاشعث ثوبان سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ اس نے ابواسماء الرجسی کے ذریعہ ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید بن ربیعہ مجہول ہے۔ (الموضوعات ج ۲ ص ۲۵۷)

آپ کی اصل کی مشرافت

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار قیامت کے روز میرے سبب اور نسب کے علاوہ سب منقطع ہو جائیں گے۔ ایک شخص رسول اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے آگے جھک گیا۔ اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا نسب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا عرب۔ اس نے عرض کیا آپ سبب کیا ہے۔ فرمایا غلام۔ ان کے لئے وہ چیز حلال ہے جو میرے لئے حلال ہے اور وہ چیز ان پر حرام ہے جو میرے لئے حرام ہے۔ اللہ نے میرے پاس وحی کی کہ میں جب کسی فوجی دستے میں باہر جاؤں تو میرے راہنی جانب کوئی عرب ہونا چاہئے اور اگر عرب نہ ہو تو غلاموں میں سے کوئی ہو۔ ورنہ باقی لوگ تو ایک مجمع ہیں جس میں کوئی خیر نہیں۔

اے سلمان تیرے لئے یہ حلال نہیں کہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔ تم تو زہریلوں اور یہ ائمہ ہیں۔ اور اگر اللہ جانتا کہ کوئی درخت میرے درخت سے بہتر ہے تو مجھے اس درخت سے نکالتا۔ اور وہ عرب کا درخت ہے۔

اسے خارجہ نے ابن جریج سے تنہا روایت کیا ہے۔ کئی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد نے اپنے بیٹے سے فرمایا اس کی روایت نہ لکھ ابن حبان کہتے ہیں اس کی خبر کو جنت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۳)

حافظی ہی لکھتے ہیں۔ یہ شخص خارجہ بن مصب۔ ابوالہجاج السخری الملقب ہے۔ اس سے حرزدی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ یہ بکر بن اشج اور زید بن اسلم اور ایوب اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابن ہدی اور کئی اور بھی اور ایک جماعت نے روایات لی ہیں۔

اسے امام احمد نے وہی قرار دیا۔ ابن معین نے کسی فرمایا یہ ثقہ نہیں۔ اور کبھی کہا کذاب ہے۔ بخاری کہتے ہیں اسے ابن المبارک اور دیکھ نے متروک قرار دیا۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایات لکھ لی جائیں۔ ابن عدی نے اس کے حال میں بیس منکر اور غریب روایات نقل کی ہیں۔ پھر کہا اس کی ہیئت سی روایات ہیں اور ہیئت سی روایات منقطع ہیں اس کی روایات لکھی جاتیں میرے نزدیک یہ غلطیاں کرتا ہے لیکن عمدہ غلطی نہیں کرتا (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۲۵)

اس روایت کو خارجہ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے اور ہمارے لئے اتنا کافی ہے ابن جریج نے اپنی زندگی میں ستر متعہ فرمائے۔

ابانت اہل بدعت

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے کسی بدعتی سے منہ پھیرا اللہ کی وجہ سے بنفہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن دے گا

ایمن سے بھر دے گا۔ اور جس نے کسی بدعتی کو جہنم کا اللہ تعالیٰ اسے بڑی گھبراہٹ کے دن محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے کسی بدعتی کو سلام کیا اور اس سے خوشی سے ملا۔ اور جو کچھ اسے میسر تھا اس سے اس کا استقبال کیا تو اس نے ان چیزوں کو حقیر سمجھا جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیں۔

یہ حدیث باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی عبد العزیز بن ابی داؤد ہے۔ ابن حبان کا بیان یہ اپنے توہم اور گمان پر حدیث بیان کرتا اس باعث اسے حجت سمجھنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷۱)

اہل بدعت کی توہین

عطا ابن عباس سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کسی بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام کے ڈھلنے میں اس بدعتی کی مدد کی۔

اس حدیث کا ایک راوی بہلول ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ حدیث چوری کرتا۔ اس باعث اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷۱) ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

بہلول بن عبید اللہ بن الکوفی سلمہ بن کہیل اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حسن بن قوام اور میقات الجبزی نے روایت کی ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ ضعیف الحدیث ہے بے بڑکی اڑاتا ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں کچھ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ حدیث چوری کرتا۔

ابن عدی کا بیان ہے یہ بصرہ کا ہاشمہ ہے کچھ نہیں ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی چھ حدیثیں گنائیں۔ ان میں سے ایک حدیث مذکور ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۱)

ابن جریر۔ عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریر۔ ان کی کینت ابو حاتم الی ہے۔

مشہور ثقہ عالموں میں ایک ہیں۔ مدلس ہیں۔ فی نفسہ ان کے ثقہ ہوئے برائتفاق ہے۔

یہ بہلول بن عبید کے استاد ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ستر مرتبہ فرمائے۔ وہ اسے

جائز سمجھتے تھے۔ اور اس کے باوجود یہ اہل زمانہ کے فقیہ تھے غالباً محنتوں کے باعث
عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میرے والد امام احمد نے بعض ایسی حدیثوں کو جسے
ابن جریر نے مرسل روایت کیا تھا انھیں موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ ابن جریر جس روایت
کو جہاں سے لیتے اس کی پرواہ نہ کرتے کہ روایت کہاں سے لی ہے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۵۹)
حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی
بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں اس کی مدد کی۔ ابن جوزی کا بیان
ہے کہ اس کا ایک راوی حسن بن یحییٰ الحنثلی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث
باطل اور موضوع ہے۔ ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

حسن بن یحییٰ الحنثلی دمشقی البلاطی۔ یہ ہشام بن عروہ اور عمر مولیٰ غفر سے
روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ہشام بن عمار اور حکم بن موسیٰ اور ایک جماعت نے
اس سے روایات لی ہیں اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔
یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ دحیم کا بیان ہے اس میں کوئی حرج نہیں
ابو حاتم کہتے ہیں یہ سچا تھا لیکن اس کا حافظ خراب تھا۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں
دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات ملحق ہوتی
ہیں۔ اس کی متعدد روایات ہیں جن میں سے ایک مذکورہ روایت ہے۔

ایک روایت حضرت انس سے یہ منقول ہے کہ جب کوئی نبی مرتا ہے اور اپنی قبر
میں چالیس دن تک ٹھہرا رہتا ہے پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی
روح لوٹا دیتا ہے ابن جوزی نے موضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

حنثلی کی ایک حدیث یہ ہے کہ ایک کسرات میرا پاس سے گزر رہا تھا تو موسیٰ عالم
اور ویلہ کے درمیان کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۲۵)
ابن الجوزی کہتے ہیں۔ اس قسم کی روایات فضیل اور ان جیسے نیک لوگوں کے

ہاں ملتی ہیں۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۱)

ذہبی کہتے ہیں کہ حسن بن یحییٰ الحنثلی دمشق کا باشندہ ہے۔ ہشام بن عروہ اور

عمر مویٰ اعقرہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے حکم بن موسیٰ اور اس سے ہشام بن عمار نے روایت کی ہے۔ یہ روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

شیاطین لوگوں میں پھیل جائیں گے اور بدعت پھیلائیں گے

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ۱۳۵ھ ہوگا تو سرکش شیاطین جنہیں حضرت سلیمان بن داؤد نے جزیرہ عرب میں باندھ کر ڈالا تھا وہ سب پھیل جائیں گے۔ ان میں سے نو خصے لڑنے کے لئے عراق چلے جائیں گے۔ اور دسواں حصہ شام چلا جائے گا۔

ابن الجوزی کا بیان کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ عقیلی صباح بن مجالد معبول ہے اور اس روایت کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہچانتا اور نہ اس کا کوئی متابع موجود ہے اور اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۶۹)

ذہبی رقم طراز ہیں۔

یہ صباح بن مجالد بقیہ کا شیخ ہے کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون بلا ہے۔ دو ثقہ لوگوں نے بقیہ کے ذریعہ اس سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میرے نزدیک اس روایت کا واضح یہی صباح ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳)

میرے نزدیک اس روایت کا راوی عطیہ ہے جو اسے ابو سعید خدری سے روایت کر رہا ہے اور ابو سعید سے مراد ابو سعید خدری نہیں بلکہ کلبی کذاب مراد ہے۔ ان کا حال پہلے حصوں میں بیان کیا جا چکا ہے۔

باپ دادا کی عزت کا بیان

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جبریل نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمد اللہ تجھے سلام کہتا ہے کہ میں نے آگ کو اس صلب پر حرام کیا ہے کہ جس نے تجھے نازل کیا اور تیرے حل کو پیٹھ میں رکھا

اور اس گود کو جس نے تجھے اٹھایا۔ اس پر حضور نے فرمایا اے جبریل مجھ سے اس امر کی وضاحت کیجئے انھوں نے فرمایا صلب سے مراد عبد اللہ ہیں۔ بطن سے مراد آمنہ بنت وہب اور حجر سے مراد عبد المطلب اور فاطمہ بنت عبد المطلب ہیں۔

ابن ہجری کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلا شک موضوع ہے۔ اس کی سند ایسی ہے جیسی تم دیکھ رہے ہو۔ بعض خراسان کے حفاظ حدیث کہتے ہیں کہ ابوالحسین کا نام محمد بن ابی بن الحسین العلوی جو انتہائی غالی رافضی تھا اور جیلان میں خلافت کا دعویٰ تھا۔ حتیٰ کہ اس پر بہت سی مخلوق جمع ہو گئی۔ اور کسی مسلم کا اس میں اختلاف نہیں کہ عبد المطلب کا فرما اور پی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آٹھ سال کا بچہ تھے اور عبد اللہ اس وقت مرنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل کی صورت میں تھے اور اس میں اختلاف نہیں کہ وہ کافر مرنے۔ اسی طرح آمنہ کا اسی وقت انتقال ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور بیت کی۔ تو ان لوگوں کے ساتھ وہ داخل نہیں ہو سکتیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت علی سے روایت نقل کرنے والے جناب محمد یعنی باقر ہیں جو حضرت علی کے زمانہ میں وجود میں بھی نہ آئے تھے اور اس کے بعد کے راوی سب ما شاء اللہ ہیں۔

آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

حضرت انس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نہیں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

حدیث میں یہ استثناء الا ما شاء اللہ یہ موضوع ہے۔ اسے محمد بن سعید نے وضع کیا ہے۔ جب اس نے الیاد کی دعوت دی بتی شروع کی۔ اسے آمنہ کی ایک جماعت نے اسے وضع کیا۔ جن میں سے ابو عبد اللہ الحاکم بھی ہیں۔

در اصل شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن سعید بن ابی قیس ہے جیسے منصور نے زندقہ ہونے کے الزام میں قتل کیا۔ امام سفیان ثوری اور احمد بن حنبل کہتے ہیں

محمد بن سعید کذاب تھا۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ اسے ابو جعفر نے زندیق ہونے کے الزام میں قتل کیا۔ اور اس کی حدیث موضوع ہے۔ اور بخاری اور نسائی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ اور محدثین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ شخص بد معاش تھا خوب کثرت سے روایات کرتا اور بہت برا کام کرتا۔ کیونکہ اس شخص کی تدلیس پہچاننے کے بعد کسی حال میں اس کی روایت حلال نہیں۔

ابن زبیر کہتے ہیں عیب اس شخص پر ہے جو اسے روایت کرے کیونکہ اسے جانتے کے بعد اس سے کسی حال میں روایت کرنا حلال نہیں کیونکہ یہ کذاب ہے احادیث وضع کرتا تھا۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں اس احمد بن سوادہ نے اہل شام کے سونا م تبدیل کئے جنہیں میں نے اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور ان روایتوں کو بھی جمع کیا ہے جو اس نے خراب کیں۔

مصنف کہتے ہیں اس کی تدلیس جو ہم تک پہنچی ہے ایسی افراد تک مشتمل ہے۔

۱۔ محمد بن سعید بن حسان۔ اس سے اس طرح سے یحییٰ بن سعید اللاموسی روایت کی ہے۔

۲۔ محمد بن سعید الاسدی۔ اس سے اسی طرح سعید بن ابی بلال نے روایت کی۔

۳۔ محمد بن سعید بن حسان بن قیس۔ اس طرح اس کے محمد بن عجلان روایت کرتا ہے۔

۴۔ ابو عبد الرحمن الشامی۔ اس طرح اس سے بکر بن خنیس روایت کرتا ہے۔

۵۔ محمد بن حسان۔ اس طرح اس سے مروان بن معاویہ روایت کرتا ہے۔

۶۔ محمد بن ابی قیس۔ اس طرح اس سے مروان بن معاویہ روایت کرتا ہے۔

۷۔ محمد بن غالم۔ اس طرح اس کے عبد الرحیم بن سلیمان نے بعض روایات میں روایت کیا ہے۔

۸۔ محمد الطبری۔ اس طرح اس سے یحییٰ بن معین نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ محمد الطبری۔ اس طرح اس سے عبد الرحمن بن امیہ القیس نے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ ابو قیس الشامی۔ اس طرح اس سے ابو معاویہ الضریر نے روایت کی ہے۔

- ۱۱۔ ابوقیس نجمہ بن عبد الرحمن۔ اس طرح بعض روایتوں میں ابو معاویہ نے روایت کیا ہے۔
 ۱۲۔ محمد بن زینب۔
 ۱۳۔ محمد بن ابی زکریا۔
 ۱۴۔ محمد بن ابی الحسن۔
 ۱۵۔ محمد بن حسان الطبری۔

یہ وہ اقوال ہیں جن کا عقلی نے تذکرہ کیا ہے۔

- ۱۶۔ ابو عبد اللہ الشافعی۔ اس طرح ابو العباس بن عقد نے اس سے روایت کی ہے۔
 ۱۷۔ ابو عبد الرحمن الازدی۔ اس طرح ابو حاتم بن حبان نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔
 ۱۸۔ محمد بن عبد الرحمن۔
 ۱۹۔ ربیع بن یونس۔ دونوں نام خطیب نے ذکر کئے ہیں۔
 اور کبھی عقلی کہتے ہیں کہ کبھی لوگ اسے عبد اللہ اور عبد الرحمن اور عبد الکریم وغیرہ کہتے اور مقصد اللہ واحد کی عبادت ہوتی ہے۔ اور اس کے دادا کی کنیت ہوتی ہے۔
 ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں کہ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ جب میں کوئی اچھی بات سنتا ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے ایک سند تیار کر لوں۔ اور ان کتابوں میں ذکر حلال نہیں۔ ہاں ان پر جرح کرنا مقصود ہو۔
 ابن جوزی کہتے ہیں اس شخص نے ایک سند وضع کی تاکہ لوگوں کے دل میں شک پیدا ہو سکے۔ اگر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے تو صاف بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کیا آمنت اسلام لے آئی تھیں ؟

ہشام بن عروہ نے حضرت عائشہؓ سے رولت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں الوداع کرایا۔ تو آپ عقبۃ الحجون پر میرے پاس سے روتے ہوئے غمگین گذرے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کے باعث رونے لگی۔

پھر آپ نیچے اترے اور فرمایا اے حیرا ٹھہر جا۔ پس میں نے اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگائی۔ پھر کافی دیر تک ٹھہرے رہے۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ خوش اور ہنس رہے تھے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر سقریان یا رسول اللہ آپ میرے پاس سے گئے اور اس وقت آپ رو رہے تھے۔ عمیقین تھے میں آپ کے رونے کی وجہ سے روئی۔ پھر آپ میرے پاس لوٹ کر آئے تو آپ محوش تھے اور منکر لہے تھے۔ اس کی کیا وجہ یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میں اپنی ماں آمنہ کی قبر ہد گیا۔ پھر اللہ سے انھیں زندہ کرنے کا سوال کیا۔ اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور اللہ عزوجل نے انھیں پھر لوٹا دیا۔

یہ حدیث بلا شک موضوع ہے اور جس نے اسے وضع کیا ہے اس کے پاس سمجھ بھی کم ہے اور علم بھی کم ہے۔ اگر اس کے پاس علم ہوتا تو وہ یہ بات جان لیتا کہ کسی شخص کو دوبارہ لوٹنے کے بعد ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ اگر کوئی شخص فرشتوں کے دیکھنے کے بعد ایمان لائے تب بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور اس کے رد کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے (پس اگر وہ مرجائے اور وہ کافر ہو) اور صحیح حدیث میں ہے "کہ میں نے اپنے رب سے اپنے باپ کی مغفرت چاہی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی؟"

اور محمد بن زیاد دراصل نقاش ہے اور ثقہ نہیں ہے اور احمد بن حنبل۔ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔ دراصل یہ ایک ایسی قوم سے ہیں جو احادیث وضع کرتے اور غافل لوگوں کی کتابوں میں اسے شامل کر دیتے۔ پھر یہ غافل لوگ اسے روایت کرتے۔ شیخ ابوالفضل بن ناصر کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا انتقال ابواء کے اندر ہوا جو مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور وہیں دفن کی گئیں۔ (درحجوں میں ان کا بھی انتقال نہیں ہوا۔ (الموضوعات ص ۱۱۸) میرے نزدیک اس روایت میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اسے حضرت عائشہؓ سے ہشام روایت کر رہا ہے جو حضرت عائشہؓ کی وفات کے ایک دن بعد

پیدا ہوا۔ اس نے کبھی حضرت عائشہ کو نہیں دیکھا۔ یہ ہشام کے نام سے جھوٹ ہے۔ نیز اس روایت میں حضرت عائشہ کا لقب حمیرا لیا گیا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں حمیرا سرخ گدھی کو کہتے ہیں۔ حضور کبھی یہ نام نہ لے سکتے تھے ظاہر ہے کہ اس کے وضع کرنے والے یا تو شیعوں کے ہیں یا جاہل صوفیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر دو آفات سے محفوظ رکھے۔

حضور کا مختلف پشتوں میں منتقل ہونا

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے۔ آپ نے فرمایا میں آدم کی پشت میں تھا۔ اور آدم جب زمین پر اتارے گئے تب بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ اور میں اپنے باپ نوح کی پشت میں تھا جب میں کشتی میں سوار ہوا اور میں آگ میں ڈالا گیا۔ ایہ ایم کی پشت میں اور میرے ماں باپ کبھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔ اس طرح میں پاک پشتوں کے ذریعہ پاک اور مہذب رجموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

جب بھی خاندان کی دو نسلیں پھوٹیں تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ پھر اللہ نے مجھ سے نبوت کا عہد لیا۔ اور تورات میں میری بشارت دی اور انجیل میں میرا نام روشن کیا۔ میرے چہرے کی روشنی سے زمین چمکتی ہے۔ اور آسمان مجھے دیکھنے کے لئے تباہ رہتا ہے۔ اور میرے نام کی برکت سے اللہ تعالیٰ آسمانوں میں چڑھا۔ اور اپنے ناموں میں سے میرا نام مشتق کیا۔ پس عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ الحدیث

یہ حدیث موضوع ہے اسے بعض قصہ گوؤں نے وضع کیا ہے۔ اور ہذا ابن ابیہم کو ثقہ قرار نہیں دیا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ بناوٹ کے شیخ علی بن محمد بن بکر ان نے اسے وضع کیا ہو یا علی بن محمد کے شیخ خلف بن محمد بن شیخ نے اسے وضع کیا ہو۔

حتیٰ کہ علی بن عاصم کہتے ہیں۔ ہم یزید بن ہارون کو ہمیشہ جھوٹا سمجھتے رہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ لیکن حب بھی یہ کام متاخرین کے زیادہ لائق ہے۔

اس طرح سے اس روایت کا واضع عباسی (الموضوعات ج ۱ ص ۴۸)

ہناد بن ابراہیم النسفی۔ اس نے اکثر روایات شیعہ کے بعد وضع کی ہیں۔ اکثر موضوعات و بلاؤں کا راوی ہے اس پر محدثین کو کافی اعتراضات ہیں اہتویا میں شیعہ میں اس کا انتقال ہوا یہ وہاں کا قاضی تھا۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں جب میں نے تیسا پور جانے کا ارادہ کیا تو ہناد بن ابراہیم نے کچھ احادیث لکھ کر دیں اور کہا کہ ایک شیخ ہے جو نہروان میں زندہ ہے اور ابن کروی کے لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ خلدی اور بخاری سے روایت کرتا ہے جب میں ابن کروی سے ملا تو اس نے خلدی اور بخاری کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اور پھر لایہ حدیث مجھ سے عبد الملک بن بکر ابن البرزغانی نے بیان کی ہے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱) علی بن محمد بن بکران۔ یہ ہناد نسفی کا شیخ ہے اس نے صرف ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے جسے میں باطل سمجھتا ہوں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵۶)۔ اس روایت کے کئی راویوں کا حال مجھے رجال کی کتابوں میں نظر نہیں آیا۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اس روایت کے کئی راوی لاپتہ ہیں۔ اور مجھے بقیہ راویوں کا کوئی حال نظر نہیں آیا۔

آدن کب تک قبر میں مردہ حالت میں رہتا ہے

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نبی مرتلے اور چالیس روز تک قبر میں رہتا ہے تو پھر اس کی روح اس کے پاس لوٹا دی جاتی ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے اور موضوع ہے اس کا ایک راوی حسن بن یحییٰ ہے جو انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں یحییٰ بن یعین کہتے ہیں حسن بن یحییٰ کچھ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ راوی متروک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ اور چچا کی سفارش کریں گے

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس جماعت کی شفاعت کی۔ اپنے باپ اور چچا ابوطالب کی اور اپنے رضاعی بھائی یعنی سعدیہ کی بیٹے کی۔ تاکہ یہ حضرات قیامت کے روز ایک اڑا ہوا غبار بن جائیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت بلا حُک و مشبہ موضوع ہے۔ اول تو اس کا راوی لیث بن سلیم ضعیف ہے۔ منصور نے اس کے ضعف کے باعث اس کی روایت نقل نہیں کی اور یحییٰ بن المبارک شامی ہے مجہول ہے اور خطاب ضعیف ہے خطاب سے مراد۔ خطاب بن عبداللہ انعم اور سوائی ہے۔ اور یحییٰ المبارک شامی مجہول ہے جہاں تک لیث کا تعلق ہے تو اس کا حال ذیل میں درج ہے۔ لیث ابن ابی سلیم۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بنویس کا ایک فرد ہے۔ بخاری کے

علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایت لی ہے۔ مشہور علماء میں سے ایک ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے لیکن لوگوں نے اس سے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور ابی یحییٰ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین یہ بھی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اس جہاں کہتے ہیں۔ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ دارقطنی کا قول ہے۔ یہ شخص صاحب سنت تھا لیکن لوگوں نے اس پر اس وقت اعتراضات شروع کئے جب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عطار اطّو اس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

عبدالوارث کا بیان ہے کہ یہ علم کا ایک تھیلا تھا۔

ابو یوسف عیاش کہتے ہیں یہ لیث سب سے زیادہ نمازیں پڑھتا۔ سب سے زیادہ روزے رکھتا۔ لیکن اگر کسی رسول اللہ میں غلطی کرتا تو اس بات کو ہرگز قبول کرتا۔ ابن شوزب کا بیان ہے۔ انھوں نے لیث سے نقد کیا ہے کہ میں نے شروع دور کے شیعوں کو کوفہ میں دیکھا کہ وہ کسی کو ابو بکر و عمر پر ترجیح نہ دیتے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس سے شعبہ، اور ابن علیہ اور ابو معاویہ اور دیگر لوگوں نے

روایات لی ہیں۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی لیٹ کے پاس جا کر بیٹھا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنی جو کبھی نہ سنی تھیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے سنا۔ یحییٰ بن سید القطان کو چند لوگوں کے بارے میں بری رائے رکھتے دیکھا ان میں سے ایک لیٹ۔ ایک محمد بن اسحق اور ایک ہمام ان میں سے کسی کے بارے میں دوسری رائے سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ لیٹ عطاء بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔ یومل بن الفضل کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے سوال کیا انھوں نے فرمایا میں نے اسے دیکھا کہ اس کا دماغ ٹھکڑے نہیں رہا تھا اور جب میں عین دو پہر کو اس کے پاس سے گذرتا تو اسے منارہ پر اذان دیتا دیکھتا پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات نقل کیں۔

عورت کا حمام میں غسل کرنا

احمد بن منیع نے باسند امام الدرداء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ام الدرداء کو کہتے سنا۔ وہ فرماتی تھیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں ملی کہیں حمام سے نکل کر آئی۔ آپ نے سوال کیا اے ام الدرداء کہاں سے آئی ہو میں نے کہا حمام سے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو عورت کسی غیر کے گھر میں کپڑے لٹکے تو وہ اس پردے کے درمیان ہے جو اللہ عزوجل اور اس کے درمیان رکھ دیا ہے۔ وہ پردہ کو پھاڑتی ہے۔ (قرآن مجید: ۲۴: ۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک حیات ہے اس وقت تک حمام کا کوئی دبو نہ تھا۔ پھر امام الدرداء سے کیا مراد ہے اگر امام الدرداء انصاف فرمائی تو انھوں نے حضور کو نہیں دیکھا اور اگر امام الدرداء الکبریٰ مراد ہے تو اس وقت تک عرب میں حمام کا کوئی رواج نہ تھا۔

قرطبی کا بیان ہے ابو داؤد کے کسی شے کی اباحت یا ممانعت میں کوئی چیز نقل کی اس میں سے کوئی چیز صحیح نہیں۔ اس کی ضعف سند کے باعث اسی طرح ترمذی نے جو چیز روایت کی ہے وہ بے اعتبار ہے۔

اجازت حاصل کرنے کیلئے سلام

قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ سنن ابن ماجہ میں یا اسند حضرت ابو ایوب انصاری مروی ہے۔ یا رسول اللہ یہ سلام تو اجازت چاہنے کے لئے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا آدمی کلام کرے۔ کلام یعنی آدمی تسبیح، تکبیر اور تحمید کے ذریعہ۔ اور کھنکار سے اور اہل بیت سے اجازت طلب کرے۔ (قرطبی جلد ۷ صفحہ ۲۶۰)

اس روایت کا ایک راوی واصل بن السائب ہے ذہبی اس واصل کے حال میں لکھتے ہیں۔

واصل بن السائب اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ عطاء بن ابی رباح سے روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین بخاری وغیرہ کا بیان ہے یہ واصل منکر الحدیث ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۴ ص ۳۲۵)

اس واصل کا استاد ابو سوہ ہے۔ اس سے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ابو ایوب انصاری سے روایات نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابو ایوب کا بھتیجا ہے۔ اور ابو ایوب سے سوائے واصل کے کسی نے روایت نہیں کی (میزان جلد ۴ ص ۳۲۵)

گویا کہ یہ ہر دو راوی محدثین کے نزدیک بیکار ہیں۔ اس لحاظ سے، روایت انتہائی ردی ہے۔

ولید بن مسلم نے اوزاعی سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے یحییٰ بن کثیر

سے سنا وہ کہتا ہے مجھ سے عبد الرحمن بن اسعد بن زرارہ سے سنا وہ قیس بن سعد سے نقل کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر میں ہماری زیارت کی اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ راوی کہتا ہے کہ سعد نے جواب دیا لیکن بالکل آہستہ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ چھوڑ دو تاکہ میں اکثر سلام کرتے رہیں۔ الحدیث راوی کہتا ہے اسے عمر بن عبد الواحد اور ابن ساعد نے اوزاعی سے مرسل روایت کیا ہے اور انھوں نے قیس بن سعد کے نام کا ذکر نہیں کیا۔

خطیب نے جامع میں علی بن عاصم الواسطی سے نقل کیا ہے میں بصرہ آیا اور شعبہ کے مکان پر پہنچا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ شعبہ نے سوال کیا کون ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں۔ شعبہ نے جواب دیا "یہ میں کون" میرا کوئی راسا دوست نہیں جیسے "میں" کہا جاتا ہو۔ پھر میرے پاس باہر نکل کر آئے اور بولے مجھ سے محمد بن المنکدر نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام سے حاضر ہوا اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے سوال کیا کون؟ میں نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا "میں کون" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہی الفاظ دہرائے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۴۶۰۹)

علی بن عاصم بن صہیب الواسطی۔ اس کی کنیت ابوالحسن واسطی ہے۔ آل ابی بکر کا غلام بتنا مشہور میں پیدا ہوا۔

یعقوب بن شعبہ کا بیان ہے۔ یہ دین و صلح اور بے پناہ خیر کا مالک تھا۔ اس پر کثیر غلطیاں کرتے اور اس پر سرکشی کرنے کا الزام ہے۔ وکیع کا بیان ہے کہ ہم اسے ٹیکلی سے جانتے ہیں۔ کثرت سے

وکیع کا بیان ہے ہم اسے ہمیشہ بھلائی کے ساتھ پہنچاتے رہے اس کی صحیح روایات نے ہمارے غلط روایات چھوڑ دیں۔

یزید بن زریج کا بیان ہے کہ میں اس علی بن عاصم سے ملا۔ اس نے مجھے کچھ روایات

خالہ حزار کی بیان کیں۔ میں خالہ کے پاس گیا۔ اس نے ان سب روایات کا انکار کیا۔
 یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ ہم اسے ہمیشہ جھوٹ سے پہچانتے رہے۔ یحییٰ بن معین کا
 بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک
 قوی نہیں۔ محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ سنہ ۲۰۰ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان ج ۳ ص ۱۳۶)

تقدیر کا ذکر

ابو امامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ پس معین وہ ہے جسے اپنا قدم رکھنے کے لئے کوئی جگہ مل جائے گی۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا۔ امن اس شخص کے لئے ہے جسے اس کے رب نے گناہوں سے بری قرار دیا۔ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

تالیعن کے دور میں اسلام میں بہت سے فتنے اٹھے جن میں ایک فرقہ قدیر تھا جو تقدیر کا منکر تھا جن میں سے محمد بن اسحق بھی ہے۔ تقدیر کے ذکر میں اسی فرقہ قدریہ کا بیان ہوا ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام جعفر بن حسنؒ کے ذمہ ہے۔ وہ قدری فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنے مذہب کے مطابق یہ حدیث وضع کی۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس جعفر کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ کئی کا بیان ہے یہ حسن کچھ نہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۲۲۷)

عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے ذمہ ہدایت کچھ بھی نہیں اور ابلیس نے انہیں مزین کر دیا اور ابلیس کے ذمہ گمراہی نہیں۔

عقیلی کہتے ہیں خالد بن عبدالرحمان نقل میں مشہور ہیں۔ اور اس حدیث کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ خالد مجہول ہے۔ اس روایت کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہچانتا۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۲۲۷)

خالد بن عبدالرحمان ابوالہیثم الطائری الکوفی۔ سماک بن حربؒ کا روایت کرتا ہے۔ اس سے اسحاق بن حمرات نے روایت نقل کی ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے

کہ میں اس باطل حدیث کے علاوہ اسے نہیں جانتا۔ (میزان ج ۱ ص ۲۳۷)
 حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ
 کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ابو بکرؓ و عمرؓ مسجد کے ایک دروازے
 سے داخل ہوئے۔ اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی جو باہم جھگڑ رہی تھی۔
 اور ان کی آوازیں بلند تھیں۔ اور وہ ایک دوسرے کا رو کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا تم دونوں کس بات پر جھگڑ رہے تھے۔ تمہاری آوازیں
 بہت بلند تھیں۔ اور تمہاری غلطیاں بھی بہت تھیں۔ بعض لوگوں نے تقدیر کے معاملہ
 ابو بکرؓ و عمرؓ سے کچھ اختلاف کیا۔ ہم ان کے اختلاف کے باعث مختلف ہو گئے۔
 آپؐ نے پوچھا وہ کیا بات تھی لوگوں نے جواب دیا یہ جھگڑا تقدیر کے معاملہ میں تھا
 ابو بکرؓ نے کہا تھا خیر مقدر فرماتا ہے۔ بشر کو مقدر نہیں کرتا۔ اس پر عمرؓ بولے کہ اللہ
 ہر چیز مقدر فرماتا ہے۔ تو ہم اس معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں اسرائیل والہ فیصلہ کروں گا۔
 جو جبریل و میکائیل کے درمیان کیا تھا۔ بعض لوگ بولے کیا اس معاملہ میں جبریل و
 میکائیل بھی جھگڑ رہے تھے۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ پہلی
 مخلوق تھی جس نے اس معاملہ میں کلام کیا تو جبریل نے عمرؓ کی بات کی اور میکائیل نے
 ابو بکرؓ کی بات کی ہے۔

جبریل بولے ہم نے جب اس معاملہ میں اختلاف کیا تو پورے آسمان والے اس
 معاملہ میں اختلاف کرنے لگے۔ تو میرے اور تیرے درمیان کون اس کا فیصلہ کریگا
 پس اسرائیل نے مجھ سے فیصلہ طلب کیا۔ میں نے ان کے درمیان وہی فیصلہ کیا
 جو میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ ہوا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس
 فیصلہ کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے تقدیر کو واجب کیا وہ خیر ہو یا شر ضرر
 کی چیز ہو یا نفع کی۔ کوئی مٹھی چیز ہو یا کڑوی۔ پھر حضورؐ نے بازو یا ران پر ہاتھ

مارا۔ اور ابو بکرؓ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا کہ اس کی کبھی نافرمانی نہ ہو تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا۔ اس پر ابو بکرؓ یونے یا رسول اللہؐ یہ ایک لغزش ہے میں اس کا کبھی اعادہ نہ کروں گا۔ کہتے ہیں پھر ابو بکرؓ نے موت تک اس بات کا اعادہ نہیں کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث بلا شک موضوع ہے اور اس حدیث کے گھڑنے کا سارا الزام کئی ابوزکریا پر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ اس امت کا جہال ہے ابن عدی کہتے ہیں وہ احادیث وضع کرتا اور چوری کرتا۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۴۷ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵۵)

ابو حازم نے سہیل بن سعد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی زندہ رہے ہو گا اس میں تکتہ یب بالقدر ضرور شامل ہوگی۔ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ یہ بحر بن کثیر کی تیار کردہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں بحر بن کثیر کچھ نہیں۔ اس کی کوئی حدیث نہ لکھی جائے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں تمام لوگ زیادہ محبوب ہیں۔ (الموضوعات جلد ۱ ص ۲۴۷)۔ بحر بن کثیر۔ ابو الفضل السعاری الباہلی۔ میدان میں حجاج کو پانی پلاتا تھا۔ یہ حسن بصری اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن الجعد نے روایت کی ہے اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

یزید بن زریع کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ کہتے ہیں کوئی شے نہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ مجھے ہر شخص اس کے مقابلہ پر زیادہ محبوب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

دراصل یہ عمرو بن علی الفلاس کا دادا ہے۔ ابن ابی خیمہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ انقطاعاً اس سے راضی نہ تھے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے ایوب سختیانی کو بحر سے یہ کہتے سنا کہ اے بحر تو اپنے نام کی طرح ہے۔

بقیہ نے اس ابو الفضل کے ذریعہ ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ آدمی کی نیک نحتی اس کی دائرہ سی ملکی ہونا ہے۔ ابو الفضل سے مراد یہی بھر ہے۔
یزید بن ندیع کا بیان ہے کہ میں نے اس بحر سے ایک حدیث لکھی تھی اتنے میں ایک جلی آئی وہ اس پر پاخانہ کر کے چلی گئی۔

ابن عدی نے اس کا تذکرہ کیا اور تقریباً اس کی تیس روایات نقل کیں پھر فرمایا اس بحر کے کئی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ تو وہ ہے جو اس سے عمر بن اہل نے روایت کیا ہے ایک نسخہ وہ ہے جو اس سے محمد بن مصعب قزوینی نے روایت کیا ہے۔ ایک نسخہ وہ ہے جو اس سے حارث بن مسلم نے روایت کیا ہے اور اس سے بقیہ اور یزید بن ہارون نے روایات لی ہیں اور یہ زہیری سے روایات کرتا ہے اور یہ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔ اس کا انتقال ۱۱۱ھ میں ہوا۔ ابن سعد کا بیان لڑی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۶۸)
حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی زندہ ہوگا اس میں تکذیب بالقدر ضرور شامل ہوگی۔ اس حدیث کا ایک راوی وہی بحر بن کنیز ہے جس کا حال پہلے صفحہ میں بیان کیا جا چکا۔

کچھ دل مشقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس قدری ہیں۔ جب یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور نہ نماز بڑھو جب یہ مرجائیں۔
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں دیکھی کہتے ہیں جو حفص بن الحارث کچھ نہیں۔ اور اس حدیث کو رخسان بن ناقد نے اپنی سند سے ابو ہریرہ سے اسی قسم کی روایت کی۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں غسان مجہول ہے اور یہ حدیث باطل ہے۔ (الموضوئۃ ج ۱ ص ۲۸)
جو حفص بن الحارث۔ ابو الاشہب کنیت ہے کوفہ کا رہنے والا ہے۔ واسطہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ نافع اور اعش سے روایت کرتا ہے۔ اس سے محمد یزید وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں اور کبھی کہا ضعیف ہے۔ اور بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے اور نسائی وغیرہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۷۱)
 غسان بن ناقہ ابو الاشہب سے روایت کرتا ہے اور وہ مجہول ہے اور اس کی تقدیر کے معاملہ میں روایت باطل ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۳۶)

مجاہد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 لوگ قدری بنیں گے۔ پھر زندیق ہوں گے۔ پھر مجوس ہوں گے۔ اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اور اگر یہ مر جائیں تو ان کے جنازے کے پیچھے نہ چلو۔
 ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ اور اس میں کئی مجہول ہیں۔ ابو عبد الرحمن النسائی کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ جھوٹ ہے۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۷۱)

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ستر انبیاء کے درویشہ لعنت بھیجی ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔
 آپ نے فرمایا۔ قدریہ۔ مرجئہ روافض۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ قدری کون لوگ ہیں۔ فرمایا یہ کہتے ہیں خیر اللہ کی جانب سے ہے اور شر ابلیس کی جانب سے ہے۔ خیر اور شر دونوں اللہ کی جانب سے ہیں۔ جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو یہ کہتے ہیں قرآن مخلوق ہے۔ خبردار قرآن مخلوق نہیں۔ جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مرجئہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان بلا عمل کا ایک ٹول ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ روافض کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ لوگ ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ خبردار جو ان دونوں سے بغض رکھے گا تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ۔ اور محمد بن احمد بن منصور الحنفی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۷۱)

جائے گی۔ یہ سب جنت میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ یعنی زندیقیوں کے جو حضرت انس کہتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ وہ قدر یہ ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں اس کا ایک راوی عثمان بن عفان ہے۔ علماء نقل کرتے ہیں یہ مروک الحدیث ہے۔ اس کی حدیث کا لکھنا بھی حلال نہیں۔

اس کا ایک راوی حفص بن عمر ہے۔ ابو حاتم الرازی کہتے ہیں یہ کذاب بخ۔ عقلی کہتے ہیں ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

محشی موضوعات لکھتے ہیں۔ یہ عثمان بن عفان وضاع ہے اور کسی روایت حدیث میں امیر المؤمنین حضرت عثمان کے علاوہ کوئی اس نام کا نہیں۔ پھر یہ وضاع ہے۔ واللہ اعلم حفص بن عمر الاصبی۔ ثور بن یزید عبداللہ بن المغنی سے روایات نقل کرتا ہے دراصل یہ حفص بن عمرو بن دینار ہے۔ اس سے ابراہیم بن مرزوق، ابو حاتم۔ یزید بن سنان القزاز اور محمد بن سلیمان الباعندی روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی تمام روایات متعن کے لحاظ سے منکر ہوتی ہیں یا سند کے لحاظ سے اور یہ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ ایک شیخ کذاب تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۱)

عثمان بن عفان البجستانی معمر بن سلیمان وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵)

مرجئہ کی مذمت

ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برامت میں کچھ یہود ہوتے ہیں۔ اور میری امت کے یہود مرجئہ ہیں۔

اسلام کی پہلی صدی گزرنے کے بعد اس میں دو فرقے پیدا ہوئے۔ ایک فرقہ کو مرجئہ اور دوسرے کو قدریہ کہا جاتا ہے۔ مرجئہ اس کے قابل تھے کہ اصل شے ایمان ہے۔

اور اعمال کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایمان کے بعد انسان جو چاہے کرتا رہے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ بعض محدثین نے ہر اس شخص کو مرجئہ قرار دیا جو ان کی روایات کو قبول نہ کرتا۔ حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ کو بھی ان لوگوں نے مرجئی قرار دیا۔ یہ فرقہ دور صحابہ ختم ہونے کے بعد شروع ہوا۔ یہ فرقہ کسی عمل کو تسلیم نہ کرتا تھا۔

اس روایت میں سلیمان بن ابی کریمہ اور احمد بن ابراہیم ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس روایت میں سلیمان بن ابی کریمہ اور احمد بن ابراہیم ہیں۔ یہ دونوں منکر روایات نقل کرتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس احمد بن ابراہیم اور عمرو بن ہاشم ان دونوں کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۱)

میرے نزدیک اس روایت میں خالد بن میمون اور ضحاک بھی ضعیف ہیں۔ اس میں سے ضحاک ہمارے مفسرین کا امام سمجھا جاتا ہے۔ سلیمان بن ابی کریمہ شامی ہے یہ ہشام بن عروہ اور ہشام بن حسان۔ ابی قزو اور خالد بن میمون سے روایت کرتا ہے اور اس سے صدقہ بن عبد اللہ، عمرو بن ہاشم، البیرونی اور محمد بن مخلد الرضینی روایت کرتے ہیں۔

اسے ابو حاتم نے حلیف قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام احادیث منکر ہوئی ہیں اور میں نے اس موضوع پر متقدمین کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ پھر ابن عدی نے روایت پیش کی۔ (میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۲۱)

احمد بن ابراہیم بن موسیٰ۔ یہ امام مالک سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے دلیل میں پیش کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال جلد اول ص ۵)

ضحاک سے مراد ضحاک بن مزاحم المفسر ہے جس کی کنیت یحییٰ بن معین ہے ابو القاسم بتائی ہے۔ فلاس نے ابو محمد بیان کی ہے یہ بچوں کو ادب سکھانا بتایا جاتا ہے۔ اس کے مکتب میں یمن ہزار بچے تعلیم پاتے تھے۔ اور یہ ان پر گدھے پر سوار ہو کر چکر لگایا کرتا تھا۔

یہ بھی روایت کیا گیا کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال حمل کی حالت میں رہا۔
یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ شعبہ اس بات کا انکار کیا کرتے تھے کہ ضحاک نے
ابن عباس سے کبھی بھی ملاقات کی ہو۔

ابوداؤد طیالسی کا بیان ہے۔ انھوں نے شعبہ کے واسطے عبدالملک بن مہیر
کا قول نقل کیا ہے کہ اس ضحاک نے کبھی بھی ابن عباس سے ملاقات کی ہو۔ وہ
مقام رہے میں سعید بن جبیر سے ملا تھا۔ اور ان سے تفسیر کا علم سیکھا۔ (اتفاق
سے ہماری کتب تفسیر میں ہر راوی ضحاک ابن عباس سے نقل کرتا ہے۔ گویا یہ
سب روایات جھوٹ کا انبار ہیں)

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے مشاش سے دریافت کیا کہ ضحاک نے ابن عباس سے
ملاقات کی۔ انھوں نے جواب دیا اس ضحاک نے ابن عباس کو کبھی نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ضحاک ضعیف ہے۔ لیکن
امام احمد یحییٰ بن معین اور ابو زرہ نے اسے ثقہ قرار دیا۔ اور یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے
یہ ضحاک مشرقی ہے۔ یہ مزاحم کا بیٹا ہے اور ابن معین کے اس قول کو یعقوب قسوی
نے اختیار کیا اور ضحاک مشرقی ہے شراحیل کا بیٹا ہے۔ ابو سعید خدری سے یہ
روایت نقل کی ہے اور مشرق ہمدان کی ایک شلخ ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں ضحاک بن مزاحم تفسیر کے اندر مشہور ہے لیکن ابن عباس
ابو ہریرہ اور تمام صحابہ سے اس کی روایات محل نظر ہیں۔ سنۃ یا سنۃ میں
اس کی موت واقع ہوئی۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۲۵)

ابن عدی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مرجئہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
مرجئہ پر لعنت نازل کی ہے اور فرمایا یہ ایک ایسی قوم ہے جو ایمان کو قبول کرتی ہے
لیکن اس کے ساتھ کسی عمل کو نہیں مانتی اور کہتی ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور حج فرض
نہیں ہے۔ اگر کوئی ان پر عمل کرے تو اچھا ہے اور عمل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اس کا ایک راوی محمد بن سعید لاہری ہے۔ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
(الموضوعات جلد ۱ ص ۲۷)

محمد بن سعید لاہری۔ یہ مدینہ بن خالد اور سرج بن یونس سے احادیث روایت کرتا ہے۔ یہ کذاب ہے۔ احادیث وضع کرتا جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے۔
۱۹۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور روایت مذکورہ ایک خالص جھوٹ ہے۔
(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۵۶)

ابن عدی نے واثلہ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی مرچئی یا قدی مرگیا اور دفن کیا گیا۔ پھر تین روز بعد اس کی قبر اکھاڑی جائے تو اس کا منہ قبیلہ سے ہشا ہوگا۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث مشہور منکر ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔
(الموضوعات جلد ۱ ص ۲۷)

معروف بن عبد اللہ النخاط۔ یہ الخطاب الدمشقی ہے۔ واثلہ بن اسقع کا شاگرد ہے۔
الوحاتم رازی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی حدیثیں بہت منکر ہوتی ہیں۔ اور ابن حبان نے بہت شاذ بات کی جس کا کتاب الثقات میں ذکر کر دیا۔
پھر ابن عدی نے اس کی کئی منکرات نقل کیں جن میں سے ایک منکر یہ حدیث ہے۔
ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور ساری بلائیں عمر بن حفص کی جانب سے نازل ہوئیں۔ کیونکہ معروف سے بہت کم روایات مروی ہیں۔ اور اکثر اس نے واثلہ کا عمل نقل کیا ہے۔ کیونکہ حضرت واثلہ اسی کے مالک تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶)
عمر بن حفص الدمشقی النخاط المعمر۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے معروف خیاط کے نام سے کچھ احادیث وضع کی ہیں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی ہے۔ اور دو سو پچاس (۲۵۵ھ) کے بعد اس کی حدیثیں روایت کیں (میزان ج ۳ ص ۵۶)

عصبيت اور قدریہ کی برائی

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے ایک عصبيت، ایک قدریت اور ایک غیبت ثابت لوگوں سے روایت لینا۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ ہارون بن ہارون نے یہ قول مجاہد سے نقل کیا ہے۔ دراصل یہ قول ابن سمعان نے مجاہد سے نقل کیا تھا ابن سمعان کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ وہ کذاب تھا۔

عقیلی کہتے ہیں۔ اس روایت کو یوسف بن موسیٰ نے روایت کیا ہے اور انھوں نے

درو علی بن حجر سے سنا انھوں نے یقیناً بن الولید سے اور انھوں نے ہارون بن ہارون ابو العلاء الازدی سے اور اس نے عبد اللہ بن زیاد سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جیسی روایت کی۔ اور ابن زیاد سے ابن سمعان مراد ہے جو حدیث میں مہتمم ہے۔

ابن سمعان۔ اس سے مراد عبد اللہ بن زیاد و ابن سمعان المدنی الفقیہ ہے۔

اسے محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔ یہ ابن ماجہ کا راوی ہے۔

بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے

ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بلکہ کسی یہ الفاظ کہے ضعیف ہے اور کبھی یہ الفاظ کہے اس کی قدس

کچھ نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے ابراہیم بن سعد کو قسم کھاتے سنا کہ ابن سمعان کذاب

ہے۔ جو جانی کہتے ہیں اس کی حدیث ہی ہوتی ہے ان القاکم نے مالک سے روایت کیا کہ ابن سمعان

کذاب و مسر کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن عبد العزیز سے سنا کہ وہ ابن سمعان کے

پاس عراق گئے۔ اس نے اپنی کتاب ان کے ہاتھ میں تمھاری۔ پھر اس کتاب میں کچھ اضافہ

کیا۔ پھر وہ کتاب انھیں پڑھ کر سنائی۔ لوگ کہے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

جناح اعظم کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ صاحب مہدی نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے

پاس ابن سمعان موجود تھا اس نے کہا ہم سے مجاہد نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے

محمد بن اسحاق نے بیان کیا۔ میں نے کہا کہ میں محمد بن اسحاق سے عمر سید ہوں بلکہ

میں نے مجاہد سے کوئی روایت نہیں سنی۔

وید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے ابن سمعان سے ایک کتاب لکھی پس اچانک میرے ہاتھ میں کتاب تھی کہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یہ ابن سمعان آپ سے حدیثیں بیان کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ابن سمعان سے کہنا اللہ سے ڈرے اور مجھ پر جھوٹ نہ بولے ابو مسہر کا بیان ہے کہ اوزاقی کہتے تھے کہ ابن سمعان کے پاس علم نہ تھا۔ وہ نمازیں پڑھنے والا انسان تھا (یعنی صوفی تھا)

ابن عدی کہتے ہیں اس سے ابن وہب نے بہت سی روایات لی ہیں۔ اور اس کی حدیث سے اس کا ضعف ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۲۴)

فرقہ مرجئہ، قدریہ، روافض اور خارجیوں کی برائی

حسن بصری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرجئہ۔ قدریہ۔ رافضی اور خارجی ان فرقوں سے جو تھائی توحید منکمل جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں کافر بنا کر جہنم میں ڈالے گا جہاں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں محمد بن یحییٰ بن زین دجال ہے۔ احادیث وضع کرتا۔ اس کا ذکر بھی حلال نہیں۔ بجز اس کے کہ اس پر اعتراض کئے جائیں۔ اور ابو عباد راوی کو حجت میں پیش کرنا حلال نہیں۔ (موضوعات ج ۱ ص ۲۱۷)

میرے نزدیک حسن بصری نے حضرت انس کو نہیں دیکھا وہ صحابہ سے صحتی روایات نقل کرتے ہیں سب مرسل ہوتی ہیں میں اس کی تشریح اپنے مضمون سماع حسن میں کر چکا ہوں۔

محمد بن یحییٰ بن زین المصیعی

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ دجال ہے احادیث وضع کرتا تھا۔

مسجدوں سے متعلق روایات

مسجدوں کی تعمیر پر فخر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ مسجدوں پر فخر کرنے نہ لگیں گے۔ (قرطبی جلد ۷، صفحہ ۴۶۵)

اس روایت کو حماد بن ابی سلمہ نے ابو قتادہ کے ذریعہ انس سے روایت کیا ہے۔

جہاں تک حماد بن سلمہ کا تعلق ہے وہ بہت نیک اور سنت کے پابند تھے لیکن ان کی روایات میں دیگر لوگوں نے بہت سی روایات شامل کر دیں۔ اسی باعث حماد بن سلمہ کی روایات مشکوک ہو گئیں۔

مسجدوں کو سجانا

ابو احمد ابن عدی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے امیر المؤمنین عثمان کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے مسجد کے ایک کونے میں ایک درزی دیکھا تو اسے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ امیر المؤمنین سے عرض کیا گیا۔ اے امیر المؤمنین یہ شخص مسجد کے پردے سیٹا اور دروازوں پر پردے سیٹواتا اور کبھی کبھی مسجد میں پانی چھڑکتا ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا اپنے کاریگروں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اس کی سند میں محمد بن مجیب الشافعی ہے اور وہ حدیث میں ردی ہے۔

(تفسیر قرطبی ج ۷، صفحہ ۴۶۶)

میرزا ان میں ہے محمد بن مجیب الشافعی کو فہ کا باشندہ جعفر بن محمد اور لیث سے روایت کرتا ہے۔

عباس دوری نے کئی سے نقل کیا ہے وہ کذاب ہے۔ (ابوحاتم کہتے ہیں اس کی

حدیث ردی ہوتی ہے۔ پھر ابن عدی نے جعفر بن محمد کے ذریعہ مذکورہ روایت نقل کی۔
(میزان ج ۴ ص ۳۳)

مسجدوں کو بچوں اور مجنوں سے بچانا

قرطبی کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے مسجدوں کے صاف کرنے اور پاک کرنے کا اور فرمایا۔ اپنی مسجدوں کو بچوں اور اپنے مجنوں سے بچاؤ اور اپنی تلواریں کھینچے اور اپنی حدود قائم کرنے اور اپنی آوازیں بلند کرنے اور اپنے جھگڑے پیش کرنے سے بچو۔ اور جمعہ کے دن انگلیٹھیاں جلاؤ اور مسجد کے دروازوں پر وضو کا پانی رکھو۔
قرطبی کا بیان ہے کہ اس کی سند میں علاء بن کثیر الدمشقی ہے جو بنی امیہ کا غلام تھا۔ اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کا ذکر ابوالاحمد بن عدی جبرجانی حافظ نے کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۶۶۳)
ذہبی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ احمد وغیرہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس نے کھول سے صحابہ کے کچھ نسخے نقل کئے ہیں جو سب غیر محفوظ ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص ۳۴)

جنت میں گھر

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد سے کوئی اذیت دہ چیز نکالی۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک گھر تیار کرتا ہے۔

ہشام بن عمار۔ عبد الرحمن بن صالح بن ابی الجون۔ محمد بن صالح المدنی۔ مسلم بن ابی مریم۔ ابوسعید خدری۔

محمد بن صالح المدنی الاذقی۔ یہ محمد بن المنکدر راوی زید بن اسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ابو ثابت محمد بن عبید اللہ۔ عبدالعزیز الاولیس اور عبد الرحمن بن

سلیمان بن الجوف نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی روایات ابو داؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں جب یہ اکیسلا کسی روایت کو نقل کرے تو حجت نہیں۔ ابن حبان کے علاوہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر ابن حبان نے کتاب النقات میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

شق صدی شح صد

سیرت النبیؐ سے اقتباس

(از)

علامہ سید سلیمان ندویؒ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

”کیا اے پیغمبر! ہم نے تیرے سینہ کو کھول نہیں دیا“

منجملہ نبوت کے ان خصائص کے جو ایک پیغمبر کو عطا ہوتے ہیں شق صدیا شرح صدر ہی ہے، چنانچہ یہ رتبہ خاص پیش گاہ الہی سے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، شق صدر سے مراد یہ ہے کہ سینہ مبارک کو چاک کر کے اس کو بشری آلودگیوں سے پاک اور ایمان و حکمت کے نور سے منور کیا گیا۔

بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی یہ کیفیت آپ پر گزری تھی۔ ان روایتوں میں بعض جزئیات کی تفصیل اور وقت کی تعیین میں اختلافات ہیں چنانچہ تمام روایتوں کے جمع کرنے سے پانچ مختلف اوقات میں آپ پر اس کیفیت کا گذر نا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جب آپ چار پانچ سال کے تھے، اور حضرت حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔

دوئسے جب عمر شریف دس برس کی تھی۔
 تیسرے جب آپ بیس برس کی عمر کو پہنچے۔
 چوتھے جب حضرت جبریلؑ سب سے پہلی دفعہ وحی لیکر آئے۔
 پانچویں معراج کے موقع پر۔

یہ مسئلہ شرقِ صدر واقع ہوا تمام صحیح روایتوں سے ثابت ہے، اور اس کے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ وقت کی تعیین اور بعض جزئیات کی تفصیل میں روایتیں مختلف ہیں، تیسری دفعہ کی روایت جس میں بیس برس کی عمر میں اس کیفیت کا گذرنا بیان کیا گیا ہے۔ محدثینؒ بلکہ خود اربابِ سیر کے نزدیک قطعاً غیر ثابت ہے، باقی چار موقعوں کو حافظ ابن حجر وغیرہ نے جوہر اختلاف روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتوں میں توفیق اور تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تسلیم کیا ہے۔

امام تہذیبی روض الانف میں صرف دو موقعوں کی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ایک دفعہ صغریٰ میں اور دوسری دفعہ معراج میں۔ اور اس کی مصلحت یہ بتائی ہے کہ صغریٰ میں اس لئے یہ ہوا کہ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے وناغم کے حصہ کو نکال دیا جائے، اور معراج کے وقت تو ظاہر ہے اس لئے تاکہ حضور ربانی کے موقع پر حکم صلوة کا جو طہارت محض ہے تحمل کیا جائے، اور ملائکہ الہی کی امامت نماز میں فرمائیگی۔ (ص ۱۱۰ مصر) لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹکتی

ہے کہ سیدۃ مبارک کا آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ میں ہو سکتا ہے اور وہ ایک دفعہ پاک و منور ہو کر پھر دوبارہ پاکی و طہارت کا محتاج نہیں ہو سکتا اس بنا پر بعض محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ اس کو ایک ہی دفعہ کا واقعہ سمجھتے ہیں، اور وہ صغریٰ میں جب آپ حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش پا رہے تھے اور معراج کے موقع پر شق صدر کے واقعہ کو راولیوں کا سہو جانتے ہیں، لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ واقعہ شق صدر کی روایت جن طریقوں کے ساتھ آئی ہے ان میں سب سے صحیح سب سے مستند اور معتبر طریقہ وہی ہے جس میں اس کا شب معراج میں ہونا بیان ہوا ہے۔ اس لئے اس موقع کو راولیوں کا سہو قرار دینا اور بچپن میں اس کا ہونا تسلیم کرنا اصول روایت سے صحیح نہیں۔

شق صدکی ضعیف روایتیں

اصل یہ ہے کہ شق صدر کے وقت یا اوقات کی تعیین اور اس کا کمر اور بار بار پیش آنا صرف مختلف روایات کے پیش کر دینے سے نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کیلئے۔ اور قسطلانی اور زرقانی نے اس کی تقلید کی ہے

لے فتح الباری کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرصت الصلوٰۃ فی الاسر ج ۱ ص ۳۸۶ و کتاب التوحید ص ۲۸۶ باب ما جاء فی قوله ووجل وکلم الله موسى تکلیماً روض الانف سہلی ص ۱۱۰ مصر، زرقانی برہان ج ۱ ص ۱۷۹، قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں: وقد خلط فیہ عنیۃ لاسیما من روایۃ شریک بن ابی عمر فقد ذکر فی اولہ محلی الملائک لہ وشق صدرہ وغسل بماء زمین وھذا انما کان وھو موسی و قبل الوحی السینۃ الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج ۲ ص ۱۲۶۵

بلکہ ضرورت ہے کہ ان روایات کے سلسلہ سند پر بھی بحث اور راویوں کی قوت و ضعف کی بھی تنقید کی جائے۔ دس برس کے سن میں شوق صدور والی روایت جس میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلی دفعہ آپ پر نبوت کی یہ علامت طاری ہوئی، حسب ذیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپ سے نبوت کا ابتدائی نشان پوچھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

میں دس برس کا تھا کہ میدان میں دو آدمی میرے سر پر آئے، ایک نے کہا یہ وہی ہیں جو سر کے کہا ہاں پھر دونوں نے پیٹ کے بل مجھے پھپھاڑا اور میرے پیٹ کو پھسٹا ایک سونے کے طشت میں پانی لاتا رہا، اور دوسرا پیٹ کو دھو تا رہا، پھر ایک نے کہنا سینہ کو چاک کرو، تو ناگاہ دیکھتا ہوں کہ سینہ چاک ہے، اور کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی، پھر ایک نے کہا کہ دل کو چاک کرو۔ تو اس نے دل کو چاک کیا، پھر اس نے کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال لو۔ تو اس میں سے جیسے ہوئے خون کی طرح کی کوئی چیز نکالی، پھر کہا اس میں مہربانی اور رحمہ رکھ دو، تو اس نے چاندی کی طرح کی کوئی چیز رکھ دی، پھر اس نے چند گھنٹیاں جو اس کے پاس تھیں نکالیں اور وہ گھنٹیاں میرے سینہ پر لگا دیں، پھر میرے انگوٹھے کو کھونٹ کر مجھ سے کہا جاؤ۔

جب میں لوٹا تو اپنے میں وہ لیکر لوٹا جو لیکر نہیں آیا تھا ”یعنی چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ساتھ نرمی“ یہ روایت ترمذی، مستدرک احمد بن حنبل، حاکم، ابن عساکر اور ابونعیم میں ہے۔ لیکن ان تمام کتابوں میں مرکزی سلسلہ سند ایک ہی ہے یعنی یہ کہ معاذ بن محمد اپنے باپ محمد بن معاذ اور وہ اپنے باپ معاذ بن محمد سے۔ اور اپنے دادا ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں۔

محدث ابن المذینی نے اپنی کتاب التعلیل میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔

حدیث مدنی و اسنادہ
مجهول کله و لا نعرف محمد
ولا اباه لا وحده
یہ مدنی حدیث ہے، اس کی سند تمام تر
مجهول ہے، ہم لوگ نہ محمد کو جانتے ہیں
اور نہ اس کے باپ کو اور نہ اس کے
دادا کو۔ (تہذیب التہذیب ۱۷/۱۹۴)

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں جہاں یہ حدیث نقل کی ہے، صاف لکھ دیا ہے۔

وهذا الحديث تفرد به معاذ
ابن محمد او تفرد به المسنون
الذي شق فيه عن قلبه
یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے نقل کی
ہے اور وہی اس عمر کی تیسین کے بیان
میں جس میں شق صدر ہوا منفرد ہیں یعنی
اس روایت کی کسی اور نے تائید نہیں کی ہے۔ (صفحہ ۱۷ حیدر آباد)

بیس برس کے سن کی روایت بھی بعینہ ان ہی لوگوں سے تھوڑے تغیر کے ساتھ
ان ہی الفاظ میں زوائد احمد صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی اور مختارہ ضیاء ہیں۔
کنز العمال جلد ۱۲۹) لیکن اس سلسلہ روایت کا حال آپ سن چکے کہ وہ معتبر نہیں۔

آغاز وحی کے موقع پر شق صدر کی روایتیں دلائل ابو نعیم، دلائل بیہقی،
مسند طیبی اور مسند حارث میں ہیں یہ روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنها کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت عائشہ کی آغاز وحی والی حدیث
بتخاری، مسلم اور ابن حنبل وغیرہ تمام مستند کتابوں میں مذکور ہے،
اور اس باب میں یہی روایت سب سے زیادہ مفصل، صحیح اور محفوظ ہے۔
لیکن ان کتابوں میں اس موقع پر شق صدر کا مطلق ذکر نہیں، اس سے
اس واقعہ کی بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ بریں ابو نعیم، بیہقی،
طیبی اور حارث والی اس روایت کی مرکزی سند ابو عمران الجونی عن

یزید بن ابی بنوس عن عائشہؓ ہے یزید بن ابی بنوس مجہول ہے، اور اس سے صرف ابو عمران جوئی ہی نے روایت کی ہے کسی اور نے اس کو نہیں لیا ہے۔ طیارسی میں صفحہ ۲۱۵ حیدرآباد اس روایت کی سند یہ ہے کہ قتادہ بن سلمہ ابو عمران جوئی سے اور وہ ایک شخص سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے راوی ہے۔ معلوم نہیں یہ نامعلوم شخص کون ہے؟ اور ابو عمران نے اس کا نام کیوں نہیں لیا ہے۔
(ابو نعیم میں صفحہ ۶۹ حیدرآباد)

اس روایت کا جو سلسلہ سند ہے اس میں یہ خالی جگہ یزید بن ابی بنوس کے نام سے پُر کی گئی ہے جس کا حال ابھی اوپر گزر چکا، علاوہ ازیں ابو نعیم کی روایت میں اس کے نیچے داؤد بن الجراح ایک شخص آتا ہے جس کو اکثر محدثین ضعیف بلکہ دروغ گو تک کہتے ہیں اسی کے ساتھ اس روایت کے اندر بعض ایسی لغو باتیں بھی ہیں جو اس کو صحت کے پایہ سے ساقط کرتی ہیں۔

ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ ”انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا تو آپ کو اپنی پیغمبری کا حال کیونکر معلوم ہوا، اور آپ نے کیونکر یقین کیا کہ آپ پیغمبر ہیں۔“

”فرمایا اے ابو ہریرہ! میں مکہ کی ترائی میں تھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے، ایک زمیں پر آیا اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک نے دوسرے سے کہا یہی وہ ہیں، پھر کہا ان کو تو لو۔ پہلے ایک سے پھر دوس سے پھر سو سے پھر ہزار سے مجھ کو تو لا۔ لیکن میرا پلہ بھاری رہا، تو کہا کہ یہ تمام امت سے بھاری ہیں۔ بعد ازیں میرا شکم چاک کیا (اس کے بعد شق صدر کے مختلف واقعات کا ذکر اس کے بعد ہے) کہ ان فرشتوں نے پھر میرے شانہ پر مہر کی۔ اس روایت میں گو وقت کی

تعیین نہیں، مگر یہ ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ کی ترائی میں پیش آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت حلیمہؓ کے پاس ہو ہوا زن میں قیام کے زمانہ کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔ پھر اس میں یہ ہے کہ جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا اور نبوت کی سب سے پہلی علامت کا سوال ہے اور امت کا ذکر ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آغاز وحی کا واقعہ ہے۔ یہ روایت مسند دارمی (صفحہ ۶) اور دلائل ابوالنعیم (صفحہ ۱۷) میں ہے۔ ان کے مشترک ملامی بہ ترتیب ابوداؤد، جعفر بن عبداللہ بن عثمان القریشی، عثمان بن عروہ بن زبیر ہیں۔

جعفر بن عبداللہ کی نسبت محدث عقیلی نے تنقید کی ہے کہ اس میں وہم تھا، یعنی الفاظ کی صحیح یادداشت نہ تھی اور "اضطراب" تھا، یعنی ایک ہی واقعہ اور سند کو کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح بیان کرتا تھا۔ پھر اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی متابعت نہیں کی جاتی، یعنی اس کے اہم شیخ اور ہم درس اس کی تائید نہیں کرتے۔ پھر بعینہ ہی واقعات شداد بن اوسؓ کی روایت سے ابوالنعیم ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے عتبہ بن عبدسلمی کی روایت سے دارمی اور ابن اسحاق نے (مرسلہ) یحییٰ بن شق صد میں بیان کیا ہے جن سے ان کا باہم تعارض واضح ہے۔

اب رہ گئی وہ روایت جس میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کے زمانہ میں شق صد کا ذکر ہے۔ یہ روایت سات مختلف سلسلوں سے اور مختلف صحابیوں سے لوگوں نے نقل کی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں دو سلسلوں کے علاوہ بقیہ سلسلے صحت اور قوت سے تمام تر خالی ہیں۔ اور ان میں بعض

ایسی لغو باتیں شامل ہیں جو اس کو درجہ اعتبار سے گرا دیتی ہیں۔

۱۔ اس روایت کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جہم بن ابی جہم عبداللہ بن جعفر سے اور عبداللہ بن جعفر خود حلیمہ سعدیہ کے چاوی ہیں اس طریقہ سے یہ روایت ابن اسحاق اور دلائل ابی نعیم میں ہے، جہم بن ابی جہم مجہول ہے اور عبداللہ بن جعفر کی حلیمہ سعدیہ سے بلاقات ثابت نہیں، اور ابن اسحاق جہم بن ابی جہم کا شک ظاہر کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر نے خود مجھ سے کہا یا ان سے سن کر کسی اور نے مجھ سے کہا۔ ابو نعیم میں گویہ شک مذکور نہیں ہے بلکہ اس میں تصریحاً عبداللہ بن جعفر کا نام لیا گیا ہے مگر اس میں اس کے نیچے کے راوی مجروح ہیں۔

۲۔ دوسرا طریقہ واقفی کا ہے ابن سعد نے اس روایت کو اسی سلسلہ سے ذکر کیا ہے۔ جلد ۷ صفحہ ۷۰، مگر علاوہ اس کے کہ واقفی کا اعتبار نہیں اس کی تفصیلی سند تک اس میں مذکور نہیں۔ اوپر کے راویوں کا نام مطلق نہیں بتایا گیا ہے۔

۳۔ ابو نعیم نے ایک اور سلسلہ سے اس کو بیان کیا ہے، جو یہ ہے، عبدالصمد بن محمد السعدی اپنے باپ سے، وہ اپنے باپ سے، اور وہ ایک شخص سے جو حضرت حلیمہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا، بیان کرتے ہیں ”یہ تمام مجہول لوگ ہیں۔“

۴۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن اس سند میں محمد بن زکریا الغلابی جھوٹا اور محتاج ہے، اس کا شمار قصہ گو یوں میں ہے۔

۵۔ ابن عساکر نے شہاد بن اوس صحابی کے واسطے سے ایک نہایت طویل داستان نقل کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ قبیلہ بنی عامر کے ایک پیر مرد نے خدمت نبوی میں آکر آپ سے آپ کے ابتدائی حالات دریافت کئے۔ آپ نے پورا پورا حال بیان کیا، منجملہ اس کے ایک واقعہ اپنے بچپن کے شوق صدر کا بیان کیا۔ لیکن خود ابن عساکر اس روایت کو "غریب" (یعنی ثقات کے بیان سے مختلف) کہتے ہیں، اس کے سوا اس سلسلہ سند کے بیچ میں ایک بے نام و نشان راوی ہے، اس سے اوپر ایک اور قابل اعتراض راوی اس میں ابو العفّار ہے، جو شہاد بن اوس صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ صغیر (ص ۱۳، الہ آباد) میں اس کی نسبت لکھا ہے فی حدیثہ نظر۔ اس کی حدیث بحث طلب ہے، ابو حاکم کہتے ہیں یس حدیثہ بالقائم یعنی اس کی حدیث ٹھیک نہیں (تہذیب التہذیب و میزان)

حضرت شہاد بن اوسؓ سے کھول شامی کے واسطے، ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے بعینہ اسی واقعہ کو ایک اور سلسلہ سے نقل کیا ہے، جس میں گو کوئی جھول راوی بیچ میں نہیں آیا ہے، مگر اس میں یہ کمی ہے کہ کھول اور شہاد صحابی کے بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے، یا چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی روایت منقطع ہے۔ کیونکہ کھول نے حضرت شہادؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ کھول تدلیس میں بدنام تھے، یعنی ان کی عادت یہ تھی کہ بیچ میں اگر کوئی کمزور راوی آجاتا تو وہ اس کا نام چھپا دیتے تھے، یا بیچ سے اس کو حذف کر کے اگلے سے سلسلہ جوڑ دیتے تھے۔ میر خیال ہے کہ

مکہ مکرمہ اور حضرت شہداءؑ کے بیچ میں دراصل وہی ابو الجحفا تھا۔ مکہ میں یہ دیکھ کر کہ وہ مجروح ہے اس کو بیچ سے نکال دیا ہے، اس لئے یہ سلسلہ بھی نامعتبر ہے۔

۶۔ عتبہ بن عبد المطلبؓ ایک کمسن صحابی ہیں، ان سے ایک ہی سلسلہ سند کے ذریعہ سے حاکم، دارمی، ابویعلیٰ، ابن عساکر اور ابن حبیب نے اس واقعہ کی یوں روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایک دن میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے گیا، کھانا ساتھ نہ تھا میں نے اس کو ماں (دایہ) کے پاس کھانا لانے کے لئے بھیجا، وہ گیا تو دیکھا کہ گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہی ہے، دوسرے نے کہا ہاں، پھر دونوں نے جھپٹ کر مجھے پکڑا اور زمین پر بچھا کر میرا پیٹ چاک کیا، اور اس میں سے دو سیاہ جھے ہوئے خون کے قطرے نکالے اور برف اور ٹھنڈے پانی سے دھویا۔ یہ حاکم کے الفاظ ہیں، دارمی وغیرہ میں اس کے بعد اتنا زیادہ ہے کہ دھونے کے بعد ایک نے کہا کہ سکینت یعنی تسکین قلبی لاؤ اس کو لا کر میرے سینے میں چھڑک دیا، پھر دونوں چھوڑ کر مجھے چلے گئے، میں ڈرا اور اپنی ماں کے پاس گیا اور حال کہا، وہ ڈری کہ بچہ کی عقل ٹھیک نہیں رہی، اس نے کہا میں تم کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں اور پھر وہ مجھے اونٹ پر بٹھا کر میری والدہ کے پاس لائی، والدہ نے کہا تم نے امانت پوری طرح ادا کی، دایہ نے میرا حال اور اپنا خوف بیان کیا۔ لیکن والدہ کو یہ واقعہ سن کر کوئی خوف یا تعجب نہیں ہوا۔

فرمایا، جب یہ بچہ پیدا ہوا تو میں نے دیکھا تھا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط

کے مطابق کہا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلہ روایت کا چرچا
 مشترک راوی بقیہ بن ولید ہے جس کو بذات خود بعضوں نے لفظ
 کہا ہے، تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ سخت بے احتیاط تھا۔
 ابن مبارک کہتے ہیں وہ راست گو ہے مگر وہ آگے پیچھے کے شخص سے
 روایت لے لیا کرتا تھا۔ ابن عیینہ کہتے ہیں بقیہ سے احکام کی روایتیں نہ
 لیا کرو، ثواب (فضائل) کی روایتیں خیر لے لیا کرو۔ امام ابن حنبل اور امام
 یحییٰ کا قول ہے کہ اگر وہ مشہور لوگوں سے روایت کرے تو خیر ورنہ مت لو۔
 ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے مگر وہ دلیل میں پیش نہ کی
 جائے۔ امام نسائی فرماتے ہیں ”جب وہ اخبارنا اور حدیثنا کہے تو
 خیر اور جب عن عن کر کے بیان کرے تو نہ لو۔“ (یہ یاد رہے کہ یہ روایت مذکور
 بہ طریق عن عن ہی ہے) ابن عدی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایتیں سقر
 اور معتبر راویوں کے خلاف ہیں، امام احمد بن حنبل ایک شخص سے فرماتے
 ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ بقیہ مجہول الحال لوگوں سے سن کر حدیثیں نقل کرتا
 ہے لیکن دیکھا تو وہ مشہور لوگوں سے بھی اسی قسم کی حدیثیں بیان کرتا ہے
 تمہ نے جانا وہ کہاں سے یہ روایتیں لاتا ہے، مخاطب نے جواب دیا ہاں
 تدلیس کے ذریعہ سے۔ (یعنی بیچ کے کمزور راوی کو حذف کر کے آگے لے
 معتبر راوی سے سلسلہ جوڑ دیا کرتا تھا) ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ اوزاعی
 وغیرہ مشہور لوگوں سے وہ ایسی روایتیں کرتا ہے جو موضوعات کے
 مشابہ ہیں اور اس کی صورت یہ کرتا ہے کہ بیچ کے ضعیف راوی کو
 حذف کر دیتا ہے۔ خطیب کہتے ہیں کہ اس کی اکثر روایتیں منکر ہیں
 گو وہ بذات خود راست گو تھا۔ ابن القطان کا قول ہے کہ وہ ضعیف

راہوں سے تدلیس کر کے بیان کرتا ہے، اور اس کو وہ جائز سمجھتا ہے، یہ الزام اگر اس پر سچ ہے تو اس کے معتبر ہونے میں خلل انداز ہے۔

حدیثی سلسلہ کی روایت میں ان کا وہم

بچپن میں شوق صدقہ کا سب سے صحیح اور محفوظ سلسلہ پسند و وہ ہے جو حاد بن سلمہ ثابت بنانی سے اور ثبات، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں چنانچہ یہ روایت صحیح مسلم، مسند احمد، ابن سعد اور دلائل التوہیم میں ایک ہی سلسلہ سند سے مذکور ہے۔ یعنی حضرت انسؓ سے ثابت بنانی اور ان سے حاد بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ آئے اور آپ کو بکڑ کر زمین پر لٹایا۔ اور قلب مبارک کو چاک کیا، اور اس کو نکال کر اس میں سے ذرا سا جھوا خون نکالا اور کہا کہ یہ اتنا شیطان کا حصہ تم میں تھا، پھر اس کو سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا۔ پھر شگاف کو چھوڑ دیا، پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا، لڑکے دوڑے ہوئے آپ کی ماں (روایہ حلیمہ) کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ محمد مار ڈالے گئے، لوگ آپ کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو چہرہ کارنگ متغیر ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ سیدہ مبارک میں زخم کے سینے کے نشان یعنی ٹانگے مجھ کو نظر آتے تھے۔ مسند ابن حنبل میں یہی حدیث اسی سلسلہ سند سے حضرت انسؓ سے شری ہے۔ اور اس میں آخر میں واحد مشکلم کے بجائے جمع مشکلم ہے یعنی یہ کہ مجھ کو نظر آتے تھے۔ کی جگہ پر یہ ہے کہ ہم نوزخم کے ٹانگے نظر آتے تھے۔

اس سلسلہ سند کے صحیح اور محفوظ ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحاح میں معراج اور شوق صدقہ کی جس قدر روایتیں حضرت انسؓ سے

مروی ہیں ان کے دوسرے راوی تابعین میں حضرت انسؓ کے شاگردوں میں قتادہؓ، زہریؓ، شریکؓ اور ثابت بنائی چار شخص ہیں ثابت بنائی سے دو آدمی ان واقعات کو نقل کرتے ہیں سلیمان بن قیسؓ اور حماد بن سلمہؓ حماد کے علاوہ اور جو طرق اوپر مذکور ہیں ان سب میں معراج کے واقعات کے آغاز میں شق صدر کا ذکر ہے لیکن حماد نے اپنی روایت میں یوں کیا ہے کہ معراج کے سلسلہ میں وہ شق صدر کے ذکر کو ترک کر دیتے ہیں، اور شق صدر کے واقعہ کو الگ اور مستقل پچپن کے زمانہ کی تخصیص کے ساتھ بیان کرتے ہیں، مالا لگہ نہ صرف حضرت انسؓ کے شاگردوں میں سے کوئی بلکہ حماد کے دوسرے ہم درس طلبہ میں سے بھی کوئی ان کی تائید نہیں کرتا، غالباً ہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے معراج کی حدیث حماد کے واسطے نقل نہیں کی ہے، حماد کی نسبت اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ "آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اسی سبب سے امام بخاری نے ان کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ امام مسلمؓ اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کر کے خرابی حافظہ سے پہلے کی جو ان کی روایتیں ہیں، ان ہی کو چھ کر اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ میرا میلان تحقیق یہ ہے کہ حماد کی یہ روایت اسی خرابی حافظہ کے زمانہ کی ہے کہ انھوں نے تمام متبرک راویوں کے خلاف شق صدر اور معراج کے مشترک واقعہ کو رد کر دیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ امام مسلمؓ بھی اپنی ترقیب بیان کے اخراجات سے ایسا ہی کچھ بتانا چاہتے ہیں کہ معراج اور شق صدر کو دو الگ الگ واقعوں کے واقعات قرار دینے میں حماد سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ واقعات معراج کے ذکر میں امام مسلمؓ یہ کرتے ہیں کہ پہلے حضرت انسؓ سے ثابت کے شاگرد حماد کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں معراج کے شق صدر کا ذکر نہیں

پھر حاد کے ساتھی اور ثابت کے شاگرد سلیمان بن مغیرہ کی روایت ہے جس میں شق صدر کے ساتھ معراج کا ذکر ہے، اس کے بعد حاد کی وہ روایت ہے جس میں تنہا پچپن کے شق صدر کا تذکرہ ہے بعد ازیں حضرت انسؓ کے دوسرے شاگردوں کی روایتیں ہیں جس میں شق صدر اور معراج کا ایک ساتھ واقع ہونا مذکور ہے۔

حاد کی اس روایت میں بعض ایسے معنوی وجوہ بھی ہیں جن کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہوتی، مثلاً یہ کہ شق صدر کی یہ کیفیت کسی عمر میں بھی گزری ہو، مگر بہر حال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا، گزشتہ تمام مستفادہ مخروج روایتوں میں حد، بغض حصہ شیطانی، سکینت، تسلی، رحمت، شفقت، ایمان اور حکمت وغیرہ جی امور کا سینہ مبارک سے نکالنا یا اس میں رکھنا بیان ہوا ہے، ان میں سے کسی چیز کا تعلق جسمانیات سے نہیں ہاں ہمہ حاد حضرت انسؓ سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹاسکے کے نشان مجھ کو (جیسا کہ مسلم میں ہے) آیا، ہم کو (جیسا کہ مسند احمد میں ہے) نظر آتے تھے۔ اگر یہ جسمانی واقعہ بھی تھا تو حضرت انسؓ کی دیگر مروی روایات میں سے جو حاد کے علاوہ دوسرے راویوں نے نقل کی ہیں یہ مذکور نہیں علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل شامل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط و خال کی کیفیت صحابہؓ نے بیان کی ہے۔ مگر کسی نے سینہ مبارک کے ان نمایاں ٹانکوں کا نام تک نہیں لیا۔ ایسی حالت میں واقعہ کی یہ صورت کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔

دو دفعہ شق صدر ہو تو اس کی تاویل

اس تشریح اور تفصیل کے بعد بھی اگر کسی کو حاد کی اس روایت کے قبول کرنے

پراصرار ہو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس روایت کے مطابق بچپن میں جب عقل و ہوش کا آغاز ہوا تو سینہ مبارک سے حصہ شیدائی جو ہر انسان کے اندر ہے، اس کو نکال دیا کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں اسی اندر ہے، ابھی علم و حکمت کی کوئی چیز رکھی نہیں گئی، مگر معراج کی رات جب اس عقل و ہوش کی تکمیل ہوئی تو وہ دھو کر علم و حکمت سے معمور کیا گیا جیسا کہ تمام روایتوں میں ہے۔

شق صدر کی صحیح کیفیت

شق صدر کی صحیح کیفیت حالت معراج کے سلسلہ میں صحیح بخاری صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں متعدد روایتوں اور طریقوں سے مذکور ہے کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں آرام فرما رہے تھے۔ آنکھیں سوتی تھیں مگر دل بیدار تھا، کہ ناگاہ حضرت جبریلؑ چند فرشتوں کے ساتھ نظر آئے، آپ کو اٹھا کر وہ چاہ زمزم کے پاس لے گئے یا آب زمزم لے کر کوئی آب کے پاس آیا، سینہ مبارک کو چاک کیا، پھر آب زمزم سے دھویا اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، پھر اس طشت کے سرمایہ کو سینہ مبارک میں بھر کر شکاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپ کو آسمان کی طرف لے چلے۔

شق صدر کی حقیقت

علمائے ظاہر میں اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادھے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینہ مبارک چاک کیا گیا اور قلب اقدس کو اسی آب زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم و نسائی ابواب معراج یا فرض الصلوٰۃ و مسند احمد و آیات انس وغیرہ۔

صوفیائے حقیقت میں اور طرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور ان تمام غیر محتمل الفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم نیرخ کے حقائق ہیں جہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالت خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں، اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کی جان بھرنا اس کی حقیقت انوار ملکیت کا رخ پر غالب ہو جانا اور (طبیعت بشری) کے شعلہ کا بجھ جانا اور عالم بالا سے جو فیضان ہو تو یہ اس کے قبول کے لئے طبیعت کا آمادہ ہو جانا ہے۔

رسق صدر و مود...
محضۃ غلبۃ انوار ملکیت
وانطفاء فیصیب اصبیعة
وخصوعھا لما لعیض علیہا
من خطیرة القدس

ان کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی اس لئے شوق صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہو گا۔
ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرح صدر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم باب الاسراء میں حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں مذکور ہے، فشرح صدري الى كذا وكذا
میرا سینہ یہاں سے یہاں تک کھولا گیا، اور قرآن مجید کی اس سورہ میں جیسا کہ ترجمہ میں ہے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

کیا، ہم نے تیرے لئے سینہ کو کھول نہیں دیا اور تجھ سے تیرے اس بوجھ کو ہٹا نہیں دیا جس نے تیری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

الکَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ
وَضَعْنَا عَنْكَ وِثْرًا
الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (انشرح)

شرح کے لغوی معنی عربی میں چیرنے پھاڑنے کے ہیں، اسی سے طب کی اصطلاح علم تشریح اور "تشریح اجسام" نکلی ہے، چونکہ چیرنے اور پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایاں ہو جاتی ہے اس لئے اس سے "تشریح امر" اور "تشریح کلام" شرح بیان اور شرح

کتاب ”وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوئے ہیں، اسی سے ایک اور محاورہ ”شرح صدر“ کا پیدا ہوا ہے جس کے معنی ”سینہ کھول دینے“ کے ہیں اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت کا واضح کر دینا ہوتا ہے، قرآن مجید اور احادیث میں یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰ کو جب فرعون کے پاس جانے کی ہدایت ہوئی تو آپ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي (پہرہ درگاہ میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھیں)

انبیاء علیہم السلام کا علم اور فہم، انسانی تعلیم و تعلم اور مادی حکمت و دانائی سے پاک و مبرا ہوتا ہے، اور وہ اپنے اخذ و خراج اور لقا و دعاوی کے لئے گزشتہ تجربات اور منطق کے متقار و جمیل اور ترتیب مقدمات کے ممنون نہیں ہوتے، بلکہ وہ جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ سمجھتے ہیں اس کا ماضی تعلیم الہی القائے ربانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہے، اسی کا نام علم لدنی ہے۔ ”لدن“ کے معنی عربی زبان میں ”پاس اور نزدیک“ کے ہیں۔ چونکہ یہ علم ان کو کسب و تحصیل کے بغیر خدا کے پاس سے اور اس کے نزدیک سے عطا ہوتا ہے اس لئے عرف علم میں علم لدنی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (کہف)

بھنے اپنے پاس سے اس کو علم سکھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

کَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا (طہ ۵)	اسی طرح ہم تم سے گزشتہ زمانہ کی باتیں بیان کرتے ہیں، اور ہم نے اپنی طرف سے تجھ کو علم (ذکر) بخشا ہے۔
---	---

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔

ہم تجھ کو قرآن کی وحی بھیج کر ایک بہترین
قصہ سناتے ہیں جس سے تو قطعاً اس
سے پہلے بے خبر تھا۔

فَخَرْنَا نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ
بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ
كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ (یوسف ۱)
سورہ شوریٰ میں ہے۔

اور اسی طرح ہم نے (اے محمد) تیری طرف اپنے
حکم سے ایک روح کو وحی کیا، تو تو پہلے یہ بھی نہیں
جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف
تھا، لیکن ہم نے اس کو روشنی بنایا ہے جس کے
ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں
ہم راستہ دکھا دیتے ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ أَلَكْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا
مِنْ بَيْنِ مَا كُنْتَ تُدْرِي
مَّا الْكِتَابُ وَلَا الْإِسْمَاتُ
لَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي
بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا
(شوریٰ ۵)

دوسرے پیغمبروں کی نسبت بھی اسی ارشاد ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے باپ کا کہتے ہیں۔

اے میرے باپ! میرے پاس غم کا وہ حصہ
آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔

يَا أَيَّتُهَا إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ
مَا لَمْ يَأْتِكَ (مریم ۳)

حضرت داؤد و سلیمان کے متعلق ہے۔

اور ہم نے داؤد و سلیمان کو علم بخشا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاهُ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا (زل ۲)

حضرت یوسف کی نسبت ارشاد ہے۔

ہم نے یوسف کو حکم اور علم عطا کیا

آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (یوسف ۳)

حضرت یوسف کہتے ہیں۔

ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي (یوسف ۴)

حضرت لوط کے متعلق ہے۔

وَلَوْطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (انبیاء ۵)

یہ ان باتوں میں سے جو تیری پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں۔

اور لوط کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا۔

حضرت سلیمانؑ اور چنہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد ہے۔

فَقَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَتِلْكَ آيَاتُ
حُكْمًا وَعِلْمًا (نبیاء)

ہم نے یہ بات سلیمان کو سمجھادی اور ہم نے ان
سب کو حکم اور علم عطا کیا۔

انقرض انبیاء علیہم السلام کا یہ علم محض تعلیم الہی اور انقائے ربانی کا نتیجہ
ہوتا ہے اور غور و فکر، تجربہ و امتحان تحصیل و اکتساب اور جمع معلومات
اور ترتیب مقدمات کے بغیر ان کے علم کی باتیں ان کے سامنے آئینہ ہو کر
آجاتی ہیں صرف فہم و تمثیل کے لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ کبھی کبھی شعراء مصنفین
موجودین اور دیگر عقلاء کے ذہن میں بے غور و تامل ایک بات اس طرح
خطو د کر جاتی ہے کہ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سینہ یا دماغ کا دروازہ یک
بیک کھل گیا، اور ایک چیز اندر داخل ہو گئی، لیکن یہ شرح صدر کی نہایت
معمولی مثال ہے۔ اس منصب خاص کے سینکڑوں مدارج ہیں، جو
انبیاء کو اولیاء کو اور دیگر مومنین کو اپنے اپنے رتبہ کے مطابق
عطا ہوتے ہیں۔

فَمَنْ يَرْدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ
يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ
(الانعام ۱۵)

جس کی رہنمائی خدا چاہتا ہے، اس کے
سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

یعنی بلا حجت و برہان اسلام کی صداقت اس کے سامنے آئینہ ہو جاتی
ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کی خلافت
کے زمانہ میں مشورہ دیا اور بہ اصرار کہا کہ قرآن مجید کو اوراق و مصنف
میں لکھوا دیجئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے مخالفت کی کہ جو کام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں نہیں کیا وہ ہم لوگ کیونکر

کر سکتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر اصرار اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذکار رہا، مگر چند ہی روز میں ایک ایک ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ اس موقع پر انھوں نے فرمایا۔

حاشی شرح اللہ صدیقی	یہاں تک کہ خدا نے اس کام کے لئے
لذلک (بخاری تالیف القرآن)	میرے سینہ کو کھول دیا۔

مفسر ابن جریر طبری نے متعدد صاحبوں سے روایت کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ 'یاروں اللہ! شرح صدر کیونکر ہوتا ہے؟' فرمایا قلب میں ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے۔ پھر سوال کیا کہ "یار رسول اللہ! اس کی نشانی کیا ہے؟" ارشاد ہوا حیات جاوید کے گھر کا اشتیاق اور اس فریب کہ وہ عالم سے دل برداشتگی اور موت سے پہلے موت کی تیاری ہے۔ یہ تو حقیقت ہے، اور اس حقیقت کی جسمانی تمثیل سینہ مبارک کا چاک کیا جانا اور اس میں نور و حکمت کا بھرا جانا ہے۔

شرح صدر کے لئے مناسب موقع اور مصلحت

جن آیتوں میں دیگر انبیاء علیہم السلام کو عطیہ علم کے دیے جانے کا ذکر ہے ان میں اکثر علم کے ساتھ حکم کا لفظ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ خالص شرعی ضرورتوں کے نظم حکومت اور فیصلہ احکام کے لئے بے غور و فکر کے بدیہی صحیح اور حاضر علم کی ضرورت ہے

۱۵ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۹ مطبوعہ مصر احکامی المستدرک

جلد ۴ صفحہ ۳۱۱ سند فیہ عدی بن القصل۔

چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا جس کے بعد آل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی اس لئے شرح صدر کے عطیہ کے لئے یہی مناسب موقع تھا، علاوہ ازیں معراج کے حقائق و مناظر جو نفوس نبویہ کے ادراکات کی آخری سرحد ہیں۔ ان کے احاطہ کے لئے بھی شرح صدر کی ضرورت تھی۔

ماخذ علمی

امیر معاویہ کی سیاسی زندگی	حکیم علی احمد	الفرکان المجید	
افانہ اللہمغان فی مکائد	علامہ ابن القیم	الاصاب فی احوال الصحابہ	ابن حجر
الشیطان		اسد القابہ	ابن اثیر
الاستدراکات	دارقطنی	الاکمال فی اسماء الرجال	ولی اللہ بن الخطیب
الانصاف فی بیان	شامہ ولی اللہ	اصح السیر	حکیم عبدالرؤف و ناپوری
سبب الاختلاف		احکام القدران	ابو بکر حبیبی و نازی
بانگ درا	ڈاکٹر سر محمد اقبال	ابن ماجہ اور علم حدیث	مولانا عبدالرشید نعمانی
البدایہ والنہایہ	حافظ حامد الدین ابن کثیر دمشقی	اشعۃ النعمات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق دہلوی
تورات	؟	آیت نبیات	سید مہدی علی خان
تاریخ الامم الملوک	محمد بن جریر طبری	اشتران قریش	؟
تاریخ العرب قبل الاسلام	؟	الناب الاخبر	بلاذری
تقوید المبتل	ابو علی غسانی	انزالہ لنحفا	شامہ ولی اللہ دہلوی
التبع	دارقطنی	اخبار الطوال	ابو حنیفہ دینوری
تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی	اصول کافی	کلینی
تہذیب سنن ابی داؤد	علامہ ابن القیم	الاحتجاج	طبری
تقریب	حافظ ابن حجر	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ

تذییر افسران	محمد بن جریر طبری	اسنن	دارقطنی
مذکرۃ المونوعات	محمد طاهر شیخی	خلفاء راشدین	شاه حسین الدین ندوی
	ابوالفضل القدسی	خلافت و ملوکیت	علامہ مودودی
تاریخ الکبیر	امام بخاری	رحمة للعالمین	سید سلطان منصور پوری
تفہیم القرآن	علامہ مودودی	روضۃ الاحباب	
تیز الطیب من الخبث	عبد الرحمن بن علی الشیبانی	ربیع الابرار	جابر اللہ مخشری
جمہور الانساب	ابن حزم	رفع اعلام عن ائمة الاعمال	ابن تیمیہ
ناسخ التواریخ		رسالة النجم المكنون	
الجواهر المفضیة	حافظ عبد القادر قریشی	الروض الانف	سہیل
سیرت النبی	شبلی و سید سلیمان ندوی	زاد المعاد	علامہ ابن القیم
اسنن	نسائی	الزہرہ	خان بہادر اولاد حیدر خان
اسنن	ابوداؤد	شرح لہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
اسنن	ابن ماجہ	شرح مسلم	امام نووی
اسنن	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن	شرح الفیہ	حافظ عراقی
	الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ	الشرح اکبیر	حافظ عراقی
سیرت البخاری	عبد السلام مبارک پوری	الثانی	شرح اصول کائنات
السلسلۃ الامادیۃ الضعیفہ	ناصر الدین البانی	الشفاء	قاضی عیاض
السیرت	عبد الملک بن یحییٰ	الشیخ	سید ابن الجراح
سیرت عائشہ	سید سلیمان ندوی	الصواعق المحرقة	ابن حجر عسقلانی
السیرۃ النبویہ	ابو احمد اسماعیل بن کثیر	الضعفاء والتركین	دارقطنی
سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی	الضعفاء والصغیر	بخاری

الضعفاد الصغير نسائي

لمبقات ابن سعد

العلل محمد علي ترمذي

الحوادث مع العوام ابو بكر بن العربي

عمدة القاري بدر الدين عيني

غريب الحديث خطابي

فتح الباري ابن حجر

فتح القدير كمال الدين بن الهمام

اقتواء المجموعه في

شان ما وقع في مسلم من حافظ رشيد الدين علام

الاحاديث المقطوعه

قسطاني شرح بخاري

قواعد العلوم الحديث مولانا طاهر احمد شاني

قراني اهل بيت مولانا سراج الحق صفي ظهري

القاعدة الجليدة في ابن تيمية

التمويل والوسيلة

قصص القرآن مولانا حفظ الرحمن سيوارا

الكامل ابن الاثير

كشف النعمه

كتاب الجامع ابو الوفاء قرشي

الكفاية في علم الرواية خياط بغدادى

لباب القول في اسباب

النزول

لسان الميزان ابن حجر

اللكالى المصنوعه في سيد طى

احاديث الموضوعه

المعجم الصغير طبراني

مجمع الزوائد بنى

مخاضات تاريخ الامم

الاسلاميه

مروج الذهب مسعودى

موطا امام مالك

المستدرک حاكم نيشاپورى

مسك الختام نواب صديق حسن قوجى

ميزان الاعتدال ذهبى

المواهب ابن حجر

المقاصد الحسنه حافظ سمنوى

موضعات كبير سلاطى قارى

الموضوعات ابن اسكوزى

مسند احمد بن حنبل امام احمد

مسند حسى

معارف القرآن پرديز

مقتل حسین	ابو مخنف	تحفه اثنا عشریه	شاه عبدالعزیز دہلوی
مواہب لدنیہ		تاریخ مسلمانان عالم	قاری احمد علی ہجینی
معالم التنزیل	بغوی	تفسیر ابن عباس	محمد بن السائب طنجی
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق دہلوی	تاریخ اسلام	اکبر شجیب آبادی
المجرب	ابو جعفر محمد بن حبیب	تاریخ الاسلام والمسلمین	ڈاکٹر مسعود
المعارف	ابن قتیبة	سحر بیج مسترک	ذہبی
معجم البلدان	یاقوت حموی	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
منہاج الحسنہ	ابن یتیمہ	حقیقت مذہب شیعو	حکیم فیض عالم
منتہی المقال		حیات فادقہ اعظم	ابن جوزی
حملہ حیدری	آتش کھنوی	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
الوشیعو	موسیٰ جارا اللہ ترکستانی	جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی	جلالین	محمد سیوطی
تاریخ الخلفائیں	؟	جلال العیون	ملا باقر مجلسی
تاریخ دمشق	ابن عساکر	الجرح والتعذیل	عبدالرحمان بن ابی حام
تاریخ الامت	اسلم جیراچوری	الجامع الصمیم	محمد بن اسماعیل بخاری
تنقیح المقال	علامہ سنجاشی	الجامع لاحکام القرآن	قرطبی
		روضۃ الصفاد	